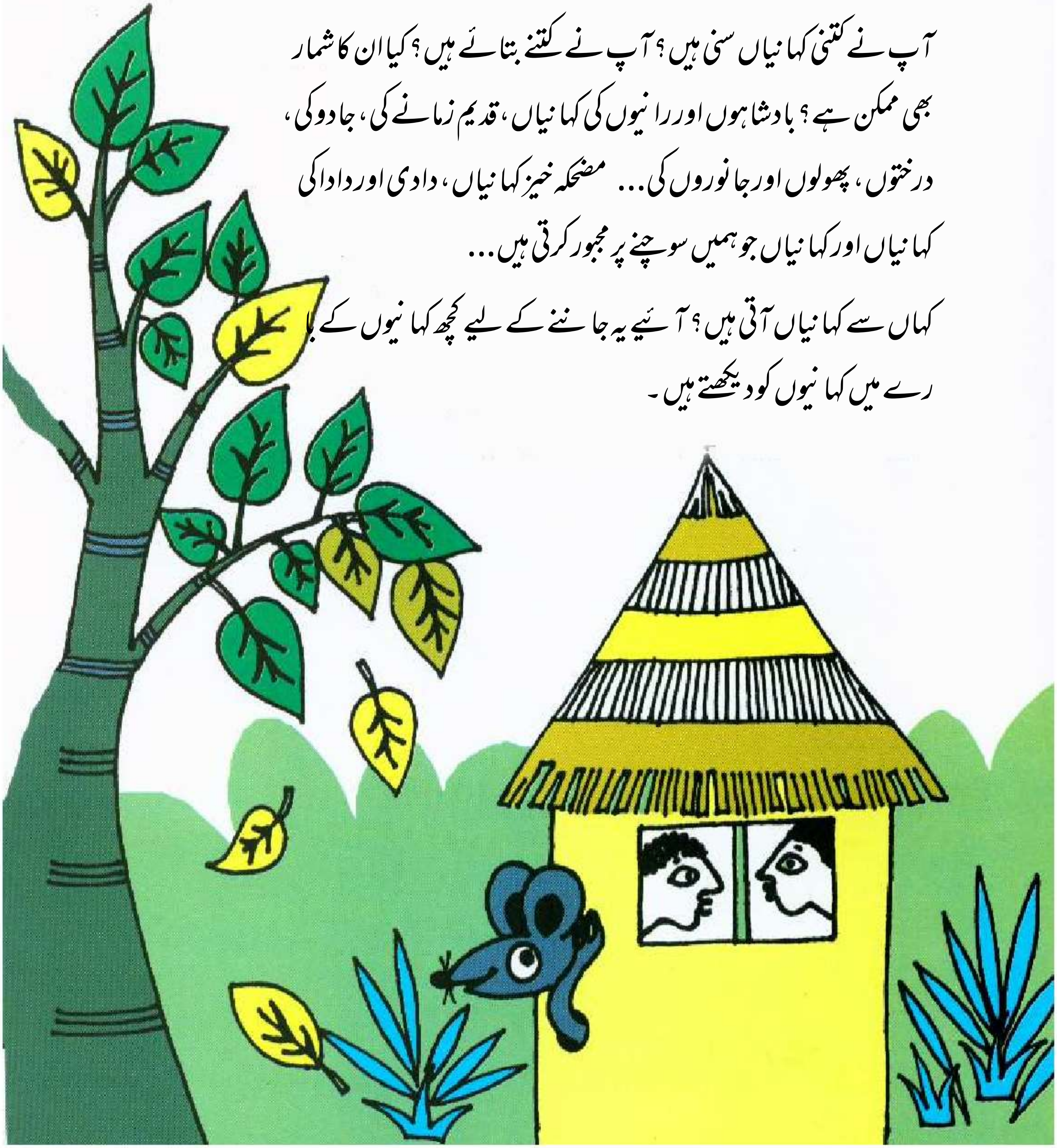
کہانیوں کی کہانی

کہانیاں! آہ، کہانیاں! ہم ان کو سننا کتنا پسند کرتے ہیں! ہم انہیں بتانا کتنا پسند کرتے ہیں! ایک اچھی کہانی ہمیں بھوک اور پیاس بھلا دیتی ہے۔ نیند بھی ایک اچھی کہانی کے راستہ میں نہیں آتی!

آپ نے کتنی کہانیاں سنی ہیں؟ آپ نے کتنے بتائے ہیں؟ کیا ان کا شمار بھی ممکن ہے؟ بادشاہوں اور رانیوں کی کہانیاں، قدیم زمانے کی، جادو کی، درختوں، پھولوں اور جانوروں کی... مضحکہ خیز کہانیاں، دادی اور دادا کی کہانیاں اور کہانیاں جو ہمیں سوچنے پر مجبور کرتی ہیں...

کہاں سے کہانیاں آتی ہیں؟ آئیے یہ جاننے کے لیے کچھ کہانیوں کے بارے میں کہانیوں کو دیکھتے ہیں۔



یہاں بھارت سے ایک ہے :

ایک بار ایک حجام نے ایک راز سنا۔ اس نے اسے اپنے پاس رکھنے کی کوشش کی۔ اس سے اس کا پیٹ پھول کر پھٹنے والا تھا! آخر کار اس نے اپنی بیوی کو یہ بات بتا دی۔ بہت سکون ملا!

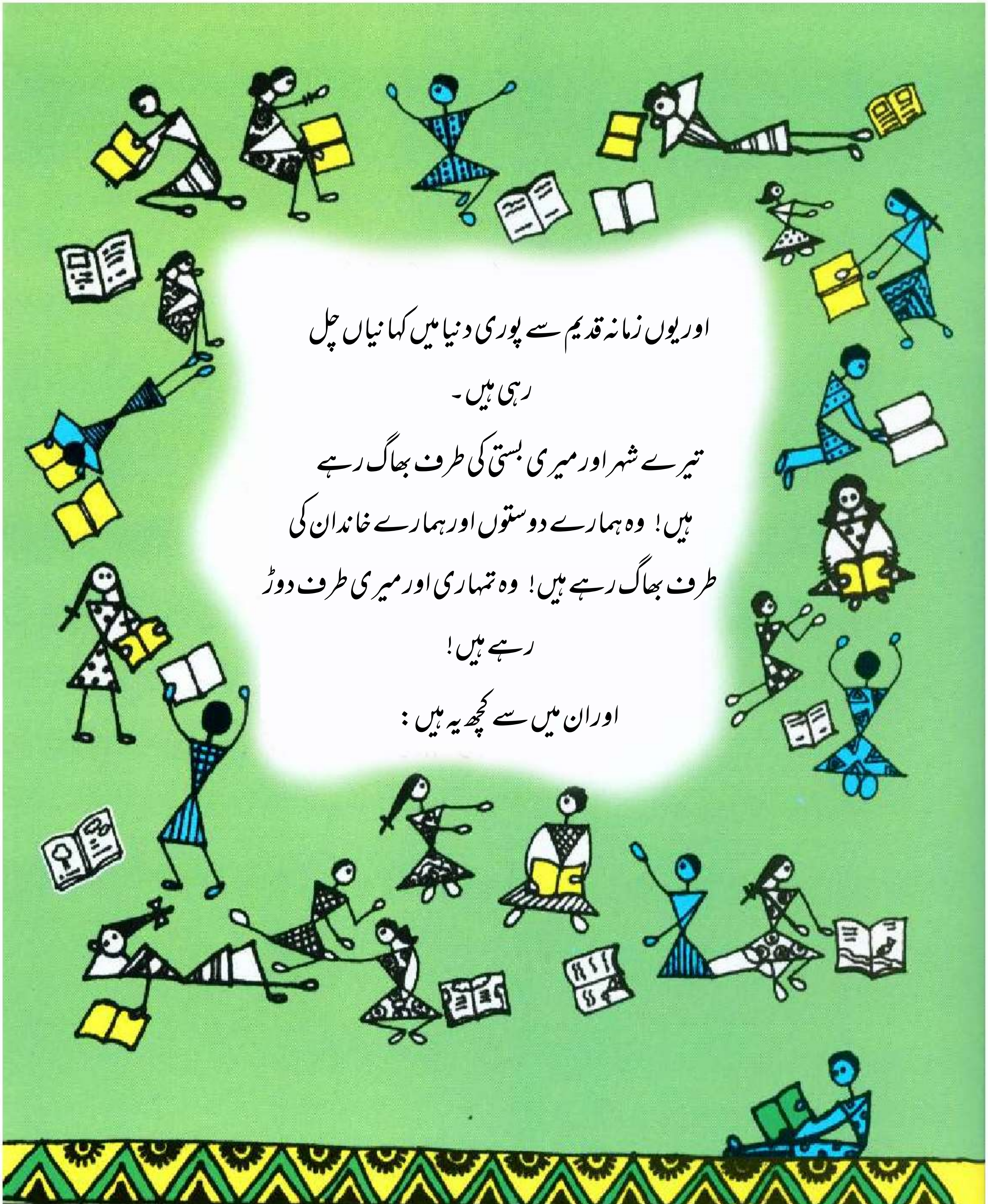
اب اس راز نے بیوی کا پیٹ پھولا دیا۔ آخر اسے بھی کسی کو بتانا پڑا۔ لیکن کون؟ اس نے زمین میں ایک گڑھا کھودا اور اس میں راز کو سرگوشی سے کہا۔ پھر اس نے احتیاط سے سوراخ کو ڈھانپ دیا۔

وقت گزر گیا۔ کیا راز محفوظ تھا؟ نہیں! جس جگہ اس نے گڑھا کھودا تھا وہاں ایک درخت اگ آیا۔ برسوں بعد اس کی لکڑی سے بانسری بنائی گئی۔ اس کی موسیقی سننے والوں نے راز سنا!

یہاں کہانیوں کے بارے میں ایک اور کہانی ہے۔ یہ افریقہ سے ہے :

ایک بار ایک چھوٹا سا چوہا تھا۔ اسے گھروں میں گھسنا اور دراڑوں کے اندر چھپنا پسند تھا۔ وہاں بیٹھ کر گھروں میں رہنے والوں کی کہانیاں سنتا۔ چوہے کو یہ کہانیاں بہت پسند تھیں اور اس نے انہیں احتیاط سے درخت کے نیچے ایک سوراخ میں رکھتا تھا۔

ایک چالاک لومڑی چوہے کو اپنی کہانیاں چھپاتے دیکھ رہی تھی۔ ایک صبح، لومڑی نے گڑھا کھودا۔ اوہ، میرے! کہانیاں کانپ اٹھیں اور لرز اٹھیں! وہ سوراخ سے چھلانگ لگا کر ہر طرف بھاگے۔ شہر سے وہ دیہی علاقو ں کی اور کھیتوں، دیہاتوں اور بستی میں بھاگے اور باہر نکلے...



اور یوں زمانہ قدیم سے پوری دنیا میں کہانیاں چل
رہی ہیں۔
تیرے شہر اور میری بستی کی طرف بھاگ رہے
ہیں! وہ ہمارے دوستوں اور ہمارے خاندان کی
طرف بھاگ رہے ہیں! وہ تمہاری اور میری طرف دوڑ
رہے ہیں!
اور ان میں سے کچھ یہ ہیں:

© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

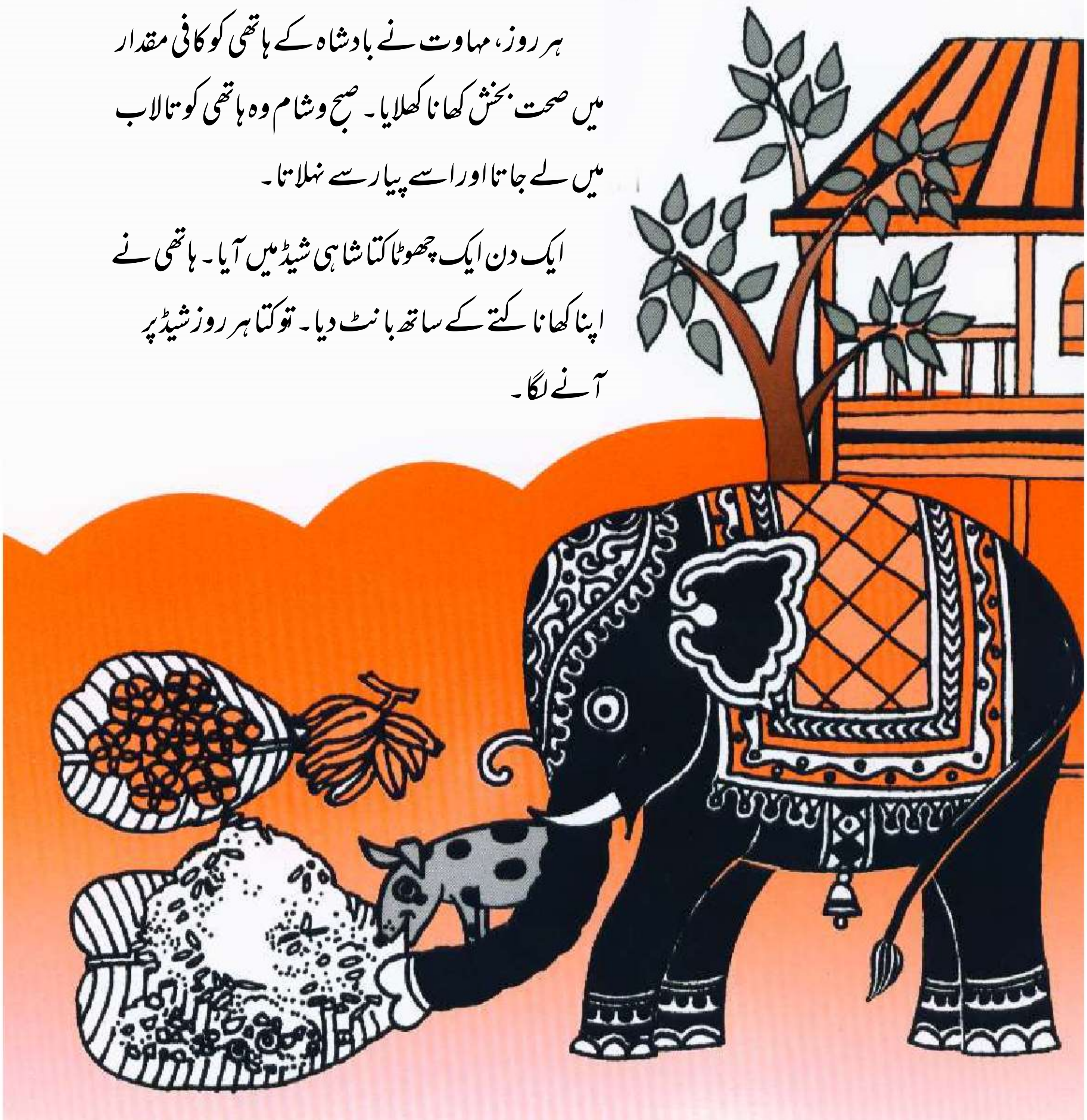
Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

ایک ہاتھی اور ایک کتا

ایک دفعہ کاشی کے بادشاہ برہمدت کے پاس ایک پسندیدہ ہاتھی تھا۔ اس شاہی ہاتھی کی دیکھ بھال محل مہاوت کرتا تھا۔

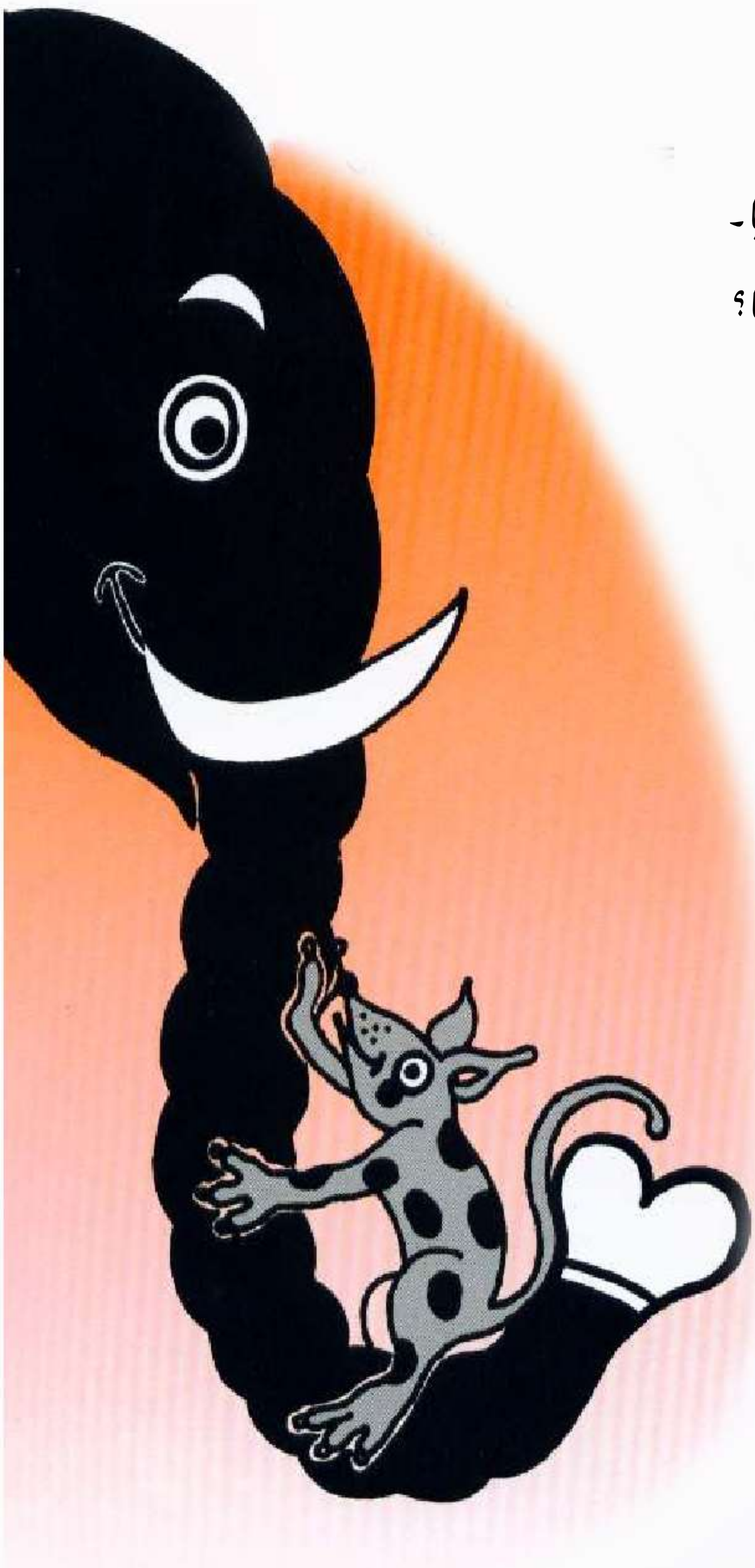
ہر روز، مہاوت نے بادشاہ کے ہاتھی کو کافی مقدار میں صحت بخش کھانا کھلایا۔ صبح و شام وہ ہاتھی کو تالاب میں لے جاتا اور اسے پیار سے نہلاتا۔

ایک دن ایک چھوٹا کتا شاہی شیڈ میں آیا۔ ہاتھی نے اپنا کھانا کتے کے ساتھ بانٹ دیا۔ تو کتا ہر روز شیڈ پر آنے لگا۔



جلد ہی دونوں جانور بہت اچھے دوست بن گئے۔ وہ اکٹھے کھاتے، اکٹھے نہاتے اور اکٹھے کھیلتے۔ کتا ہاتھی کی سونڈ پر چڑھ جاتا اور ہاتھی اسے چاروں طرف جھولتا۔

اب ہاتھی ہمیشہ کتے کے شیڈ پر آنے کا انتظار کرتا۔ کتا نہ آتا تو ہاتھی نہیں کھاتا۔



ایک دن مہاوت کو پیسوں کی ضرورت تھی۔
مایوسی کے عالم میں اس نے چھوٹے کتے کو بیچ دیا۔
بیچارے کتے کا دل ٹوٹ گیا۔ لیکن یہ کیا کر سکتا تھا؟
یہ خاموشی سے اپنے نئے آقا کی پیروی کرتا رہا۔

اب ہاتھی نے کھانے یا پینے سے منع کر دیا! یہ تالاب میں نہ جاتا! یہ شیڈ سے باہر نہیں نکلتا!

مہاوت نے اسے گنے اور کیلے اور دیگر لذیذ کھانے پیش کیے۔ لیکن اس نے اپنا سر پھیر لیا اور ایک نوالہ بھی نہیں لیا۔

ایک دن اسیطرح گزر گیا۔ چنانچہ مہاوت بادشاہ کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ اس کا پسندیدہ ہاتھی بیمار ہے۔

براہ کرم ڈاکٹر بھیجیں!" اس نے کہا۔

چنانچہ بادشاہ نے اپنے سب سے عقلمند وزیر کو ہاتھی کو دیکھنے کے لیے بھیجا۔ وزیر نے ہاتھی کے شیڈ میں جا کر اس کا جائزہ لیا۔ "یہ ہاتھی تکلیف میں ہے" اس نے سوچا۔ "لیکن یہ بیمار نہیں ہے۔ کوئی چیز ضرور پریشان کر رہی ہوگی۔



وزیر نے ادھر ادھر پوچھا تو لوگوں نے کہا ہاتھی کا ایک دوست تھا... ایک کتا تھا وہ کھیلا کرتے تھے۔

" کتا کہاں ہے؟" وزیر نے پوچھا. "ایک اجنبی اسے لے گیا،" انہوں نے کہا۔

تو وزیر نے جا کر بادشاہ سے کہا، "تمہارا ہاتھی صحت مند ہے، لیکن اس کا ذہن پریشان ہے۔ اس کا ایک دوست تھا، ایک کتا، تمہارا ہاتھی اپنے دوست کے لیے تڑپ رہا ہے"۔

بادشاہ نے فوراً اپنے ڈھول بجانے والوں کو یہ اعلان کرنے کے لیے باہر بھیجا، "جو شخص شاہی شیڈ سے کتے کو لے گیا اسے فوراً واپس کر دینا چاہیے"۔

چنانچہ کتے کے نئے مالک نے اسے فوراً واپس کر دیا۔ اور کتا سیدھا ہاتھی کی طرف بھاگا!

وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر کتنے خوش تھے! ہاتھی کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کتے کو اپنی سونڈ کے ساتھ اٹھایا اور آہستہ سے اپنے بڑے سر پر رکھ دیا۔

اب مہوت کچھ لذیذ کھانا لے کر دوڑتا ہوا آیا۔ لیکن ہاتھی نے نہیں کھایا! مہاوت اسے لالچ نہ دے سکا!

کتے کے کھانے کے بعد ہی ہاتھی نے کھانا شروع کیا۔

کھانا ختم ہوا تو دونوں دوست اکٹھے کھیلے۔

ایک جاتک کہانی



© Katha Jharna 2008

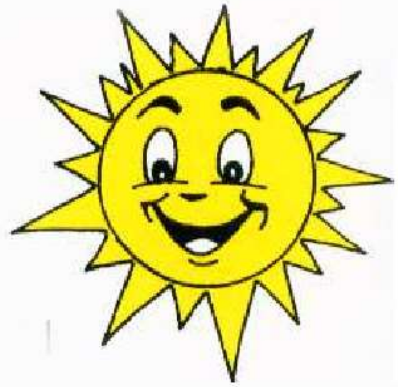
P. Saraswati, V. Vijayakanthi, L. S. Saraswathi, S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

نو؟ یا دس؟

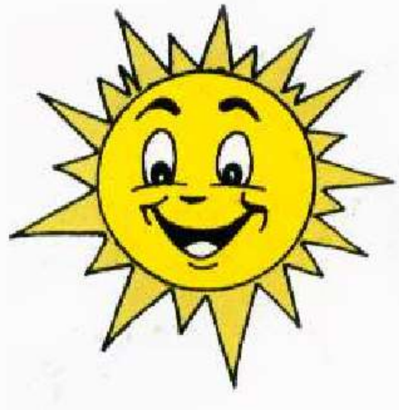


ایک بار ایک تاجر اپنے دس اونٹوں کے ساتھ صحرائی سفر پر نکلا۔ وہ رہنما اونٹ پر سوار ہوا اور دوسرے پیچھے پیچھے ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے حیرت سے پوچھا کیا سب اونٹ میرے پیچھے آ رہے ہیں؟ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور شمار کیا : "ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو.... اوہ، نہیں! ایک اونٹ غائب ہے! "

تاجر نیچے کود پڑا اور چاروں طرف تلاش کرنے لگا۔



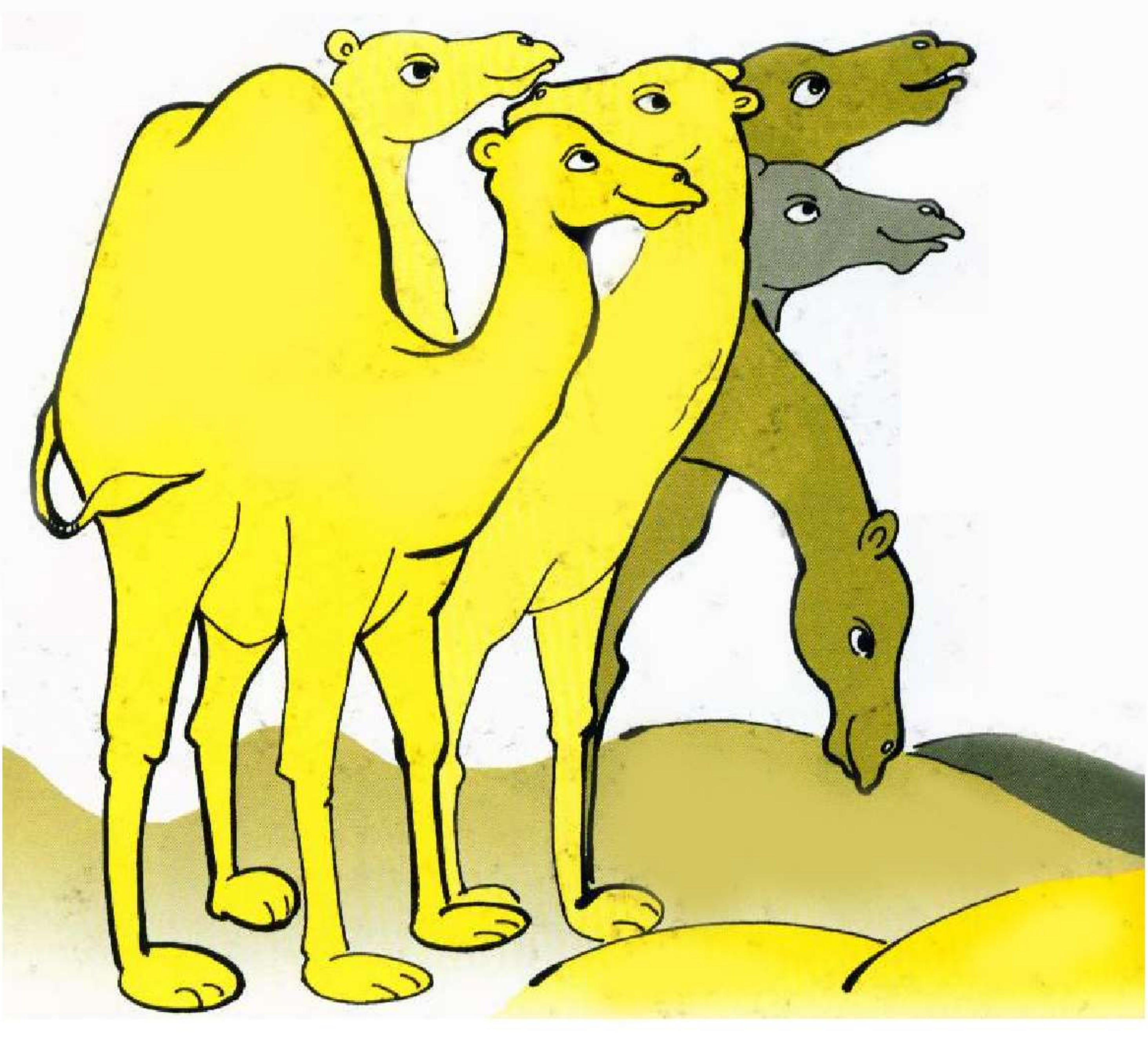


لیکن اسے اپنے گم شدہ اونٹ کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ "شاید میں نے غلطی کی ہے" ، اس نے سوچا۔ مجھے دوبارہ گننے دو: " ایک، دو، تین، چار...."

اس بار تمام دس اونٹ وہاں تھے!

اتمنان ہوا! تاجر واپس اوپر چڑھ گیا اور قافلے کو آگے لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دوبارہ گننے کے لیئے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

اوہ، نہیں ایک بار پھر صرف نو اونٹ تھے!



تاجر الجھن میں ہوگیا۔ اونٹوں کی تعداد کیوں بدلتی رہی؟ وہ پھر نیچے اترا اور چاروں طرف تلاش کیا۔ لیکن اسے گمشدہ اونٹ نہ مل سکا۔ وہ تھک ہار کر قافلے کی طرف لوٹ گیا۔

پھر اس نے سوچا، "کیا میں نے غلطی کی؟ مجھے دوبارہ گننے دو: ایک، دو، تین، چار...."
حیرت! سبھی دس اونٹ محفوظ تھے! "اوہ!" وہ چلایا، " اس شدید گرمی سے میرا سر چکرا رہا ہے"

وہ اکتا کر سربراہی اونٹ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ دھیرے دھیرے اس نے قافلے کا رخ مزید صحرا کی طرف کرلیا۔ لیکن اب اس کا دماغ سکون نہیں پا رہا تھا۔

"مجھے انہیں ایک آخری بار گننا چاہیئے!" اس نے سوچا.
وہ مڑا اور وہاں صرف نو تھے۔





" ایک اونٹ کیوں غائب ہو رہا ہے ؟"   اس نے صحرا کی ہوا سے پوچھا۔
لیکن کوئی جواب نہیں آیا!

تاجر رک گیا۔ وہ اونٹوں کی قطار کو گنتے ہوئے نیچے کی طرف چلا آیا، "ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو، دس"۔ وہ واپس قطار میں اوپر کی طرف آیا: "ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو، دس"۔

مطمئن ہو کر اس نے اعلان کیا: "جب بھی میں سواری کرتا ہوں تو ایک اونٹ کھو جاتا ہے۔ لیکن جب میں چلتا ہوں تو سبھی دس محفوظ رہتے ہیں۔ اس لیے اب میں سواری نہیں کروں گا"۔ اس نے اونٹوں کی طرف منہ کیا۔ "اب سے، میں آپ کے ساتھ چلوں گا! "

اور تاجر چلچلاتی دھوپ میں صحرا کے پار پیدل چلتے ہوئے قافلے کی قیادت کرنے لگا۔



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati   V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi   S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist S. P. Raju

جادوئی پینسل

ایک بار ایک ہوشیار لڑکا ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔ ہر کوئی اسے "آرٹی" کہتا تھا کیونکہ اسے ڈرائنگ کا بہت شوق تھا۔

آرٹی نے تصویریں بنایا اور بناتا گیا۔ اس نے زمین پر تصویریں بنانے کے لیئے پتھروں اور لاٹھیوں کو تیز کیا۔ گاؤں کے آس پاس کی تمام گلیاں آرٹی کی ڈرائنگ سے بھری ہوئی تھیں!

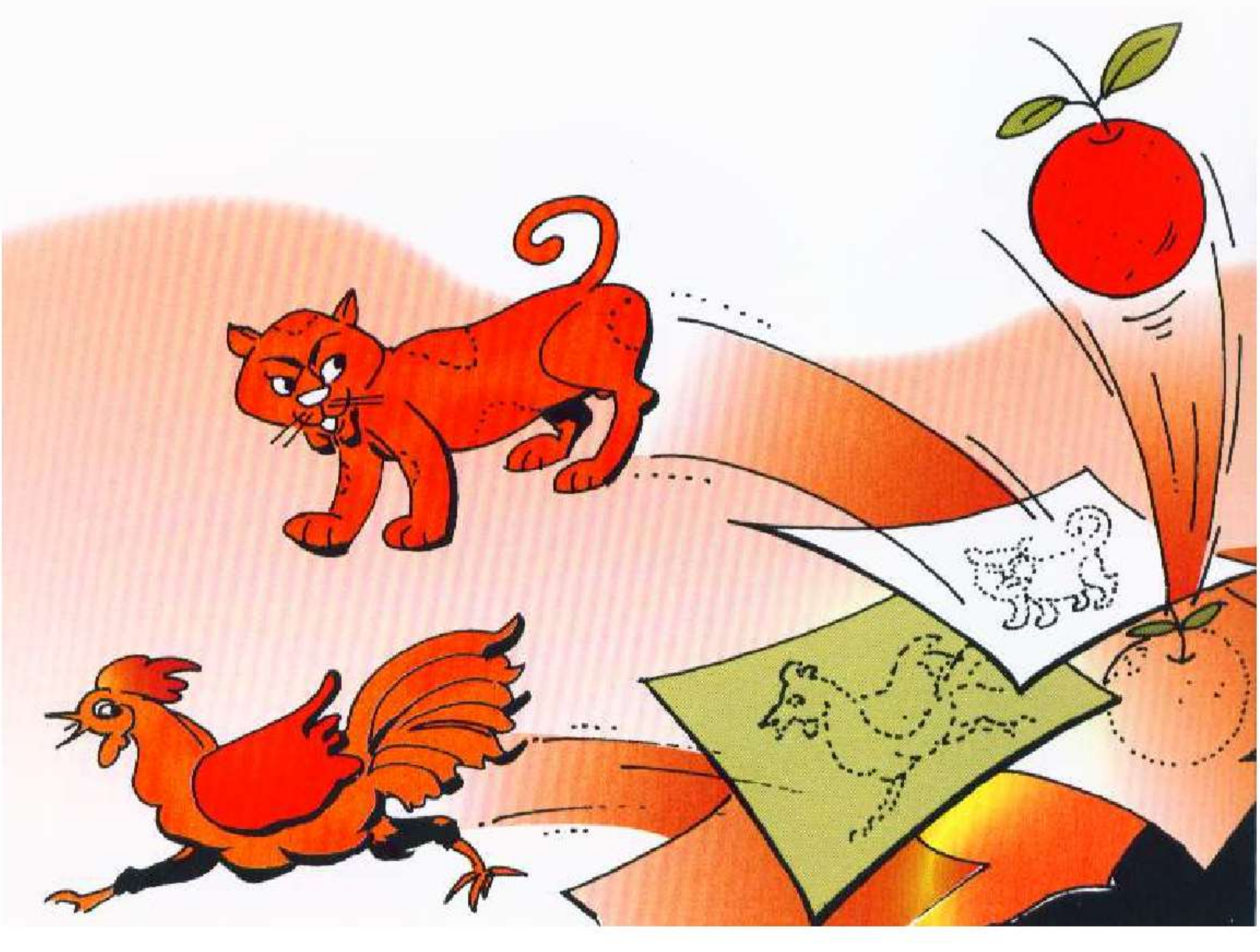
ایک دن آرٹی نے اپنے آپ سے سوچا، "اگر میرے پاس پنسل ہوتی تو میں کتنی خوبصورت تصویریں کھینچتا!" اچانک اس کے سامنے ایک بوڑھا آدمی نمودار ہوا۔ بوڑھے نے آرٹی کو ایک پنسل دے دی۔



" براہ کرم اپنی تصویریں صرف غریبوں کو دیں، " اس نے کہا اور غائب ہو گیا۔

آرٹی بہت خوش تھا۔ اس نے جلدی سے ایک مرغی کی تصویر بنائی۔ حیرت ہوا! تصویر ایک حقیقی مرغی میں بدل گئی! اس نے ایک بلّی کی تصویر بنائی۔ ایک حقیقی بلی میں بدل گئی! اچانک آرٹی سمجھ گیا۔ اس کی نئی پنسل ایک جادوئی پنسل تھی!

آرٹی نے ایک گیند کی تصویر بنائی، جو صفحہ سے باہر نکل گئی۔ اس نے گیند کچھ بچوں کو دی جو آس پاس رہتے تھے۔ اس نے ایک نوٹ بک، ایک ٹاپ، ایک قمیض، ایک پھول اور ایک پھل کی تصویریں بنائی۔ وہ سب حقیقی بن گئے۔ اس نے انہیں بچوں کو دیا۔



اب آرٹی نے کبھی آرام نہیں کیا، ایک منٹ کے لیئے بھی نہیں! جب تک روشنی نظر آتی، وہ تصویریں بناتا۔ جب غریب لوگ اس کے پاس آئے اور جو کچھ مانگا اسے آرٹی نے بنا کر دیا۔ اور اس نے ڈرائنگ بنانا کبھی نہیں روکا!

جلد ہی بادشاہ نے جادوئی پنسل کے بارے میں سنا۔ اس نے آرٹی کو بلوا بھیجا اور حکم دیا کہ میرے لیے سونے کے سکوں سے بھرا درخت کی تصویر بناؤ۔ لیکن آرٹی نے انکار کرتے ہوئے کہا، "اے بادشاہ! میں آپ کے لیئے درخت کی تصویر نہیں بنا سکتا، کیونکہ میں صرف غریبوں کے لیئے بناتا ہوں"

بادشاہ کو غصہ آیا۔ "اسے بند کرو!" اس نے حکم دیا۔



آرتی کو جیل کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا۔ لیکن کیا وہ خاموشی سے وہاں بیٹھا رہا؟ نہیں!
اس نے اپنی جادوئی پنسل نکالی اور ایک چابی کی تصویر کھینچی۔

دیکھو! اس نے سیل کا دروازہ کھولا ہے! اب وہ چلا جا رہا ہے، آزاد!

ملائیشیا کی کہانی



© Katha Jharna 2008

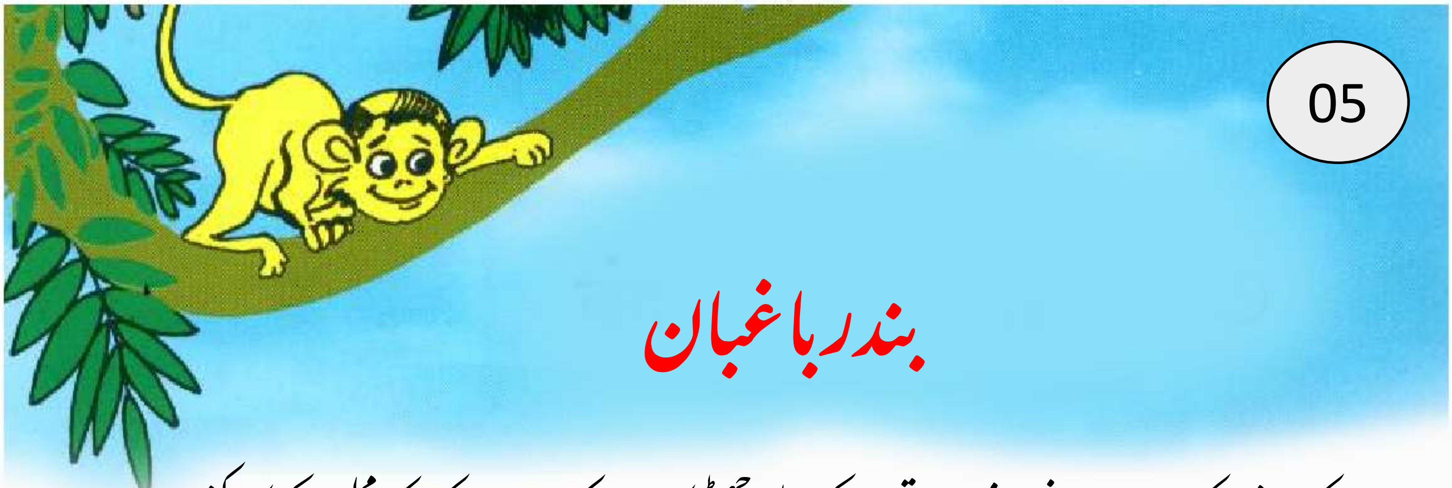
Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist S. P. Raju

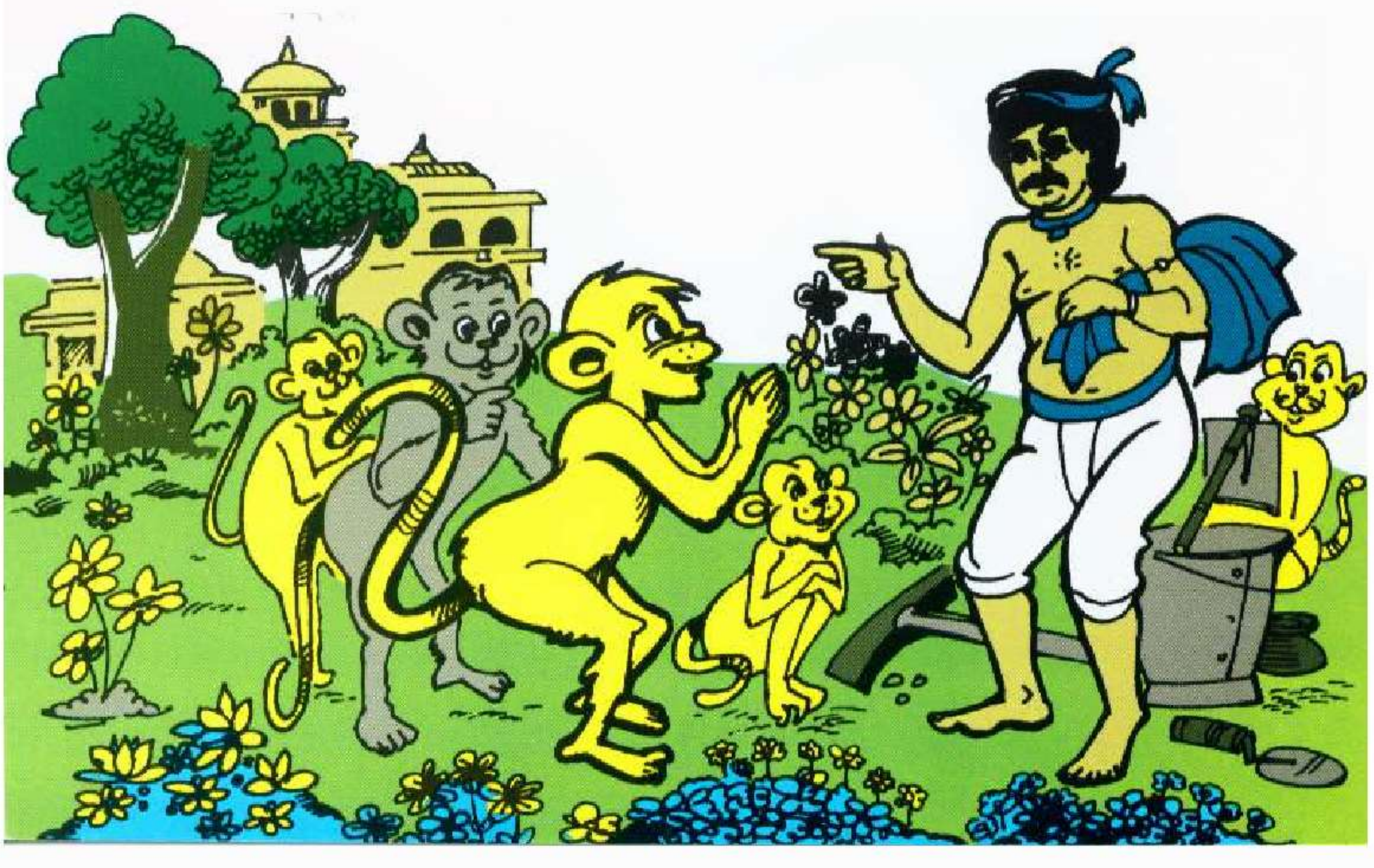


بندر باغبان

ایک دفعہ ایک بادشاہ نے اپنی تمام قوم کے لیے چھٹی کا اعلان کیا۔ یہاں تک کہ محل کے کارکنوں کو بھی چھٹی دے دی گئی۔ وہ سب اپنے اپنے کام ختم کرنے، تحائف خریدنے اور اپنے بیگ پیک کرنے کے لیے دوڑ پڑے۔ جلد ہی سٹاف کوارٹرز خالی ہو گئے۔

صرف محل کا باغبان ہچکچا رہا تھا۔ ''اگر میں چلا گیا تو،'' اس نے سوچا، ''تمام پودے سوکھ جائیں گے۔'' پھر بھی وہ اپنے خاندان سے ملنے کی خواہش رکھتا تھا! ہمم... شاید کوئی حل تھا۔۔

بادشاہ کے باغ میں بندروں کا ایک دستہ رہتا تھا۔ باغبان فوج کے سربراہ کے پاس گیا اور کہا۔



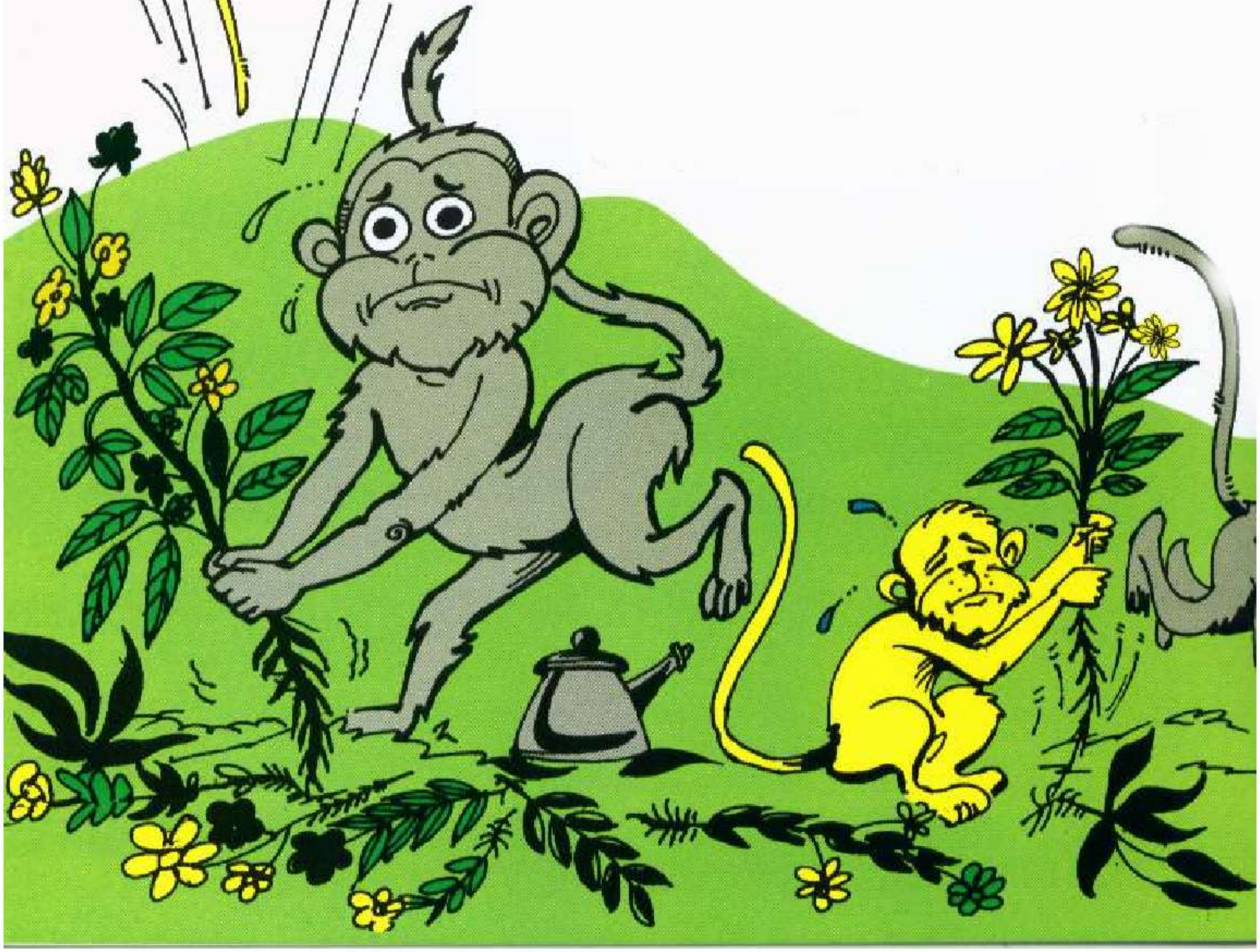


" تم سب باغ میں بے تکلفی سے لطف اندوز ہو رہے ہو، تم درختوں کے درمیان جھومتے ہو، لذیذ پھل کھاتے ہو، کھیلتے ہو اور اپنی مرضی سے ادھر ادھر کودتے ہو، اب کیا تم میرے لیے کچھ کرو گے؟"

خوشی سے!" چیف بندر نے کہا۔ "

" میں اپنے خاندان سے ملنے جا رہا ہوں، " باغبان نے کہا۔ "براہ کرم جب میں چلا جاؤں تو پودوں کو پانی دیں۔ "

سارے بندر چاروں طرف جمع ہو چکے تھے۔ "اوہ! ہاں!" انہوں نے کہا۔ "ہم یہ کر سکتے ہیں!"





باغبان نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مزید کہا، "دیکھیں کہ پودوں کو کافی پانی ملے : نہ بہت کم، اور نہ بہت زیادہ۔" بندروں نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا تو وہ خوش دل ہو کر اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔

اس شام، بندروں نے پانی کے ڈبے اکٹھے کیے اور پودوں کو پانی دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ "اس بات کو یقینی بنائیں کہ ہر پودے کو کافی پانی ملے"، چیف بندر نے انہیں یاد دلایا۔

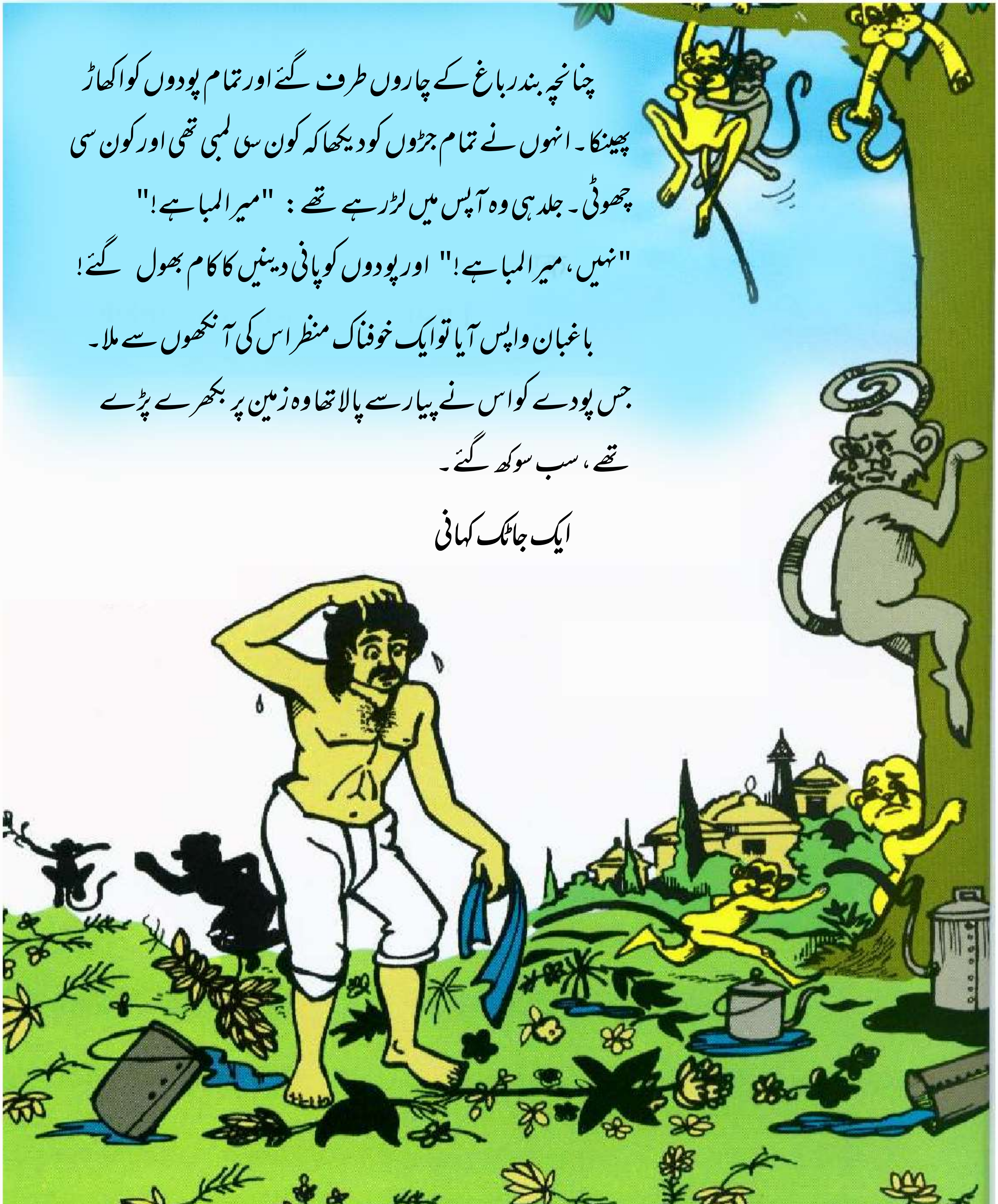
" لیکن کتنا پانی کافی ہے ؟" ایک چھوٹے بندر نے پوچھا۔

سردار بندر نے کچھ دیر سوچا۔ پھر فرمایا ہر ایک پودے کو نکالو اور اس کی جڑوں کو دیکھو۔ لمبی جڑوں والے پودوں کو پانی زیادہ اور چھوٹی جڑوں والے پودوں کو کم پانی دو۔

چنانچہ بندر باغ کے چاروں طرف گئے اور تمام پودوں کو اکھاڑ پھینکا۔ انہوں نے تمام جڑوں کو دیکھا کہ کون سی لمبی تھی اور کون سی چھوٹی۔ جلد ہی وہ آپس میں لڑ رہے تھے : "میرا لمبا ہے!" "نہیں، میرا لمبا ہے!" اور پودوں کو پانی دینیں کا کام بھول گئے!

باغبان واپس آیا تو ایک خوفناک منظر اس کی آنکھوں سے ملا۔ جس پودے کو اس نے پیار سے پالا تھا وہ زمین پر بکھرے پڑے تھے، سب سوکھ گئے۔

ایک جاٹک کہانی



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist S. P. Raju

06

آدھا آپ کے لیے اور آدھا میرے لیے

ایک بار ایک کسان جنگل کے قریب ایک خالی کھیت کا مالک تھا۔ اس نے کھیت میں مونگ پھلی بونے کا فیصلہ کیا۔ مٹی تیار کرنے کے بعد، اس نے مونگ پھلی کے بیج کو بویا، پانی ڈالا اور گھاس پات نکالی، اور فصل کے پکنے کا انتظار کیا۔

اور یہ سب کون دیکھ رہا تھا؟ ایک ریچھ!

ایک دن ریچھ کسان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔





اے کسان!"

میں تمہیں کھانے جارہاہوں!" اوراس نے

مارنے کے لیے اپنا پنجا اٹھایا!

کسان خوف سے کانپنے لگا۔ لیکن اس نے

جلدی سے سوچا اور جواب دیا، "اے ریچھ! جناب!

براہ کرم مجھے مت کھائیں! جب میری مونگ پھلی کی

فصل تیار ہوجائے گی، تو میں اسے آپ کے ساتھ

برابر میں بانٹوں گا۔"

ریچھ نے اپنا پنجا نیچے کیا۔ "سمجھائیں!" وہ غرایا۔

" میں ہر پودے کی جڑ کا حصہ لوں گا اور آپ اوپر کا حصہ رکھ سکتے ہیں،" کسان نے کہا۔

شکر ہے! ریچھ فصل کا انتظار کرنے پر راضی ہوگیا۔ وہ واپس جنگل میں چلا گیا۔

اس سارے موسم میں کسان نے بہت محنت کی۔ اس کے کھیت سر سبز و شاداب ہو گئے۔ فصل شاندار تھی۔

اب ریچھ اپنا حصہ لینے آیا۔ وعدے کے مطابق کسان نے اسے پودوں کا اوپری حصہ دے دیا۔

پھر اس نے مونگ پھلی کو اپنی گاڑی میں لاد لیا۔ لیکن جب وہ جا رہا تھا، ریچھ نے گرج کر کہا، "رک جاؤ! مجھے کچھ جڑیں دو، میں ان کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں۔"

کسان کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس نے ریچھ کو کچھ مونگ پھلیاں دیں۔

ریچھ نے مونگ پھلی چبا کر بولا، "ان جڑوں کا ذائقہ اچھا ہے، لیکن تم نے جو پتے اور تنا مجھے دیا ہے ان میں کوئی ذائقہ نہیں ہے۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا!" اس نے اپنا پنجہ اٹھایا۔

"جناب ریچھ صاحب!" کسان نے جلدی سے کہا۔ "براہ کرم ناراض نہ ہوں! میں ایک اور فصل اگاؤں گا۔ آپ جڑیں لے سکتے ہیں اور میں اوپری حصہ لوں گا۔" اس نے وعدہ کیا۔

شکر ہے! ریچھ انتظار کرنے پر راضی ہوا اور واپس جنگل میں چلا گیا۔

جب پودے لگانے کا موسم آیا تو کسان نے اپنے کھیت میں مکئی کی بوائی کی۔ اس نے سخت محنت کی اور مکئی بھرا ہوا اور لمبا ہو گیا۔ ریچھ نے اپنا حصہ مانگا۔ کسان نے اسے جڑیں دیں۔ اس نے مکئی کی بالیاں اپنی گاڑی پر لاد دیں اور تیزی سے چلا گیا۔



ریچھ نے جڑوں کو آزمایا۔ "اسکا ذائقہ بہت خراب ہے!" وہ غرّایا۔ " اس نے مجھے پھر سے دھوکہ دیا ہے! اگر وہ کبھی یہاں واپس آیا تو میں اسے سبق سکھاؤں گا۔ "

لیکن وہ ہوشیار کسان - کیا وہ کبھی واپس آئے گا؟



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

مکان بدلنا

ایک دفعہ ایک امیر آدمی نے ایک بڑے شہر میں اپنی ملازمت سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک دلکش بنگلہ خریدا۔ گھر بدلنے کے بعد وہ اپنے نئے برآمدے میں بیٹھ گیا تاکہ سکون اور خاموشی حاصل کر سکے۔

لیکن اگلی ہی صبح اس کا سکون ٹوٹ گیا!



امیر آدمی کے بنگلے کے بائیں طرف لوہار کی ورکشاپ تھی اور دائیں طرف بڑھئی کی ورکشاپ تھی۔

دن بھر، "ٹھائیں، ٹھائیں، جھن جھن،" لوہار کے ہتھوڑے کے لوہے کے مارنے کی آواز آئی۔

اور "ززززن ن ن ی ی ی ی، ززززن ن ن ی ی ی ی" بڑھئی کی آری کی آواز آئی۔

نہ ختم ہونے والے ہنگامہ سے امیر آدمی کے کان چبھنے لگے۔ وہ نہ آرام کر سکتا تھا نہ سو سکتا تھا۔ وہ محض دکھی تھا۔

ایک دن آیا جب وہ مزید برداشت نہ کر سکا۔ اس نے بڑھئی اور لوہار کو بلوایا۔ کچھ ہی دیر میں وہ احتراماً اس کے سامنے کھڑے تھے۔

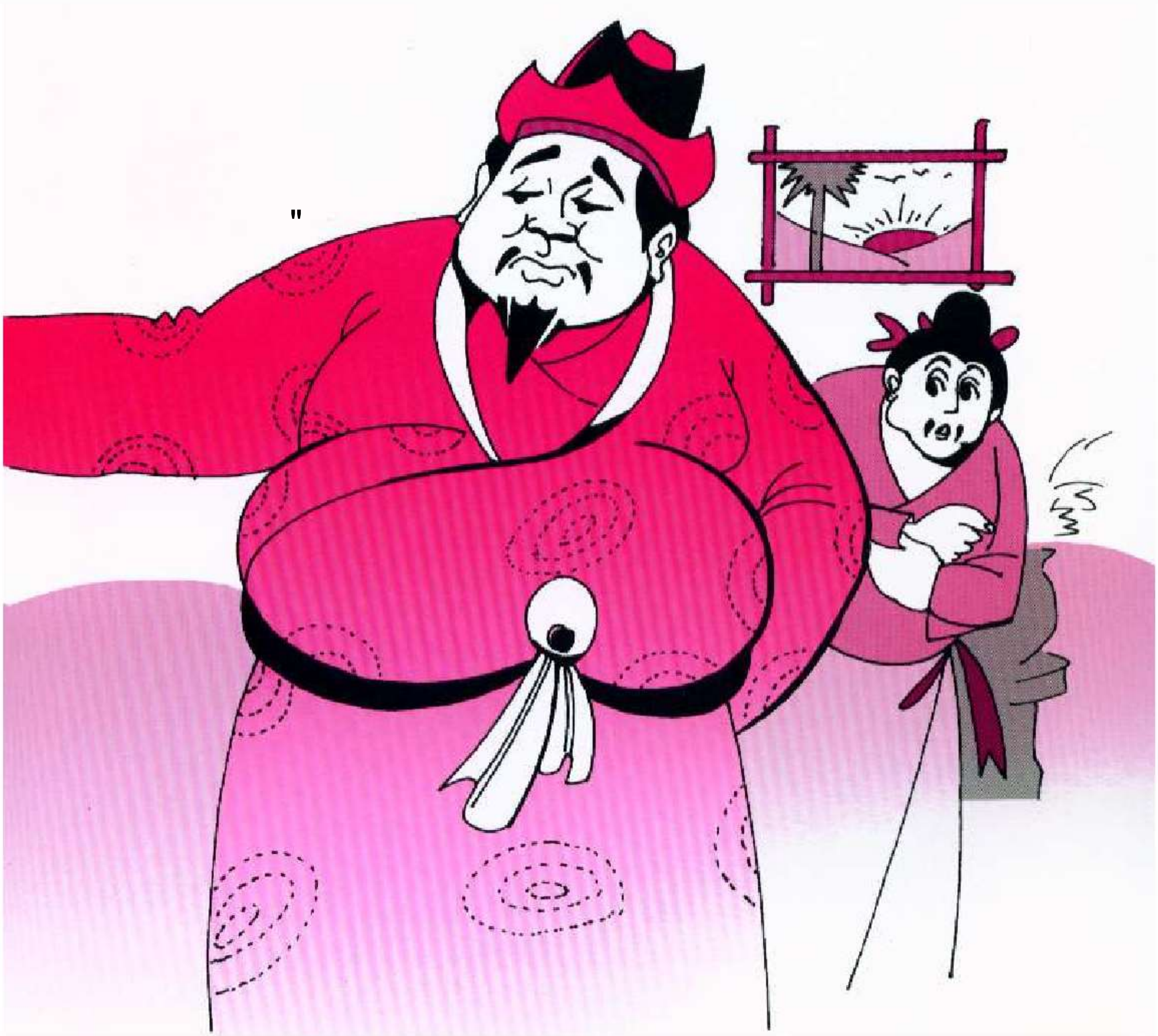


اس نے ان سے کہا کہ " تمہارے گھروں سے اتنا شور آتا ہے کہ میں آرام یا سونے سے قاصر ہوں۔ "

" ہمیں واقعی افسوس ہے، جناب، " انہوں نے جواب دیا۔ "لیکن کیا کیا جا سکتا ہے؟ ہم غریب آدمی ہیں اور کام کرنا ضروری ہیے! "

"براہ کرم اپنے گھر شفٹ کرلیں، " امیر آدمی نے کہا اور انہیں اچھی قیمت ادا کرنے کی پیشکش کی۔ دونوں کاریگر راضی ہو گئے اور خوشی خوشی چلے گئے۔

جب امیر آدمی نے انہیں اپنے اوزار اور گھریلو سامان گاڑیوں پر لادتے ہوئے دیکھا تو وہ خوش ہوا۔ "کیا راحت ہے!" اس نے سوچا. "آخر میں سو سکتا ہوں۔ " اور سیدھا بستر پر چلا گیا۔



لیکن اگلے دن وہ اسی کان کو بہرا کرنے والی آوازوں سے بیدار ہوا! کیا غلط ہو سکتا ہے ؟ اس نے اپنے نوکر کو تلاش کرنے کے لیے بھیجا۔

نوکر بھاگتا ہوا واپس آیا۔ "اوہ ماسٹر!" انھوں نے کہا. "لوہار اور بڑھئی دونوں نے اپنے گھر بدل لییئے ہیں۔ لیکن لوہار بڑھئی کے گھر میں چلا گیا ہے اور بڑھئی لوہار کے گھر چلا گیا ہے!"

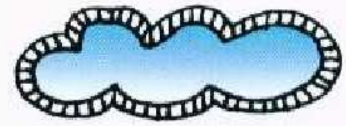
ایک کوریائی کہانی



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist S. P. Raju



کس کا پرندہ؟



یہ ایک خوشگوار صبح تھی۔ باغ پوری طرح کھل چکا تھا۔ درختوں پر پرندے چہچہاتے اور گاتے تھے۔ شہزادہ سدھارتھ پھولوں کی خوشبو سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

اچانک پرندے چیخنے لگے اور ادھر ادھر اڑنے لگے۔ "کیا ہوا ہے؟" شہزادہ حیران ہوا۔

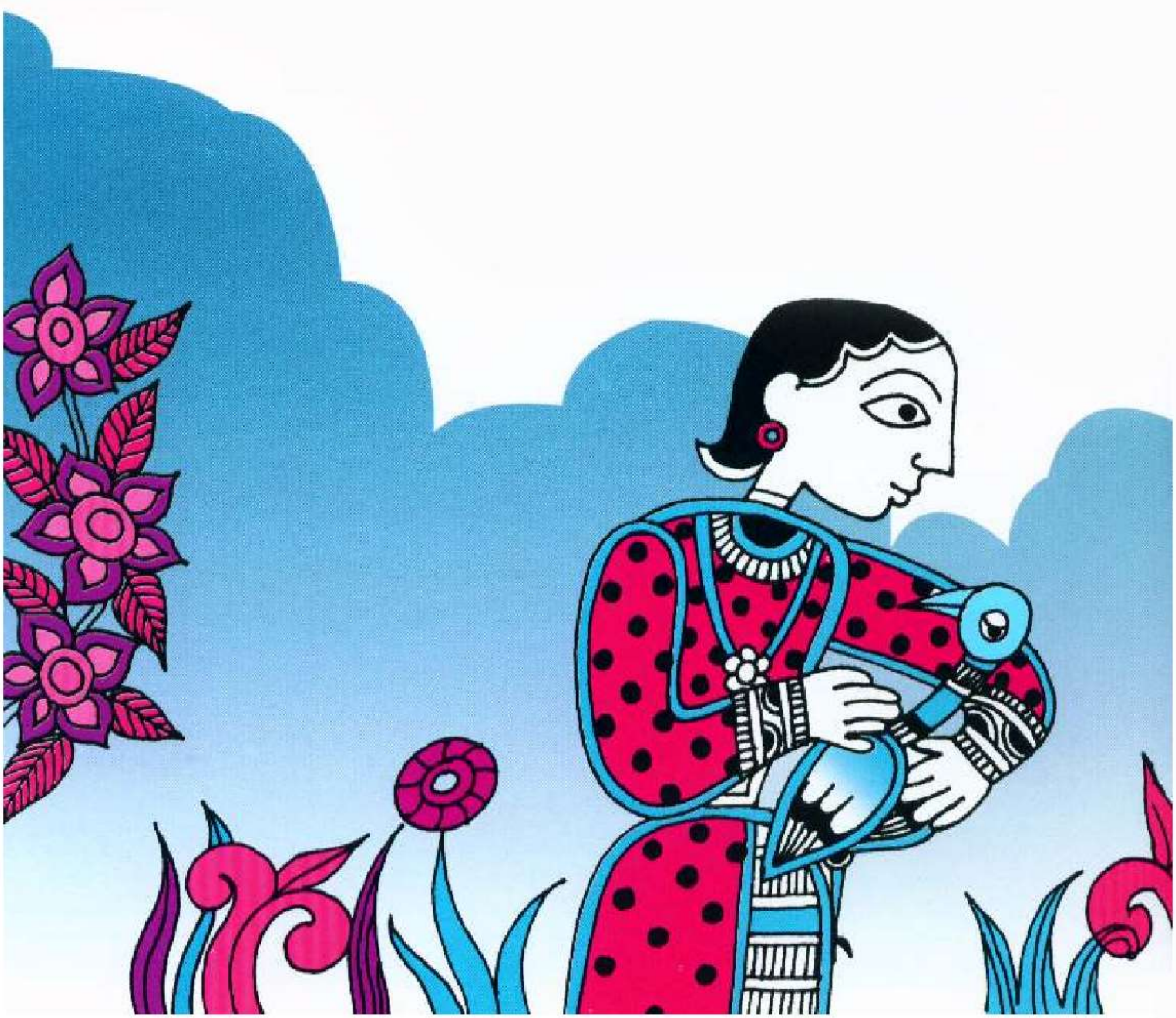


اسی لمحے آسمان سے ایک ہنس گر پڑا! وہ سدھارتھ کے قدموں کے قریب گرا۔ ایک تیر نے ہنس کے جسم میں سوراخ کر دیا تھا۔ وہ درد اور خوف سے کانپ رہا تھا!

سدھارتھ نے چڑیا کو اٹھایا۔ اس نے احتیاط سے تیر نکالا۔ اس نے زخم پر کچھ دوا لگائی۔ ہنس کو گود میں لے کر اس نے اپنی انگلیوں سے آہستہ سے سہلایا۔ ہنس مزید پر سکون ہو گیا۔ آخر کار اس نے کانپنا چھوڑ دیا۔

اچانک سدھارتھ کا بھائی دیودت بھاگتا ہوا آیا۔ اس نے سدھارتھ کی گود میں ہنس کو دیکھا اور رک گیا۔

اس نے کہا مجھے وہ پرندہ دے دو۔ "یہ میرا ہے! "



لیکن سدھارتھ نے جواب دیا، "نہیں! یہ پرندہ میرا ہے، میں نے ہی اسے بچایا ہے۔" اس نے ہنس کو اپنے سینے سے لگایا اور محل کی طرف چل دیا۔ دیودت اس کے پیچھے چل دیا۔

دونوں بھائی بادشاہ کے پاس گئے۔ "سدھارتھ مجھے میرا پرندہ نہیں دے رہا ہے" دیودت نے شکایت کی۔

سدھارتھ نے جواب دیا، "ابو، دیودت نے تیر مار کر پرندے کو زخمی کر دیا، لیکن میں نے دوا لگا کر اس کی جان بچائی۔ تو وہ پرندہ میرا ہے۔"



"میں نے اسے پہلے دیکھا!" دیودت نے کہا۔ "تو، یہ میرا ہے۔"

بادشاہ نے کچھ دیر سوچا اور کہا، "دیودت، تم نے پرندے کو مارنے کی کوشش کی، لیکن سدھارتھ نے اسے بچانے کی کوشش کی۔ جان بچانے کا عمل جان لینے کے عمل سے بڑا ہے۔ اس لیے پرندہ سدھارتھ کا ہے۔"



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

اونٹ اور لومڑی

اوہ، اونٹ! بھائی!" لومڑی نے پکارا۔ "دریا کے اس پار دیکھو! کیا آپ کو وہ تمام رسیلی ککڑیاں نظر آرہی ہیں؟ چلیں چلیں اور کچھ آزمائیں!"

"ہاں، ہم چلیں!" اونٹ نے کہا. اس نے لومڑی کو اپنی پیٹھ پر چڑھنے میں مدد کی اور پھر دریا کے اس پار نکل گیا۔

جب وہ دوسری طرف پہنچے، تو لومڑی نیچے کود پڑی۔ وہ ایک ساتھ کھیت میں داخل ہوئے اور کھیرے چکھے۔ م م م م م م م۔۔۔ مزے دار!





لومڑی نے صرف چند کھیرے کھائے تھے۔ پھر وہاں سے
بھاگنا چاہا۔ لیکن اونٹ پھر بھی کھانے میں مصروف تھا۔

لومڑی ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ "بھائی!" وہ چیخنے لگی. "کیا تم نے ابھی تک کھانا ختم نہیں کیا؟"
لیکن اونٹ نے کہا، "میرا پیٹ تو آدھا بھی نہیں بھرا! چپ رہو اور مجھے کھانے دو۔"
""میں چپ نہیں رہ سکتی! جب میرا پیٹ بھر جائے تو نہیں!" لومڑی نے کہا. "کھانے کے بعد آسمان
کی طرف دیکھنا اور چیخنا میری عادت ہے، " مجھے معاف کر دو!" اور چیخنے لگی۔ "اوووو!"



اہل علاقہ نے شور سنا۔ وہ لاٹھیاں لے کر بھاگے آئے۔ لومڑی بھاگ کر دریا کے کنارے بھاگ گئی۔ غریب اونٹ! ، وہ پھنس گیا تھا!، لوگوں نے اسے پکڑ کر بری طرح مارا۔ کسی نہ کسی طرح وہ آزاد ہوا اور لومڑی کے ساتھ شامل ہونے کے لیے بھاگا۔

" اوہ، کتنے افسوس کی بات ہے!، انہوں نے تمہیں اتنی بری طرح مارا ہے!، " لومڑی نے کہا۔

" یہ کچھ نہیں ہے" اونٹ نے جواب دیا۔ "آؤ، میری پیٹھ پر بیٹھو، چلو یہ جگہ چھوڑ دو"

جب وہ دریا کے بیچ میں پہنچے تو اونٹ اچانک کھڑا ہو گیا۔ پھر اِدھر اُدھر ہلنا شروع کر دیا۔



لومڑی چونک گئی۔ "ارے!" وہ چلایا۔ "تم ایسے کیوں ڈول رہے ہو؟ میں پانی میں گر جاؤں گی!"

"آرام کرو میرے بھائی!" اونٹ نے کہا۔ "مجھے کھانے کے بعد جھومنے کی عادت ہے۔ مجھے افسوس ہے!" اور وہ اور بھی زور سے جھومنے لگا۔ لومڑی نے پکارا، "مہربانی کر کے رک جاؤ!"



لیکن اونٹ ڈگمگاتا رہا! اور یقینی طور پر، لومڑی اونٹ کی پیٹھ سے پانی میں گر گئی۔ بیچاری لومڑی!

پنچتنتر کی ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati | V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi | S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ایک ٹہنی کا سفر



"چٹاخ! "

ایک شاخ سے خشک ٹہنی ٹوٹ گئی۔ وہ زمین پر گرگئی۔
لیکن کیا وہ پڑی رہی سکت؟ ہر گز نہیں! وہ اٹھ کر گھومنے
لگی۔



کچھ ہی دیر میں ٹہنی ایک دریا کے پاس آ گئی۔ اس میں
غوطہ لگائی اور ساتھ ساتھ تیرنے لگی۔ وہ لہروں میں کھیلی۔
یہ ایک اچھا وقت گزر رہا تھا!

سب ایک ساتھ۔ ۔ ۔ موسیقی! ٹہنی نے اوپر دیکھا
اور ایک کوئل کو شاخ پر بیٹھا دیکھا۔ وہ ایک خوبصورت نغمہ
کی سیٹی بجا رہا تھا۔



ٹہنی پانی کے کنارے پر آئی اور سننے کے لیے ٹھہر
گئی۔

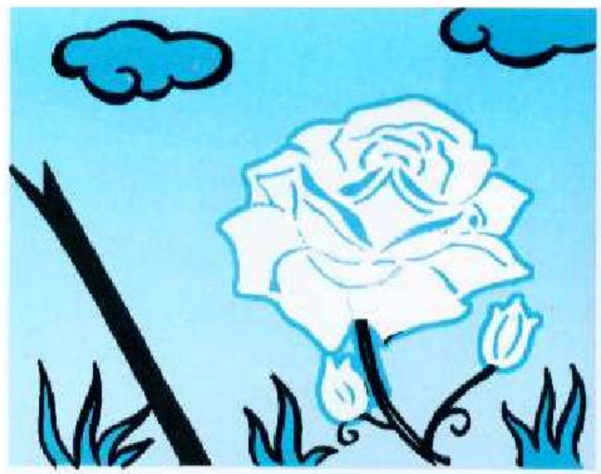
وہ کوئل کی تعریف کرنا چاہتی تھی۔ لیکن "..."، "..
ٹہنی بول نہیں سکی!

وہ اداس ہو کر پھر نکلی۔



جلد ہی وہ ٹھنی گلاب کی ایک جھاڑی ہیں آ گئی۔ وہ کہنا چاہتی تھی، "تم بہت خوبصورت ہو!" لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

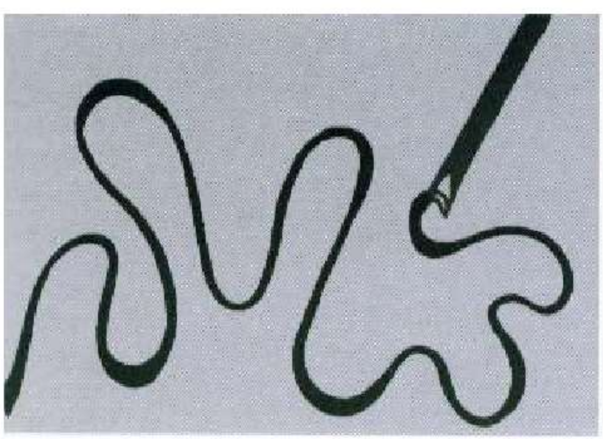
اس نے تھوڑے دور راستے پر ایک مینڈک کو نظم لکھتے دیکھا! ٹھنی ایک یا دو لائن تجویز کرنا چاہتی تھی۔ لیکن



یقینا، وہ نہیں کر سکی۔

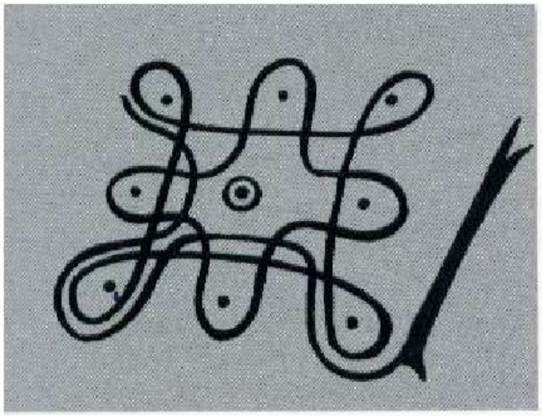
بیچاری ٹھنی! اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا جس طرف سے آئی تھی۔

آہ! یہ کیا تھا؟ ایک لکیر زمین کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے، جو براہ راست ٹھنی کی طرف جاتی ہے!

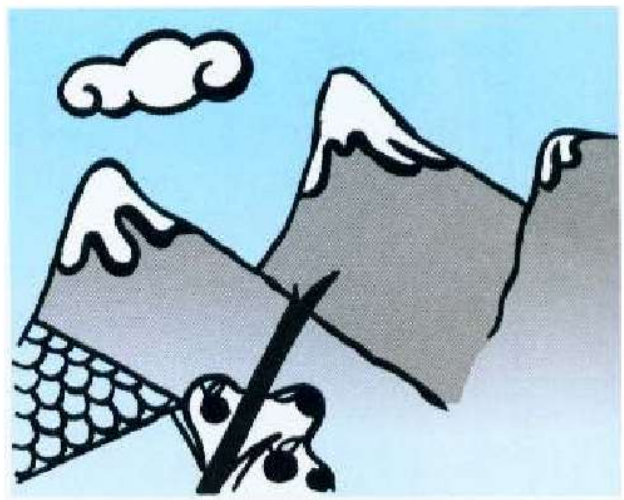


لائن کا اپنا ٹریک تھا!

ٹھنی خوشی سے اچھل پڑی۔ لکیریں کھینچنا شروع ہو گیا۔ پہلے اس نے مزید لکیریں کھینچیں۔ پھر اس نے تصویریں کھینچیں— نمایاں، خوبصورت تصویریں!



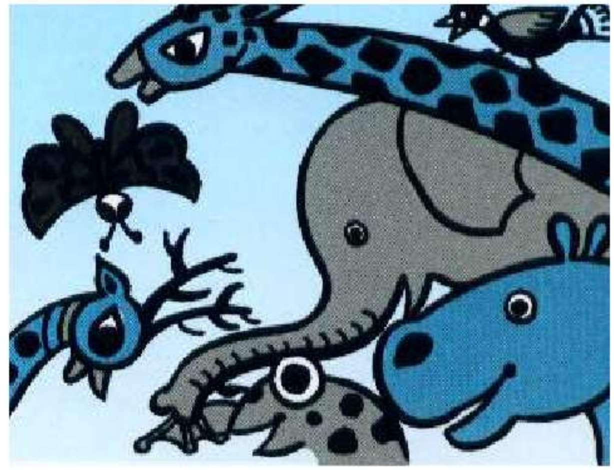
جنگل کے جانوراور پرندوں کا ہجوم چاروں طرف تھا۔ لیکن ٹھنی نے دھیان نہیں دیا۔ وہ اپنی ڈرائنگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔



جلد ہی ایک شاندار منظر نمودار رہوا۔ اس نے راستے بھر دیئے اور تمام سمتوں ہیں پھیل گئے۔ جنگل میں کبھی کسی نے ایسا نہیں دیکھا تھا! ہر کوئی ٹھنی کی تعریف کرنا چاہتا تھا۔



پرندے اپنے پر پھڑپھڑا رہے تھے اور گا رہے تھے۔
پھول کھلے اور جھوم اٹھے۔ تتلیوں نے گنگنایا۔ درخت
آہستہ سے اپنی شاخیں لہرا رہے تھے۔



لیکن ٹھنی نے انہیں نہ دیکھا نہ سنا۔ اس کا دماغ
ڈرائنگ سے بھر گیا تھا۔ وہ آگے بڑھتی گئی۔



اچانک آسمان پر اندھیرا چھا گیا۔ اوہ، نہیں! قطرہ قطرہ قطرہ
قطرہ... بارش کی ایک بوند نے تمام خوبصورت تصویروں کو دھوڈالا!
جنگل خاموشی سے اداس ہو گیا۔

لیکن ٹھنی بالکل پریشان نہیں تھی۔ یہ جب چاہے نئی تصویریں
کھینچ سکتی تھی!

اب وہ ایک پتے کے نیچے چھپ گئی اور بارش کے رکنے کا
انتظار کرنے لگی۔ وہاں! بادل پہلے ہی پھٹ رہے تھے۔۔۔

مبنی جان لیچنر کے دی کلیوراسٹک پر منحصر



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

مزید پھل نہیں!

ایک بار ایک چھوٹا بندر تربوز کے کھیت میں گھومتا ہوا پہونچ گیا۔ اس نے بڑے بڑے گول پھلوں کو خوشی سے دیکھا۔ چومپ! اس نے اپنے دانتوں کو سب سے بڑے دانت میں ڈال دیا۔

"اوہ!" چھوٹے بندر نے چیخ کر کہا، "اس کا ذائقہ بہت کڑوا ہے!"

ایک بکری دیکھ رہی تھی۔ "آپ کو تربوز کا نرم اندرونی حصہ کھانا چاہیئے، چھلکے کو نہیں،" اس نے کہا۔

چھوٹے بندر نے سخت چھلکے کو تھوک دیا۔ "میں یہ جانتا تھا!" وہ بولا. "تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں تھی!"



چھوٹا بندر کچھ دیر ادھر ادھر گھومتا رہا۔ اچانک ہوا کے جھونکے سے ایک میٹھی خوشبو آئی۔ آہ!
یہاں خربوزہ کا کھیت تھا! بندر نے ایک خربوزہ کو توڑا اور اندر کا حصہ چکھا۔
یخ!" اس نے کہا. "یہ پھل بہت لعابدار ہے! ""

ایک گدھا دیکھ رہا تھا۔ "رکو!" اس نے کہا. " خربوزہ کا
اندرونی حصہ لعابدار بیجوں سے بھرا ہوتا ہے! چھلکے
کے قریب نرم گودے کو آزمائیں۔ "
چھوٹے بندر نے لعابدار خربوزہ کے بیجوں کو تھوک دیا۔
"میں جانتا تھا یہ!" اس نے کہا. "تمہیں بتانے کی
ضرورت نہیں تھی! "





بندر گھومتا رہا۔ وہ بہت بھوکا تھا! ہمممم.... یہاں کا راستہ گرے ہوئے پھلوں سے بھرا ہوا تھا۔ بندر نے اوپر دیکھا۔ اوہ! وہ بادام کے درخت کے نیچے کھڑا تھا!

"یہ پھل چھوٹے اور نرم ہیں" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ کھانے میں اچھے ہونے چاہیئے!" اس نے درخت پر چھلانگ لگائی اور ایک بادام توڑا۔

ایک نیلی چڑیا دیکھ رہی تھی۔ "نرم اوپری گودے سے بیوقوف نہ بنو!" اس نے سیٹی بجائی۔ "سخت خول کو توڑو اور مغز کھاؤ۔"

لیکن کیا یہ چھوٹا بندر سنے گا؟ چڑیا کو نظر انداز کرتے ہوئے، اس نے بادام کو سختی سے کاٹ لیا۔ "میرا دانت ٹوٹ گیا!" وہ چلایا۔۔

اس نے قلابازی کی اور زمین سے ٹکرایا۔



چھوٹا بندر اپنا دردناک جبڑا پکڑے ادھر ادھر بھاگتا رہا۔ ایک دم سے وہ اچانک ایک لٹکی ہوئی شاخ سے ٹکرایا۔ شاخ پکے ناشپاتی سے بھری ہوئی تھی!

بندر نے ایک ناشپاتی کاٹ کر درخت کے تنے سے ٹکرادیا۔ اس نے سخت کالے بیج نکالے اور منہ میں ڈاللیئے۔

"ای ی ی ووو"! وہ چیخا، بیج تھوک دیا۔

نیلی چڑیا نے اڑکر پوچھا، "کیا ناشپاتی مزیدار تھی؟"

چھوٹے بندر نے اپنا گندا ناشپاتی پرندے پر پھینکا۔ "میرے لیے مزید پھل نہیں!" اس نے کہا۔

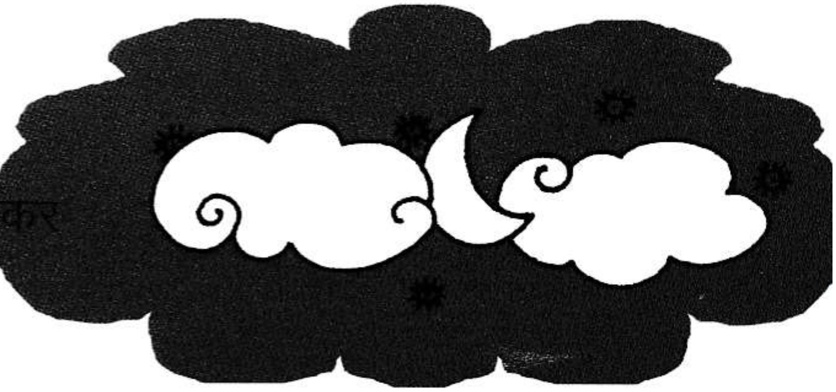
چین سے ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy



ہم کون ہیں ؟

میں آسمان کو روشن کرتا ہوں۔

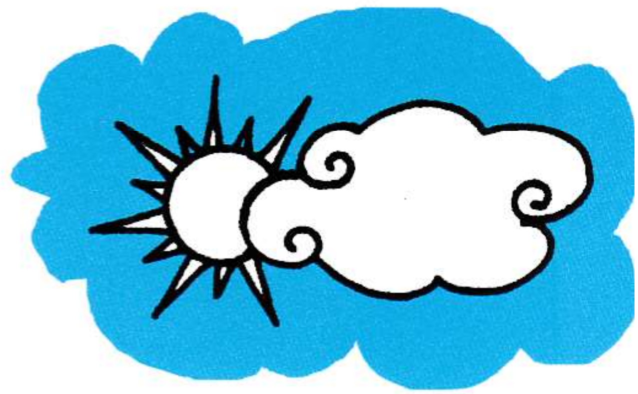
اور اپنی آنکھیں چمکائیں!

جب میں روتے ہوئے گرتا ہوں

زمین ہنسنے لگتی ہے۔

ایک جالی پر جو انسان نے نہیں بنایا

چمیلی کے پھول کھلتے ہیں۔



میں کبھی کبھی گول ہوں

اور بنیادی طور پر سفید

دن کی روشنی میں میں دھندلا جاتا ہوں۔

لیکن رات میں میں طاقتور ہوں اور میں چمکدار ہوں!

میں خاموشی سے ہوا میں اٹھتا ہوں۔

میں ہوا میں تیرتا ہوں، اونچا اور سفید اور ساکن

کبھی کبھی میں کالا ہو جاتا ہوں، اور پھر مجھے بھاری پن محسوس ہوتا ہے۔

میں گڑگڑاتا ہوں اور گرجتا ہوں اور میں واپس نیچے ڈوب جاتا ہوں۔



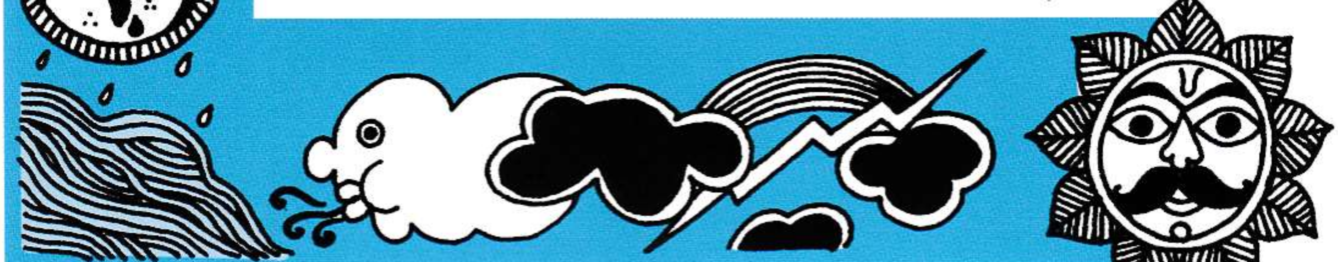
یہ رنگین کمان

پہونچ سے دور بہت اونچائی پر ہے!

زندہ چیزوں کو ہوا کی ضرورت ہوتی ہے - اور مجھے بھی!
زندہ چیزوں کو کھانے کی ضرورت ہوتی ہے - اور مجھے بھی!
زندہ چیزوں کو پانی کی ضرورت ہے - لیکن مجھے نہیں!
اگر تم مجھے پانی دوگے تو میں مر جاؤں گا!

ایک خوبصورت، چوڑی چھت ہے
میرے سر سے اونچا
لیکن جب میں قریب آتا ہوں
یہ دور ہو جاتی ہے!

اس کے بغیر بارش نہیں برسے گی۔
اس کے بغیر فصلیں اونچی نہیں ہوں گی۔
اس کے بغیر زمین کبھی نہیں سدھرے گی۔
اس کے بغیر، نیند کبھی ختم نہیں ہوتی!



گھومنا اور دوڑنا
یہ اچھلتا اور کھیلتا ہے۔
اور ایک سوراخ دیکھ کر
یہ اچھلتا ہے!

ٹانگوں کے بغیر یہ گھومتا ہے۔
ہاتھوں کے بغیر چھوتا ہے۔
جسم کے بغیر یہ کھیلتا ہے۔
زندگی کے بغیر یہ ایک جگہ میں داخل ہوتا ہے۔
اور چلا جاتا ہے۔

اوہ! اس غریب آدمی کا بستر:
کوئی بھی اسے صبح نہیں لپیٹے گا!

ہمیشہ حرکت میں رہتے ہیں، کبھی آرام نہیں کرتے
لاکھوں مصروف زندگیوں کو اپنے وسیع پیٹ میں تھامے ہوئے ہے۔
میں کسی بھی بھاری چیز کو جلدی گھونٹ لیتا ہوں۔
سوائے لکڑی کی چیزوں کے، جسے میں نہیں کھاتا۔

آگ، زمین، ہوا، پانی، آسمان، سورج، سمندر،
چاند، ستارے، بارش، بادل، رینبو، بجلی

ایک تنگ چست غلاف کی طرح
میں آپ کا ہر حصہ ڈھک لیتا ہوں۔
مجھے گرمیوں میں پسینہ آتا ہے۔
اور سردیوں میں کانپتا ہوں۔

ایک لمبی چوٹی
دونوں طرف نیچے ڈھلان

وہ بہنیں ہیں۔
وہ پڑوسی ہیں۔
وہ مل کر کام کرتے ہیں۔
لیکن وہ کبھی نہیں ملتے

میں ہر لفظ سنتا ہوں۔
لیکن جو کچھ میں نے سنا وہ کبھی نہ بتانا

میں ہر آنے والے کو خوش آمدید کہتا ہوں۔
گرمجوشی اور دوستی کے ساتھ
لیکن میں یہاں اپنے ہوادار کمرے میں رہتا ہوں۔
اور میرا گھر کبھی نہ چھوڑنا

زبان، ناک، آنکھیں، کان، جلد

© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

چوہوں کا جلوس

ایک چالاک بلی نے ایک بار چوہوں کو آسانی سے پکڑنے کا منصوبہ بنایا۔

اس نے ایک میٹنگ بلائی اور چوہوں سے کہا، "دوستو! برسوں تک میں نے تمہارا شکار کیا اور تمہارا پیچھا کیا اور تمہیں کوئی سکون نہیں دیا۔ لیکن اب ہم جنگ بندی کا مطالبہ کریں، کیا ہم مل جل کر ہم آہنگی سے رہنے کی کوشش کریں؟"

چوہے بہت حیران ہوئے۔

بلی نے بات جاری رکھی، "میں صرف اتنا پوچھتی ہوں کہ ہر صبح اور ہر شام تمہاری طرف میری ہمدردی کو تم تسلیم کرو۔ دن میں دو بار، تم سب میرے آگے چلو، جھک جاؤ اور آگے بڑھو۔ بس اتنا ہی! "

اب تمام چوہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ انہیں کچھ شک نہیں تھا!

کیا آپ بلی کے منصوبے کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ یہ ایک تخت پر بیٹھتا اور ایک ایک کر کے چوہے اس کے سامنے جھک کر گزر جاتے۔ لیکن لائن میں جو آخری چوہا ہوگا، وہ چوہا بلی کا کھانا ہوگا!



کئی دنوں تک منصوبہ آسانی سے چلتا رہا۔ زیادہ تر چوہوں کو یہ احساس نہیں تھا کہ کچھ غلط ہو رہا ہے۔
لیکن چوہوں میں دو ہوشیار دوست تھے - امبے اور رامبے۔ ان دونوں نے دیکھا کہ ہر روز کم اور کمتر چوہے قطار میں کھڑے ہوتے تھے۔ کالونی سکڑ گئی تھی!
امبے اور رامبے کو فوراً بلی پر شک ہوا۔ اپنے سروں کو جوڑ کر، وہ اپنا ایک منصوبہ لے کر آئے۔

اگلی صبح، امبے سب سے پہلے لائن میں کھڑا ہوا اور پکارا، "رامبے، تم کہاں ہو؟" رامبے آخری قطار میں کھڑا تھا۔ اس نے جواب دیا، "ہیں یہیں ہوں!

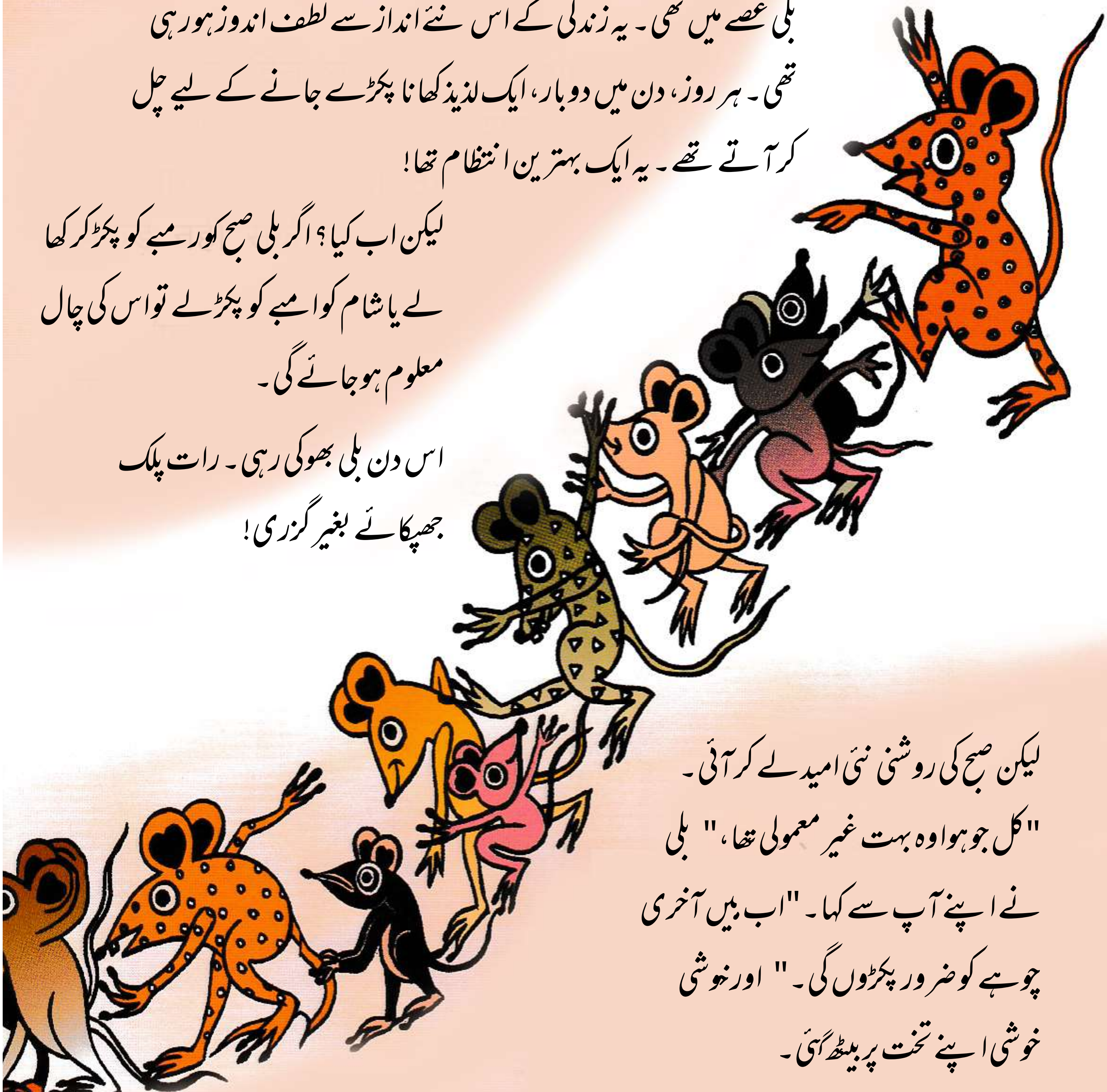


لکیر آگے بڑھنے پر وہ ایک دوسرے کا نام پکارتے رہے۔ اور انہوں نے شام کو بھی یہی کیا، سامنے رامبے اور لائن کے آخر میں امبے کے ساتھ۔۔

بلی غصے میں تھی۔ یہ زندگی کے اس نئے انداز سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ہر روز، دن میں دو بار، ایک لذیذ کھانا پکڑے جانے کے لیے چل کر آتے تھے۔ یہ ایک بہترین انتظام تھا!

لیکن اب کیا؟ اگر بلی صبح کو رمبے کو پکڑ کر کھا لے یا شام کو امبے کو پکڑ لے تو اس کی چال معلوم ہو جائے گی۔

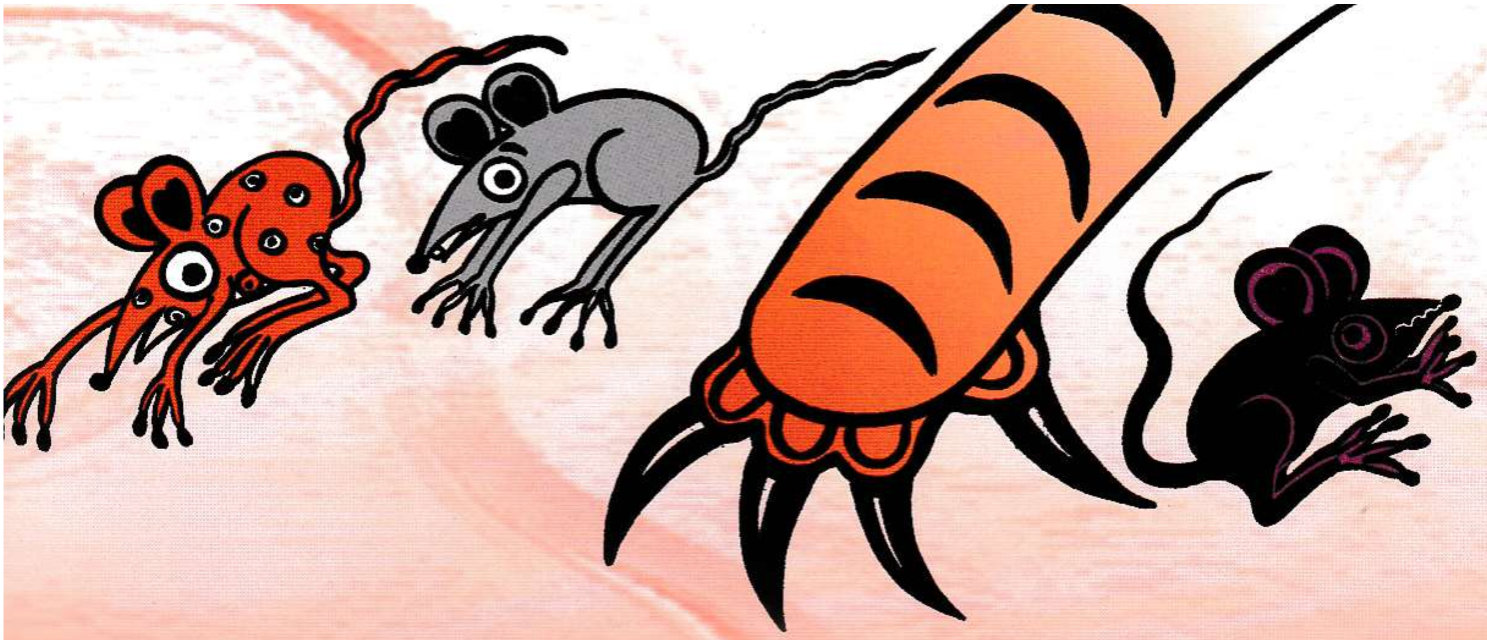
اس دن بلی بھوکی رہی۔ رات پلک جھپکائے بغیر گزری!



لیکن صبح کی روشنی نئی امید لے کر آئی۔ "کل جو ہوا وہ بہت غیر معمولی تھا،" بلی نے اپنے آپ سے کہا۔ "اب میں آخری چوہے کو ضرور پکڑوں گی۔" اور خوشی خوشی اپنے تخت پر بیٹھ گئی۔

لیکن اس صبح بھی امبے اور رمبے نے جلوس کے دوران ایک دوسرے کو پکارا۔ اور انھوں نے شام کو ایسا ہی کیا۔

بلی کے لیے ایک اور بے خوابی رات! وہ غصے سے چیخی۔ "مجھے مات کریں گے، کیا وہ؟ میں انہیں دکھاؤں گی! "



اس رات امبے اور رمبے نے اپنے تمام دوستوں کو چوکنا رہنے کو خبردار کیا۔ "اگر آپ بلی
کی آنکھوں میں کوئی تبدیلی محسوس کرتے ہیں، تو جتنی جلدی ہو سکے بھاگ جائیں۔ "

اگلے دن، جب امبے چلایا، "رامبے، تم کہاں ہو؟" بلی جھپٹی!

لیکن کیا چوہے اس کے لیے تیار نہیں تھے؟ بجلی کی رفتار سے وہ غائب ہو گئے!

تبت سے ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdui Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

خالی برتن

چھوٹا پنگ ایک شوقین باغبان تھا۔ اس نے جو کچھ لگایا وہ سر سبز و شاداب ہو گیا۔ اس کے پھول ہمیشہ شاندار کھلتے تھیے۔

اس ملک کا بادشاہ بھی باغ کا عاشق تھا۔ اس کے پھولوں کے کھیت اسکے لئے فخر اور خوشی کے با عث تھے۔ کسی اور ملک کی ہوا اتنی میٹھی نہیں تھی!

ایک دن بادشاہ نے اپنے سب سے قابل اعتماد وزیر سے کہا، "میرے لیے وارث کا انتخاب کرنے کا وقت آگیا ہے، برائے مہربانی مملکت کے بچوں کو محل میں مدعو کریں۔"

جب سب جمع ہو گئے تو بادشاہ نے ان سے شفقت سے خطاب کیا۔ "پیارے بچو،" انہوں نے کہا۔ "آج تم میں سے ہر ایک کو پھولوں کے بیج ملیں گے۔ جوان بیجوں سے سب سے خوبصورت پھول اگائے گا وہ میرا وارث ہو گا اور میرے بعد میری بادشاہی پر حکمرانی کرے گا۔"
ہر ایک بچہ بادشاہ سے بیج ملنے پر بہت جوش و خروش تھا۔



چھوٹا پنگ جلدی سے گھر پہنچا اور ایک برتن میں بادشاہ کے بیج بوئے ۔ وہ روزانہ بیجوں کو پانی دیتا اور ان کے اگنے کا بےچینی سے انتظار کرتا ۔

ایک ہفتہ گزر گیا اور کوئی پودا نہیں نکلا! پنگ نے مٹی بدل دی اور انتظار کیا۔ اس نے ایک بڑے برتن میں بیج ڈالے اور انتظار کرنے لگا۔ لیکن بیج نہیں اُگے ۔



مقررہ دن پر بادشاہی کی تمام سڑکیں نشیب و فراز سے بھری ہوئی تھیں ۔ خوشبوؤں کا ایک مسحور کن مرکب ہوا کو مہکا رہا تھا ۔



پنگ کھڑکی کے پاس بیٹھا اور بچوں کے خوش کن ہجوم کو دیکھتا رہا۔ اس کا دل ٹوٹ رہا تھا ۔

" باقی تمام بچے بادشاہ کے بیجوں سے پودے اگانے کے قابل تھے ۔ صرف میں ناکام رہا" اس نے سوچا ۔ "ہر کوئی میرے خالی برتن کو دیکھے گا اور مجھ پر ہنسے گا ۔ " اس نے محل نہ جانے کا فیصلہ کیا ۔



لیکن پنگ کے والد نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ "آپ نے اپنی پوری کوشش کی" اس نے اصرار کیا۔ "بس اتنا ہی اہم ہے! "

دریں اثنا، محل میں، بادشاہ بچوں کی قطاروں کے پاس سے گزر رہا تھا اور ان کے پودوں کا جائزہ لے رہا تھا. وہ ہر بچے کو دیکھ کر نرمی سے مسکرایا لیکن کسی پر نہیں رکا۔

جب پنگ بھاگتا ہوا آیا تو بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ تم میرے لیے خالی برتن کیوں لائے ہو؟

پنگ رونے لگا۔ اس نے کہا، "میں نے جو بیج آپ نے مجھے دئیے تھے، اچھی زمین میں بویا، میں نے انہیں ہر روز پانی پلایا، لیکن وہ نہ اگے۔ میں نے مٹی بدل دی، میں نے برتن بھی بدلا، لیکن بیج نہیں پھوٹے۔ "







بادشاہ خوش ہوا! اس نے پنگ کو دیکھا اور پھر امید مند بچوں پر مسکرایا۔ "آپ کے پھول خوبصورت ہیں!" انہوں نے کہا. "لیکن وہ بیجوں سے نہیں اگے جو میں نے تمہیں دیا تھا۔ وہ بیج ابلے ہوئے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی نہیں اُگ سکتا تھا! "

بادشاہ واپس پنگ کی طرف مڑا۔ "خالی برتن لے کر میرے پاس آنے کے لیے میں آپ کی تعریف کرتا ہوں!" انہوں نے کہا.

پھر اس نے سب کے سامنے اعلان کیا، "یہ ایماندار پنگ تمہارا اگلا بادشاہ ہوگا۔"

چین سے ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist S. P. Raju



درزی اور چاند

ایک دفعہ کسی گاؤں میں درزی کی چھوٹی سی دکان تھی ۔ وہ ایک سادہ آدمی تھا جس نے اپنے فن پر بہت محنت کی ۔ اس کے بنائے ہوئے کپڑے اپنی گرمجوشی اور خوبصورتی کے لیے مشہور تھے ۔

ایک دن درزی نے اپنی دکان جلدی بند کردی ۔ اپنا کوٹ اپنے اردگرد گھسیٹتے ہوئے وہ شام کی ٹھنڈی ہوا میں نکل گیا ۔ یک دم اسے ایک نرم آواز سنائی دی ۔

"مجھے بہت سردی لگ رہی ہے ،" آواز نے کہا ، "اور مجھے ایک طویل سفر پر جانا ہے ۔ کیا آپ میرے لیے کوٹ سلائی کریں گے ؟"



درزی نے ادھر ادھر دیکھا ۔ جہاں تک وہ دیکھ سکتا تھا ، سڑک خالی تھی ۔

"اوپر دیکھو" آواز نے کہا ۔ "میں حاضر ہوں ۔" وہ کوئی اور نہیں بلکہ ہلال کا چاند تھا !

درزی نے چاند کی طرف دیکھا ۔ یہ آسمان میں اونچا تھا اور کافی چھوٹا لگ رہا تھا ۔

"اوہ! بیچارے سردی تو سب کو جھنجھوڑ رہی ہے،" اس نے سوچا۔ لہذا، اس نے اسے ایک اچھا گرم کوٹ سلائی کرنے پر اتفاق کیا۔

اگلی صبح، درزی نے خالص ریشم کی کچھ کترن اکٹھی کیں اور ہلال کے ٹکڑے کاٹ ڈالے۔ تین دن میں اس نے کوٹ مکمل کرلیا تھا۔ یہ ڈیزائن میں سفید اور سادہ تھا لیکن موٹی اندرونی استر کے ساتھ۔۔

چاند بہت خوش تھا۔ اس نے بیتابی سے کوٹ لیا اور اسے پہننے کی کوشش کی۔ لیکن کوٹ بہت چھوٹا تھا!

"تم نے میری پیمائش نہیں کی" چاند نے ڈانٹا۔ "اس لیئے یہ کوٹ بہت چھوٹا ہے۔"

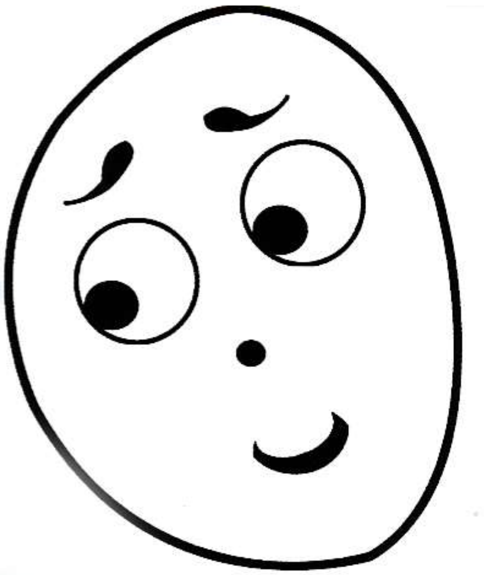
ایک عقاب نے مدد کی پیشکش کی۔ "مجھے اپنا ماپنے والا ٹیپ دو، درزی،" اس نے کہا۔ "میں چاند کی پیمائش کروں گا!"

عقاب چاند کے گرد اڑ گیا۔ اس نے واپس آکر درزی کو پیمائش سنائی۔ درزی نے ایک نیا، اچھی طرح سے فٹ ہونے والا کوٹ بنانے کا وعدہ کیا۔

یہ تہوار کا موسم درزی کے لیئے مصروف وقت تھا۔ اسے کوٹ بنانے میں پورا ایک ہفتہ لگا! اس نے اسے باریک کاتا ہوا، کریمی اون سے ٹانکا۔ پھر اس نے کالر اور آستینوں میں چاندی کے دھاگے کا کام شامل کیا۔ کوٹ واقعی خوبصورت تھا!



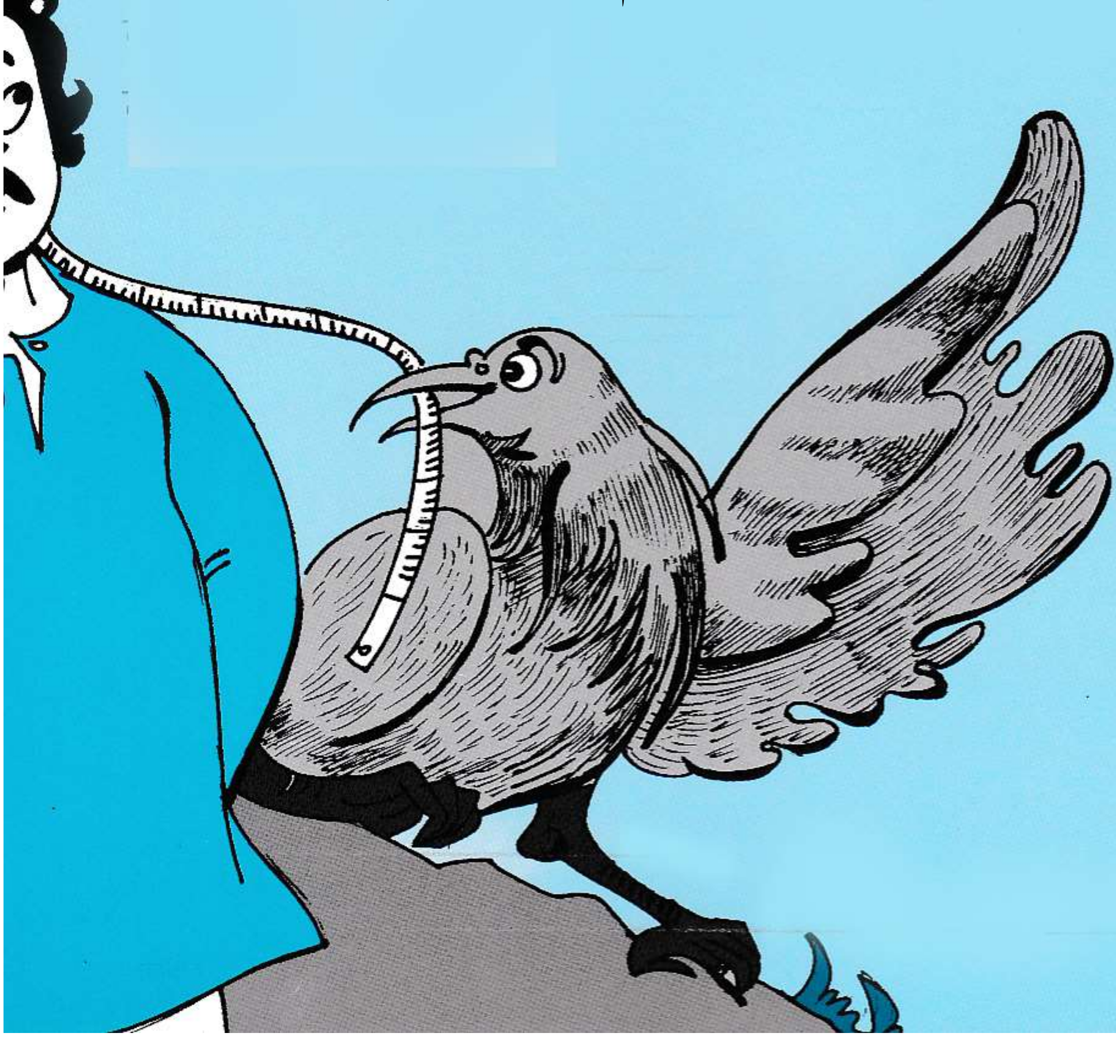
چاند نے ایک نظر نازک کڑھائی پر ڈالی اور چیخ کر بولا، "شاباش، درزی!" لیکن وہ کوٹ میں فٹ نہیں ہو سکا!

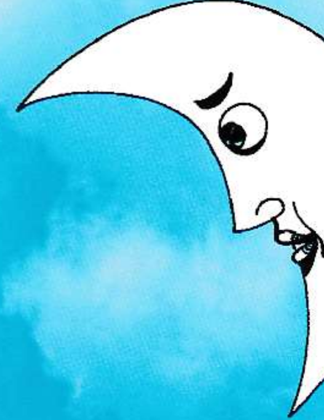


اب غصہ کرنے کی باری درزی کی تھی۔ "دیکھو تم کتنے موٹے ہو گئے ہو!" انھوں نے کہا. "یہ کوٹ آپ کو کبھی فٹ نہیں آئے گا!"

"برائے مہربانی،" چاند نے کہا۔ "صرف ایک اور بنائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ آخری ہوگا۔"

درزی مان گیا۔ "ہاں، یہ آخری ہوگا!" اور وہ یہ کہہ کر چلا گیا، "مجھے امید ہے کہ تم اب بھی موٹے نہیں ہو گے۔"





اس بار اس نے ٹکڑوں اور کپڑے کے ٹکڑے اکٹھے کیئے اور ایک بہت بڑے اوور کوٹ کی سلائی کی ۔ یہ تقریباً بالکل گول تھا، جس میں گھونگھریا لے سفید دھاگے ہر طرف خوشی سے لہرا رہے تھے ۔ چاندی کے بکسوں نے اسے بند کر رکھا تھا ۔ کوٹ شاندار تھا!

درزی نے چاند کو دے دیا ۔ لیکن کیا چاند گول تھا؟

"یہ بڑی چیز مجھے سردی سے کیسے بچائے گی؟" وہ بڑبڑایا، بنا باریک ڈیزائن کو دیکھے ہوئے ۔ کوٹ اس کے گرد ڈھیلے سے لٹکا ہوا تھا ۔

میں واقعی نہیں جانتا!" درزی بولا



اس کے بعد سے خوبصورت پورے چاند کا نظارہ، جو ہمارے دلوں کو بلند کرتا ہے، اسے کوئی خوشی نہیں دیتا ۔

"مجھے امید ہے کہ میں اس بدلے ہوئے چاند جیسا دوسرا گاہک کبھی نہیں دیکھوں گا!" وہ خود سے بڑبڑاتا ہے ۔

نروپما راگھون کی کہانی پر منحصر

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

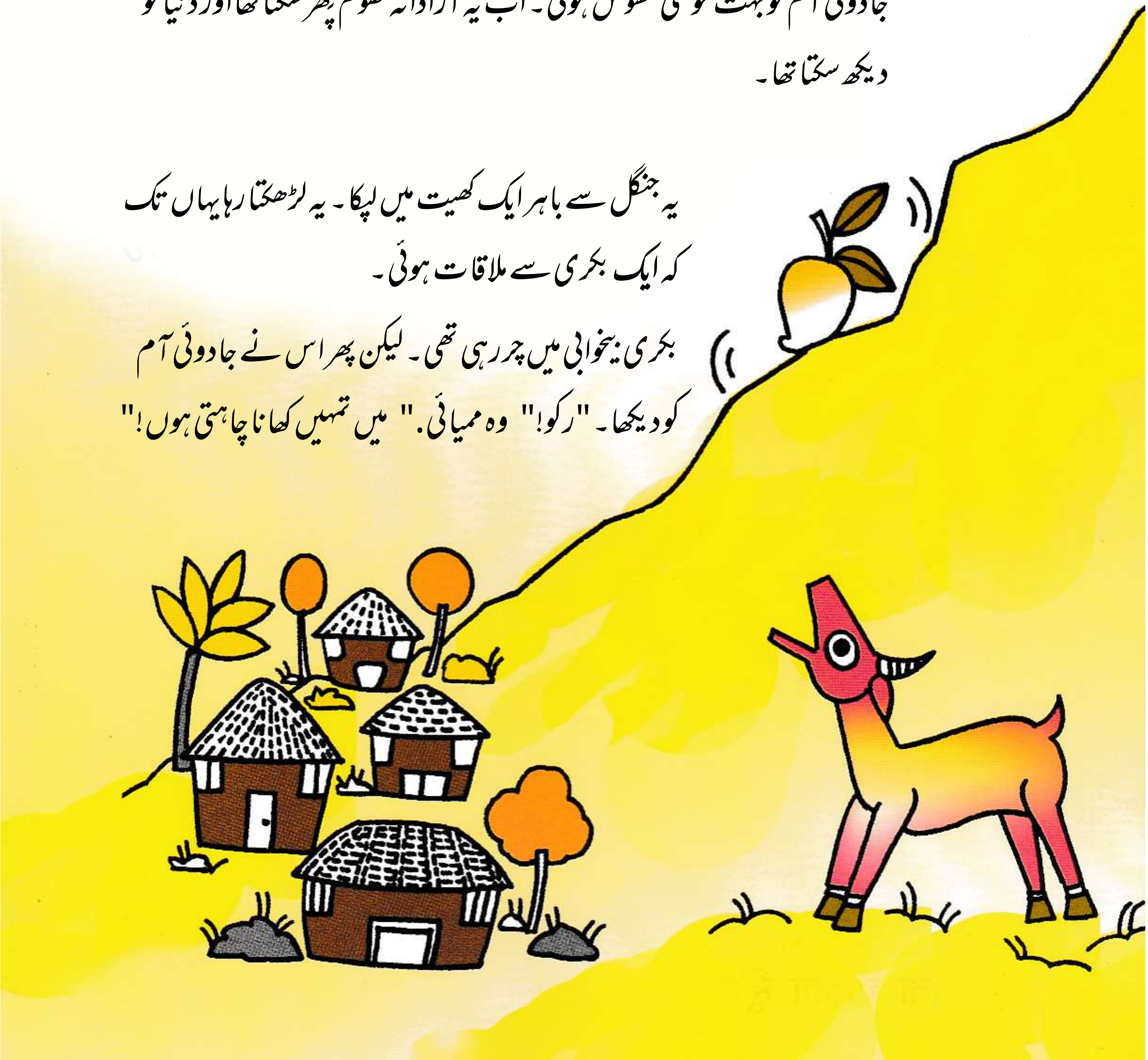
Urdu Mohammad Naseem

Artist S. P. Raju

جادوئی آم

بہت پہلے ایک جنگل میں آم کا ایک لمبا درخت اگ آیا۔ ایک دن تیز ہوا نے درخت کو ہلا کر رکھ دیا۔ ایک پکا ہوا آم زمین پر گر گیا۔ یہ کوئی عام آم نہیں تھا: یہ ایک جادوئی آم تھا!

جادوئی آم کو بہت خوشی محسوس ہوئی۔ اب یہ آزادانہ گھوم پھر سکتا تھا اور دنیا کو دیکھ سکتا تھا۔



یہ جنگل سے باہر ایک کھیت میں لپکا۔ یہ لڑھکتا رہا یہاں تک کہ ایک بکری سے ملاقات ہوئی۔

بکری بیخوابی میں چر رہی تھی۔ لیکن پھر اس نے جادوئی آم کو دیکھا۔ "رکو!" وہ ممیائی." میں تمہیں کھانا چاہتی ہوں!"

لیکن جادوئی آم ہنس پڑا۔ اس نے گایا،

میں ایک جادوئی آم ہوں۔

مجھے کوئی نہیں پکڑسکتا

میں لڑھکتا ہوں، میں گھومتا ہوں۔

میں ہوا سے تیز ہوں!

مجھے دیکھو- میں آزاد ہوں!



جادوئی آم تیزی سے لڑھکنے لگا۔ بکری پیچھے بھاگتی ہوئی آئی۔

گاؤں کا ایک لڑکا پتنگ اڑا رہا تھا۔ اس نے جادوئی آم کو ساتھ لڑھکتے دیکھا۔ "رکو!" اس نے حکم دیا. "میں تمہیں کھانا چاہتا ہوں! "

آم پھر ہنسا اور گایا

میں ایک جادوئی آم ہوں۔

مجھے کوئی نہیں پکڑ سکتا

میں لڑھکتا ہوں، میں گھومتا ہوں۔

میں ہوا سے تیز ہوں!

مجھے دیکھو- میں آزاد ہوں!

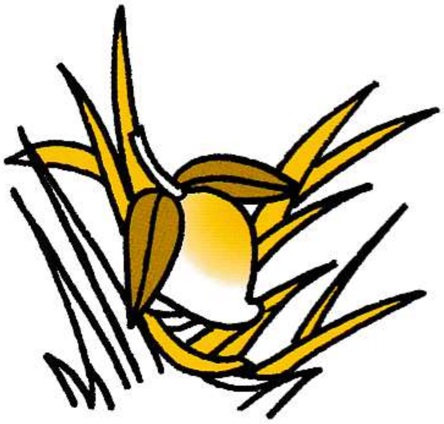
آم تیزی سے چلا گیا۔



بکری اور لڑکا قریب سے پیچھا کرنے لگے۔

ایک باغ میں چند لڑکیاں کھیل رہی تھیں۔ انھوں نے آم کو دیکھا اور پکارا، "رک جاؤ! ہم تمہیں کھانا چاہتے ہیں!" وہ بھی جادوئی آم کے پیچھے بھاگنے لگے۔

جادوئی آم نے اپنی رفتار دوگنی کر دی۔ اب یہ بچوں سے بہت آگے تھا۔ بکری بھی اس کے ساتھ رفتار نہ رکھ سکی!



آم نے گایا،

میں ایک جادوئی آم ہوں۔

مجھے کوئی نہیں پکڑ سکتا

میں لڑھکتا ہوں، میں گھومتا ہوں۔

میں ہوا سے تیز ہوں!

مجھے دیکھو- میں آزاد ہوں!

آگے آگے وہ لڑھکتا گیا۔ اور بکری، لڑکا اور لڑکیاں بھی آگئیں۔ لیکن آم ان کے لیئے بہت تیز تھا! جلد ہی اس نے انہیں بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ جادوئی آم نے کھیتوں اور، باغات اور سایہ دار جھاڑیوں کو عبور کیا، اور پھر بھی وہ لڑھکتا رہا۔

اچانک اسے شدید تھکاوٹ کا احساس ہوا۔ اس نے خود کو کچھ اونچی گھاس میں چھپا لیا اور گہری نیند میں سو گیا۔

یہ بہت دیر تک سوتا رہا- کئی مہینوں تک! ایک دن اسے اپنی جلد پر سورج کی شعاعوں کا احساس ہوا۔

ایسا محسوس ہوا کہ وہ بدل گیا ہے.... یہ پھوٹ رہا ہے....

جی ہاں! جادوئی آم ایک درخت میں بڑھ رہا تھا!

پاپوا نیو گنی کی ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

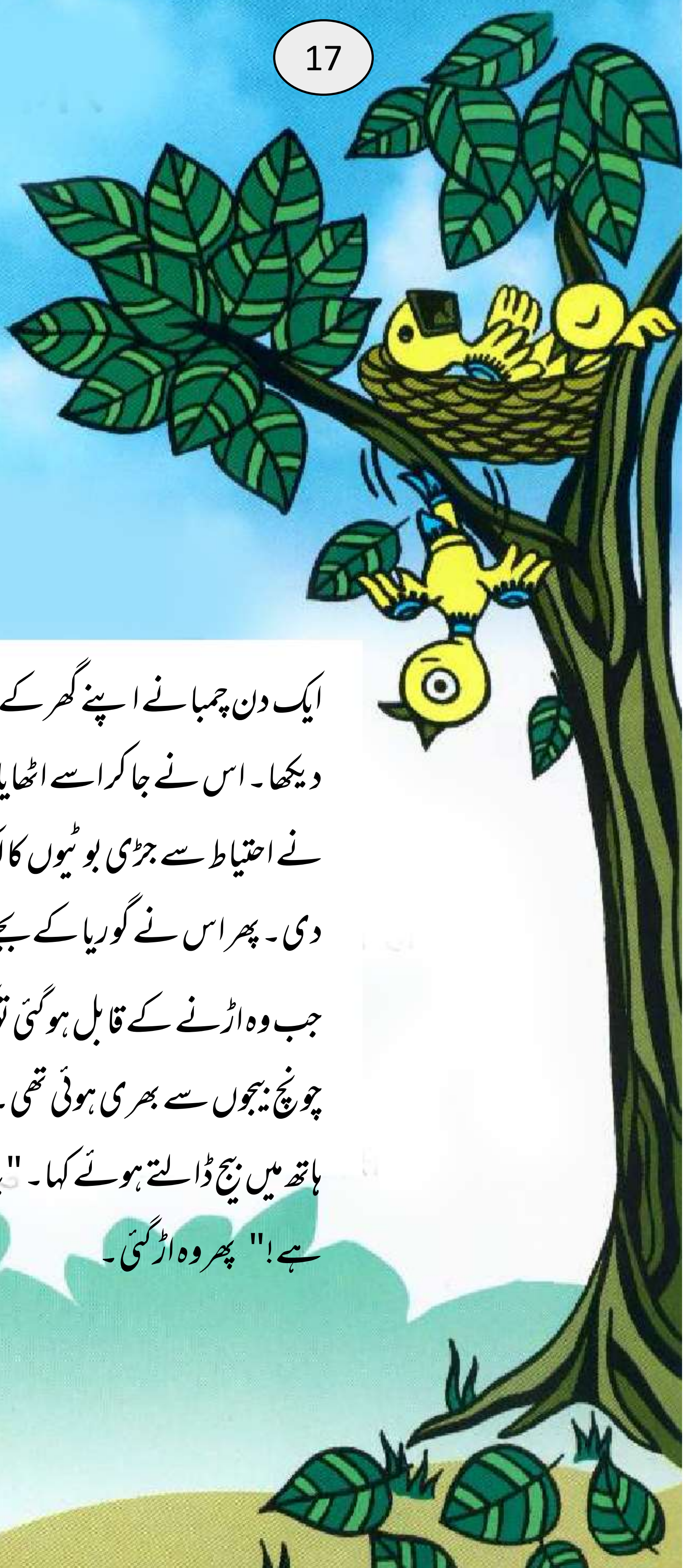
Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

چڑیا کا تحفہ

تسی رنگ اور چمبا پڑوسی تھے۔ لیکن وہ بالکل ایک جیسے نہیں تھے۔ تسی رنگ سخت دل اور دوسروں سے حسد کرنے والا تھا۔ چمبا مہربان تھا، اور وہ کسی بھی ضرورت مند کی اور اپنا ہاتھ بڑھاتا تھا۔



ایک دن چمبا نے اپنے گھر کے قریب ایک درخت سے گوریا کے بچہ کو گرتے دیکھا۔ اس نے جا کر اسے اٹھایا۔ بیچاری گوریا! اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی! چمبا نے احتیاط سے جڑی بوٹیوں کا ایک ملہم چوٹ پر رگڑ کر ٹانگ کے گرد پٹی باندھ دی۔ پھر اس نے گوریا کے بچے کو دوبارہ گھونسلے میں ڈال دیا۔

جب وہ اڑنے کے قابل ہوگئی تو گوریا آئی اور چمبا کے کندھے پر بیٹھ گئی۔ اس کی چونچ بیجوں سے بھری ہوئی تھی۔ "تم نے میری جان بچائی،" اس نے چمبا کے ہاتھ میں بیج ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ بیج لے لو اور لگاؤ۔ انتظار کرو اور دیکھو کیا ہوتا ہے!" پھر وہ اڑ گئی۔

چم بانے بیج بویا۔ جلد ہی اس کے پاس مکئی کی صحت مند فصل تھی۔ پودے لمبے اور سنہرے ہو گئے۔ ایک دن وہ باغ میں آیا اور ایک حیرت انگیز نظارہ دیکھا! گٹھلیوں کے پکنے کے بجائے ان پر قیمتی پتھر چمک رہے تھے۔ یہ ایک معجزہ تھا! چمبا نے جواہرات اٹھائے اور بازار لے گیا۔ وہ ایک امیر آدمی کے گھر آیا!

اب ہمارے چمبا نے اپنے خاندان کے لیے ایک بڑا بنگلہ بنایا اور اپنے آپ کو غریبوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ وہ بہت خوش تھا!

اس درمیان، تسی رنگ چم-با کی زندگی میں آنے والی تبدیلیوں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ "وہ آدمی اتنا امیر کیسے ہوگیا؟" اس نے تعجب کیا. وہ معلوم کرنے چلاگیا۔ چم-بانے خوشی سے گوریا کے بچے کے گھونسلے سے گرنے اور اس کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے بارے میں تسی رنگ کو بتایا۔





پھر اس نے اسے اس کے بیج کے تحفے کے بارے میں بتایا۔ اس نے بنا چھپائے ہوئے ساری کہانی سنائی۔ تسی رنگ یہ سوچ کر گھر چلا گیا، "کیوں نہ میں چمبا کی طرح امیر ہو جاؤں ؟" اس نے اپنے لییٔ کچھ قیمتی پتھر لینے کا فیصلہ کیا!

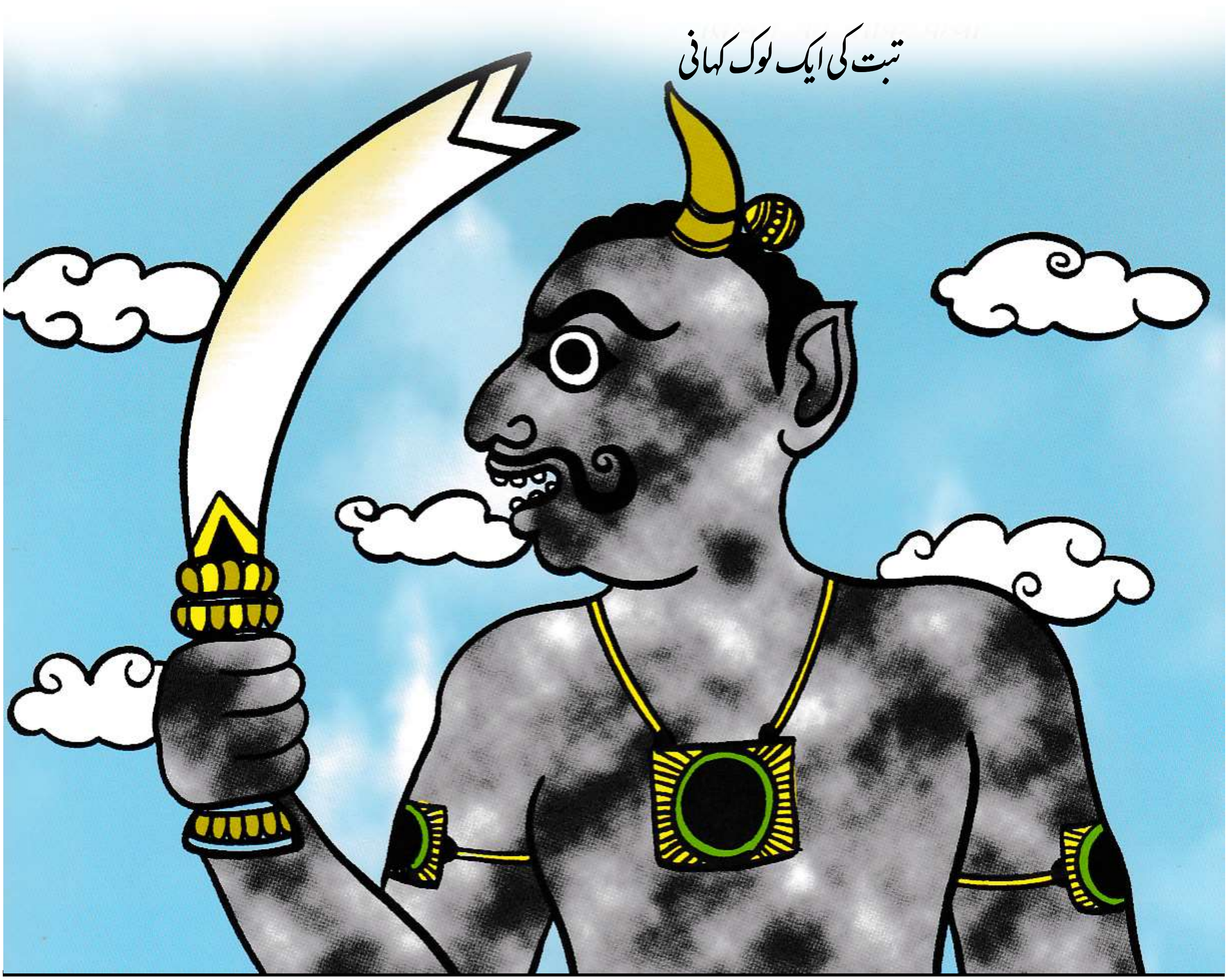
تسی رنگ نے درختوں میں دیکھا یہاں تک کہ اسے ایک گوریا کا گھونسلا مل گیا۔ اس نے گھونسلہ اس وقت تک کھینچا اور آگے بڑھایا جب تک کہ ایک گوریا کا بچہ باہر نہ گرا۔ اس نے گوریا کو اٹھایا، اس کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر کچھ ملحم لگایا اور اس پر پٹی باندھ دی۔ پھر اس نے چڑیا کو دوبارہ گھونسلے میں ڈال دیا۔

تھوڑی دیر بعد گوریا آئی اور اس کے ہاتھ میں کچھ بیج ڈال کر کہنے لگی، "ان کو لگاؤ اور دیکھو کیا ہوتا ہے! "

تسی رنگ نے بیج بویا۔ جلد ہی اس کے پاس مکئی کی فصل تھی۔ ہر روز وہ جواہرات کے لییٔ بھٹے کا معائنہ کرتا تھا۔

ایک دن وہ میدان میں آیا اور اسے خوفناک جھٹکا لگا! مکئی کی جگہ ایک ہولناک نظر آنے والا دیو اسے دیکھتا ہوا کھڑا تھا۔ اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ میں ایک بڑی تلوار تھی!

تسی رنگ جتنی تیزی سے ہو سکا اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ دیو نے اس کا پیچھا کیا۔ اس نے تسی رنگ کے تمام زیورات اور اس کی ساری نقدی چھین لی اور پھر، تیزی سے، وہ پتلی ہوا میں غائب ہو گیا!



© Katha Jharna 2008

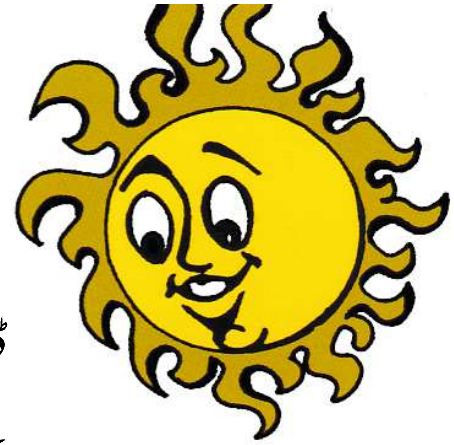
P. Saraswati, V. Vijayakanthi, L. S. Saraswathi, S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

فرض شناس ڈوفی



ڈوفی اکثر اپنی آنٹی سے ملنے جاتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ مہربان تھی، اور اس نے اسے اپنے گھر کا کام کرتے ہوئے کھیلنے دیتی تھی۔ جب دورہ ختم ہو جاتا، تو وہ ہمیشہ کچھ سامان باندھ کر اسے گھر لے جانے کے لئے دیتی۔



ایک دن، ڈوفی کی خالہ نے اسے ایک بڑا چاکلیٹ کیک دیا۔ اس نے ڈوفی سے کہا کہ اسے مضبوطی سے پکڑے اور اسے گرنے نہ دے۔ ڈوفی نے گھر واپس جاتے وقت کیک کو اپنے ہاتھوں کے درمیان مسل دیا۔ اوہ، نہیں! جب وہ وہاں پہنچا تو کیک پاؤڈر کی طرح ہو گیا تھا۔

"کیا ہم اس طرح کیک لے جاتے ہیں، ڈوفی؟" اسکی ماں نے گھورا. "آپ کو اسے پتوں سے لپیٹ کر اپنی ٹوپی کے نیچے رکھنا چاہیئے تھا۔"

ایک ہفتے بعد ڈوفی کی خالہ نے اسے مکھن کا ایک بڑا مکعب دیا۔ اس نے اسے احتیاط سے پتوں سے لپیٹ کر اپنی ٹوپی کے نیچے رکھ دیا۔ پھر وہ چلنے لگا۔



اوہ! یہ ایک گرم دن تھا! ڈوفی کے گھر پہنچنے تک اس کے چہرہ پر مکھن پھیل گیا تھا۔ مکھن اس کے قمیض پر بھی ٹپک رہا تھا! ٹپ، ٹپ، ٹپ۔ کیا گڑبڑ ہے!

ڈوفی کی ماں اسے دیکھ کر کافی چونک گئی۔ "اچھا، ڈوفی!" اس نے کہا. "یہ مکھن لے جانے کا طریقہ نہیں ہے! تمہیں پہلے اسے ٹھنڈے پانی میں ڈالنا چاہیے تھا۔"

اگلے ہفتے، ڈوفی کی خالہ نے اسے ایک پیاراسا ننھا پلّا دیا۔ ڈوفی نے اسے ٹھنڈے پانی کے برتن میں ڈال دیا۔ وہ چلّاتا رہااور گھر تک کانپتا رہا!

"تم نے کیا کیا ہے؟" ڈوفی کی ماں نے پوچھا۔ "بیچارہ پلّا ٹھنڈ سے کانپ رہا ہے! تمہیں اس کے گلے میں رسی باندھ کر ساتھ کھینچ کرلانا چاہیئے تھا۔"

اس کے اگلے دورے کے اختتام پر، ڈوفی کی پیاری آنٹی نے اسے تازہ پکی ہوئی روٹی پیک کر کے دیا۔ "میں اسے کیسے لے جاؤں؟" ڈوفی کو حیرت ہوئی۔ "اوہ، ہاں! رسی!" اوراس نے احتیاط سے ایک رسی کے ایک سرے کو روٹی کے گرد باندھا اوراسے سڑک پر اپنے پیچھے گھسیٹنے لگا!

اس کی ماں تقریباً بیہوش ہوگئی جب اس نے روٹی کو گھسیٹتے ہوئے دیکھا۔ لیکن اس باراس نے اپنے ڈوفی کو نہیں ڈانٹا۔ اس کے بجائے، اس نے اس سے کہا، "آپ کی پیاری آنٹی نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے! لیکن ہم ابھی ان سے ملنے کو روک دیں گے۔ ہم چھٹیوں کے دوران اس سے ملنے جا سکتے ہیں۔ اور ہم اس کے لیئے بہت سے شاندار تحائف لائیں گے! "



اس کے بعد حالات پر سکون ہو گئے۔ لیکن ڈوفی جیسے بیٹے کے ساتھ، خاموشی دیر تک نہیں رہتی!

ایک دن، ڈوفی کی ماں کو ایک بیمار کزن کے پاس جانا پڑا۔ گھر سے نکلتے ہی اس نے کہا، "ڈوفی، میں نے کچھ کرارا بریڈ خشک کرنے کے لیئے رکھی ہیں۔ اس لیئے احتیاط سے قدم بڑھاؤ۔ "

تھوڑی دیر بعد ڈوفی پیلے گولوں کو دیکھنے گیا۔ ماں نے کیا کہا؟ آہ، ہاں : "احتیاط سے قدم بڑھاؤ!" تو اس نے ہر ایک پر احتیاط سے قدم رکھا!

ایک یورپی کہانی پر منحصر



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist S. P. Raju

ٹونٹونی۔



ٹونٹونی، ایک درزی چڑیا، شاہی باغ میں جامن کھا رہی تھی۔ اووچ! اس کی گردن میں کانٹا پھنس گیا!

روتے اور سسکتے ہوئے، ٹونٹونی محل کے حجام کے پاس اڑ کر گئی اور اسے باہر نکالنے کو کہا۔

لیکن، "میں بادشاہ کا حجام ہوں!" انہوں نے کہا۔ "چھوٹی چڑیا، میں تمہاری مدد نہیں کروں گا! چلے جاؤ! "

ٹونٹونی اڑ کر بادشاہ کے پاس گئی۔ "ٹونٹونی بہت درد میں ہے!" اس نے کہا.
"لیکن حجام میری مدد نہیں کرے گا! پلیز اسے سزا دو!"

بادشاہ بس ہنس پڑا۔

ٹونٹونی چوہا کے پاس اڑ کر گیا اور زور سے کہا،

اے چوہے! ٹونٹونی بہت تکلیف میں ہے۔ لیکن حجام میری مدد نہیں کرے گا!
بادشاہ حجام کو سزا نہیں دے گا! جا کر بادشاہ کو کاٹو جب وہ سو رہا ہو!

لیکن چوہا بھاگ کر اپنی سرنگ میں چھپ گیا۔ ٹونٹونی بلی کے پاس گئی اور چونک کر بولی،

اے بلی! ٹونٹونی بہت تکلیف میں ہے۔

لیکن حجام میری مدد نہیں کرے گا!

بادشاہ حجام کو سزا نہیں دے گا!

چوہا بادشاہ کو نہیں کاٹے گا!

جاؤ اس گستاخ چوہے کو لے جاؤ اور اسے کھا لو!



لیکن بلی نے کہا، "ابھی نہیں! مجھے بہت نیند آرہی ہے! "

ٹونتونی نے چھڑی کی طرف اڑ کر کہا،

اے چھڑی! ٹونٹونی بہت درد میں ہے

بلی چوہے کو نہیں پکڑے گی! جاؤ اور اس سست بلی کو مارو!

لیکن، "میں بلی کو کیوں ماروں؟ بلی نے مجھے کبھی تکلیف نہیں دی!"

اسٹک نے کہا۔۔

بیچاری ٹونٹونی رو پڑی! پھر اس نے آگ کو دیکھا اور اس کے گرد دائرے

میں اڑتے ہوئے نیچے جھپٹی۔

اے آگ! ٹونٹونی بہت درد میں ہے

چھڑی بلی کو نہیں مارے گی!

جاؤ اور اس بیکار چھڑی کو جلا دو!

"میں سارا دن جلتا رہا ہوں،" آگ نے کہا۔ "اب میں تھک گیا ہوں.

معاف کیجیئے گا!"

ٹونٹونی نیچے دریا کی طرف اڑ کر پکار رہی تھی،

اے دریا! ٹونٹونی بہت تکلیف میں ہے۔

آگ لاٹھی کو نہیں جلائے گی!

اپنے کناروں کو سیلاب سے بھر دو اور اس خود غرض آگ کو بجھا دو!

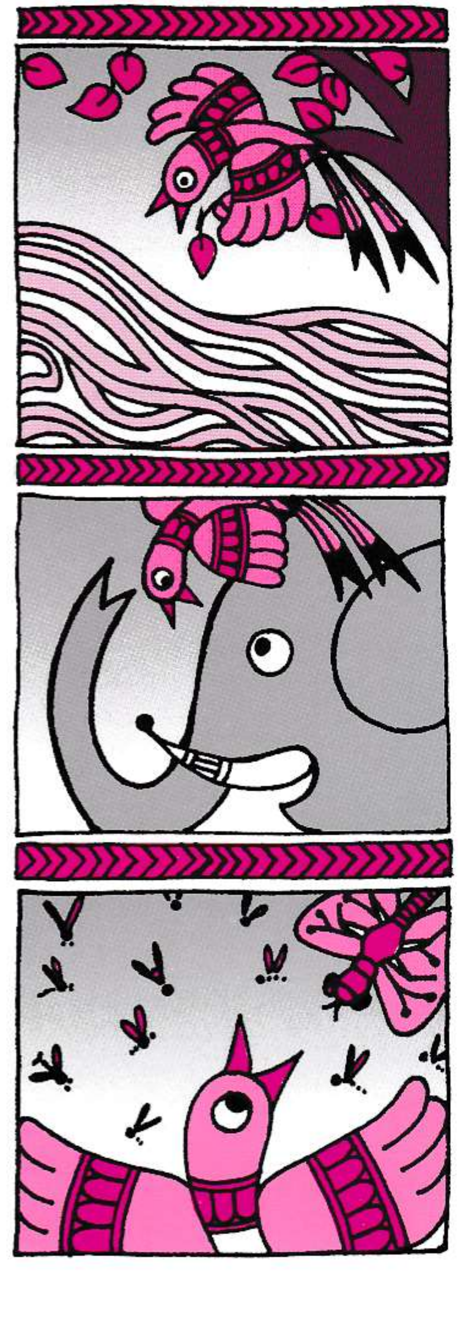
لیکن دریا خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ ٹونٹونی ہاتھی کے پاس اڑ گئی اور کہا،

اے ہاتھی! ٹونٹونی بہت تکلیف میں ہے۔

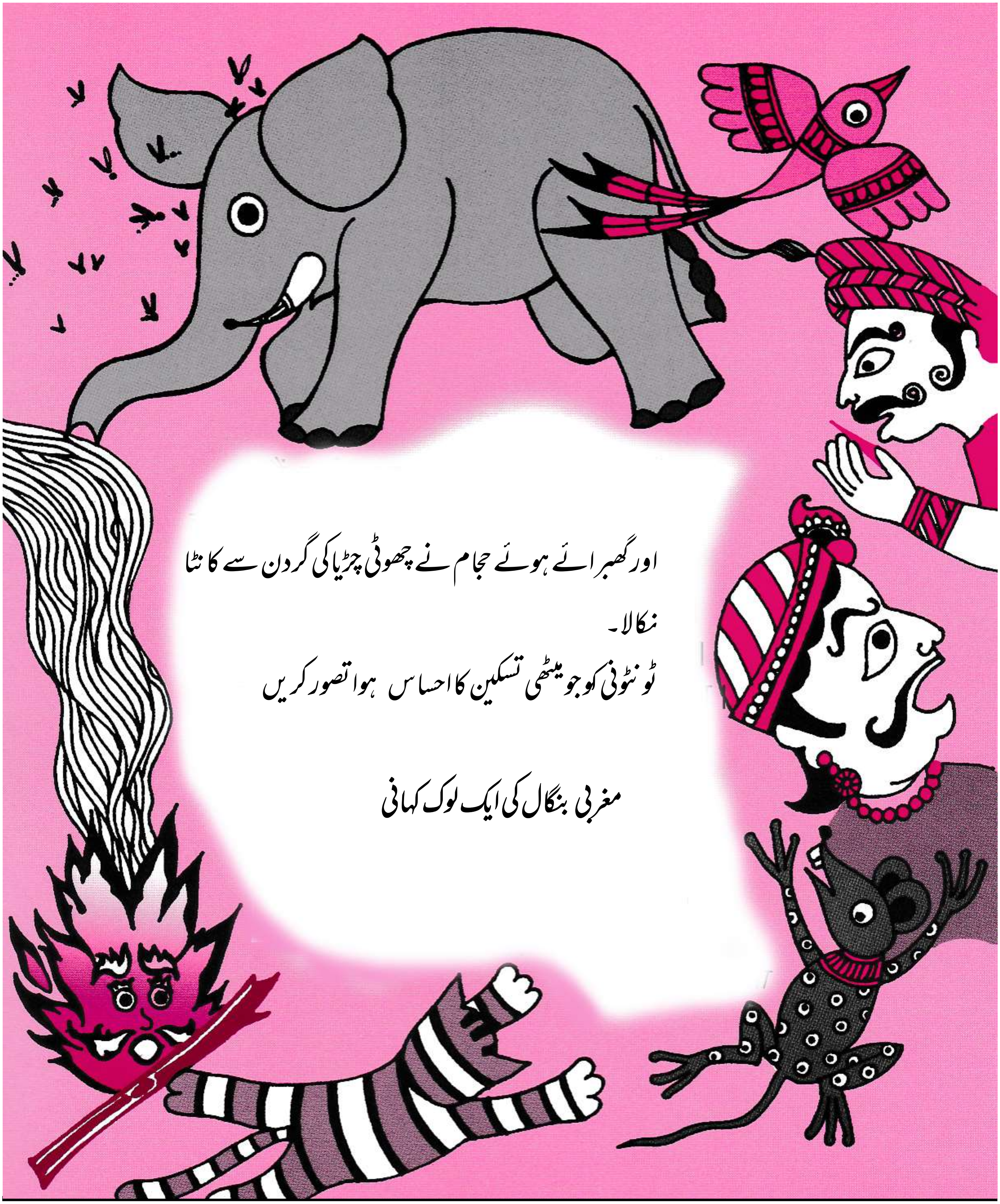
دریا آگ نہیں بجھائے گا!

جاؤ اور اس گھمنڈی دریا کو پیو!

ہاتھی نے کہا، "کون، میں؟ اگر میں دریا کا پانی پیوں تو پھٹ جاؤں گا!"
ٹونٹونی تھک چکی تھی۔ وہ آرام کرنے کے لیے درخت کی شاخ پر بیٹھ گئی۔
اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر، "بزز، بزز، بزز" مچھر کی آواز آئی۔
اچانک ٹونٹونی نے دل پکڑ لیا!
اے مچھر! ٹونٹونی بہت تکلیف میں ہے۔
ہاتھی دریا کو نہیں پیے گا!
جاؤ اور اس بیوقوف ہاتھی کو کاٹ دو!



خوشی سے، ٹنٹونی!" مچھر بھنبھنایا"
پھر وہاں موجود تمام مچھروں نے ہاتھی پر چڑھ کر اسے کاٹ لیا۔ ہاتھی گھبرا گیا۔ دریا میں چھپنے کو بھاگا۔ لیکن مچھروں نے اس کا پیچھا کیا!
تو ہاتھی نے ٹونٹونی سے کہا، "میں دریا پیوں گا۔"
ندی چھلک گئی۔ "میں آگ بجھاؤں گی!"
آگ بھڑک اٹھی۔ "میں اسٹک کو جلا دوں گا۔"
چھڑی پیچھے کود گئی۔ "میں بلی کو ماروں گی۔"
بلی جاگ گئی۔ "میں چوہا کو پکڑوں گی!"
چوہے نے چیخا، "میں بادشاہ کو کاٹوں گا!"
بادشاہ نے کہا میں حجام کو سزا دوں گا!



اور گھبرائے ہوئے حجام نے چھوٹی چڑیا کی گردن سے کانٹا نکالا۔

ٹونٹونی کو جو میٹھی تسکین کا احساس ہوا تصور کریں

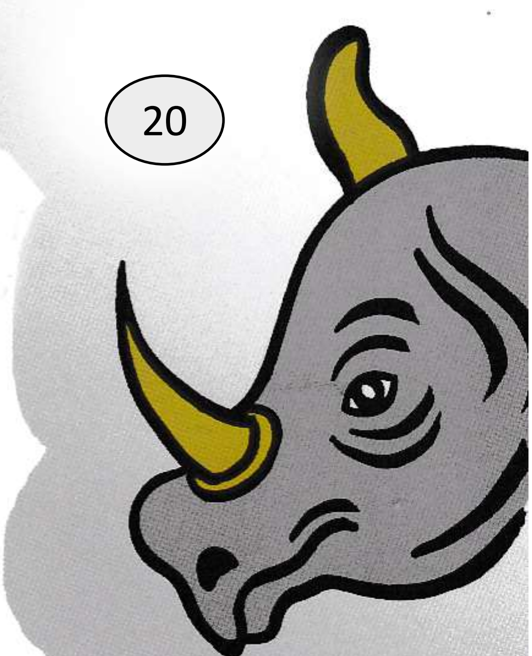
مغربی بنگال کی ایک لوک کہانی

© Katha Jharna 2008

P. Saraswati | V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi | S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

میرا نیا دوست



ایک بار ایک گھنے جنگل میں ایک گلہری اور خرگوش رہتے تھے۔ وہ اچھے دوست تھے اور ایک ساتھ کافی وقت گزارتے تھے۔



اب، یہ گلہری ہمیشہ سے متجسس رہتی تھی اور سورج کے نیچے ہر چیز کے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔ لیکن اس کے دوست خرگوش نے کبھی کسی سوال کا سادہ سا جواب نہیں دیا۔ خوش قسمتی سے، وہ دونوں واقعی پہیلیاں اور پہیلیاں پسند کرتے تھے!

ایک صبح گلہری نے خرگوش کو اپنے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا۔ وہ پکڑنے کے لیے دوڑا۔

گلہری : خرگوش، پیارے، تم اتنی صبح کہاں جا رہے ہو؟

خرگوش : میں اپنے نئے دوست کے ساتھ کھیلنے جا رہا ہوں





گلہری : واقعی! آپ کا نیا دوست کون ہے ؟

خرگوش : تم اندازہ کیوں نہیں لگاتے ؟ یہاں ایک اشارہ ہے : یہ کوئی ہے جس کی چار ٹانگیں ہیں۔

گلہری : یہ کس قسم کا اشارہ ہے ؟ ہم سب کی چار ٹانگیں ہیں! اوہ، میں سمجھ گئی : آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنے بارے میں معلوم کروں۔

ہمم، دیکھتے ہیں۔۔۔

خرگوش : اچھا؟ آپ کا کیا خیال ہے ؟

گلہری : ام... کیا یہ بڑا جانور ہے ؟

خرگوش : ہاں!

پھر مجھے مل گیا! آپ کا دوست ایک ہاتھی ہے!

ہاتھی جنگل کا سب سے بڑا جانور ہے!

غلط ! میرے نئے دوست کے پاس لمبا سونڈ نہیں ہے۔

پھر یہ ایک گینڈا ہونا چاہیئے!

گینڈے کے پاس سونڈ نہیں ہوتا!

خرگوش : نہیں، نہیں! میرے نئے دوست کے پاس سینگ نہیں ہے۔

خرگوش تیزی سے چل پڑا۔ گلہری اس کے پیچھے بھاگی۔

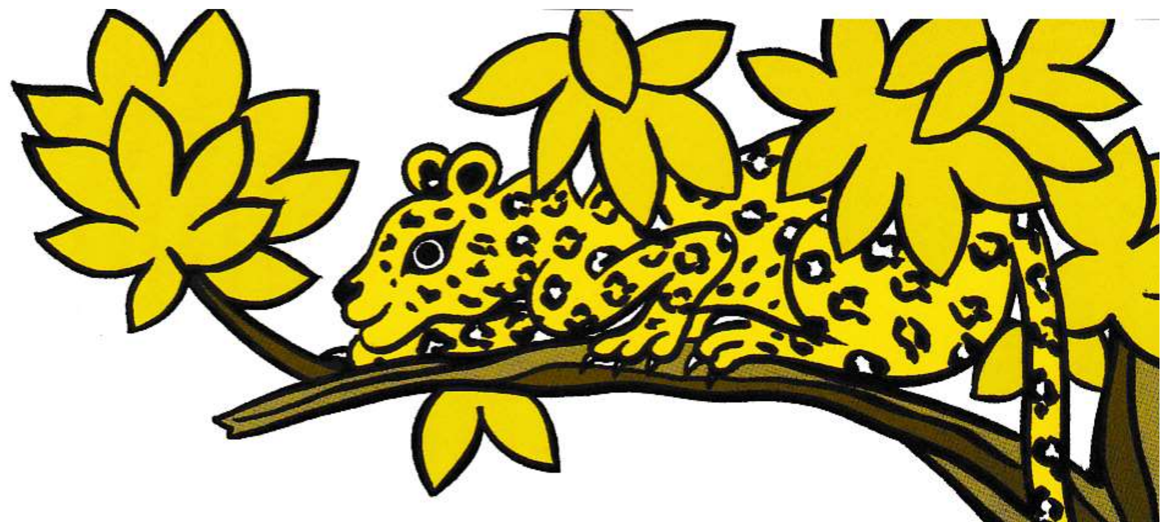
گلہری : ٹھہرو! میں جانتا ہوں! آپ کا نیا دوست اونٹ ہے!

گلہری :

خرگوش : گلہری :

اونٹ کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں۔ اس میں سونڈ نہیں ہے۔ اور اس کا کوئی سینگ نہیں ہے۔





خرگوش : لیکن میرے نئے دوست کے پاس کوبڑ بھی نہیں ہے۔

خرگوش راستے پر بھاگنے لگا۔

گلہری : پھر اور کون ؟ آہا! یہ ایک زیبرا ہونا چاہیے!

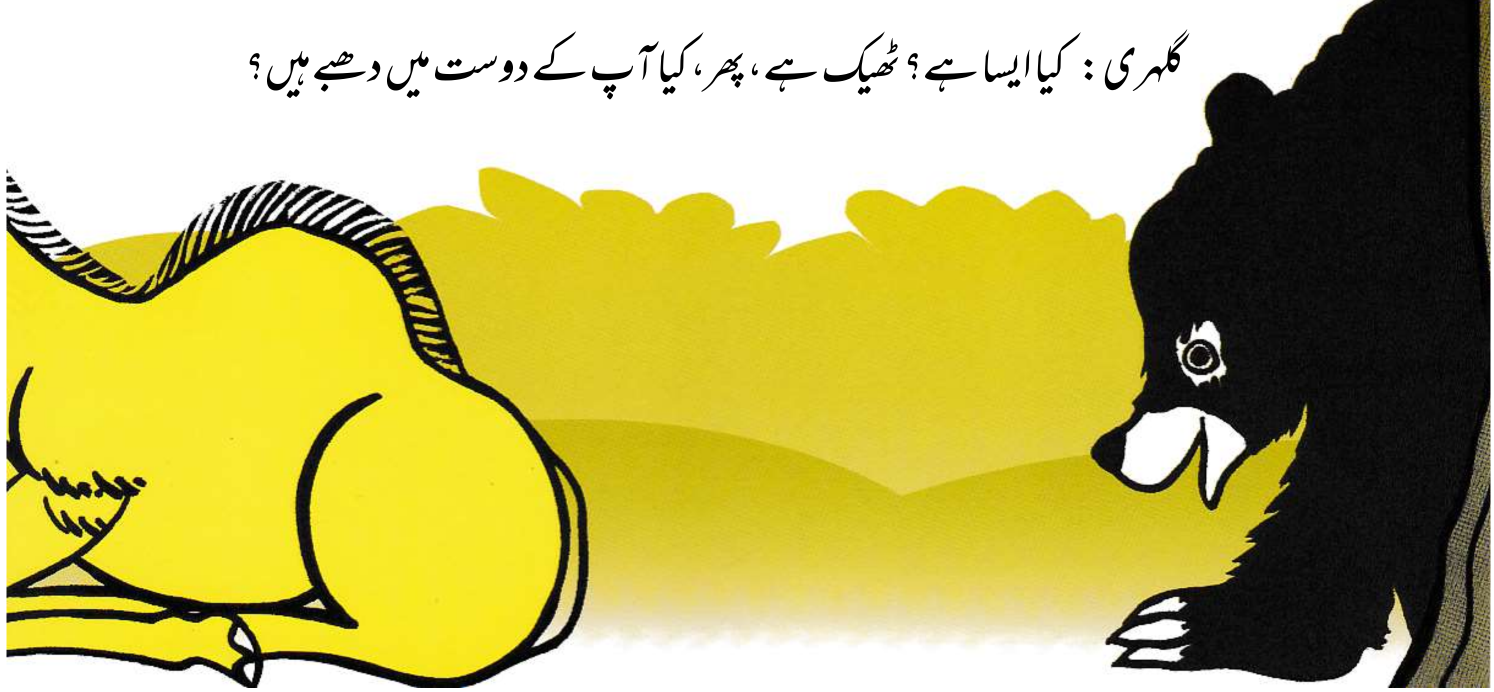
خرگوش : ہو، ہو، ہو! میرے دوست کے جسم پر دھاریاں نہیں ہیں

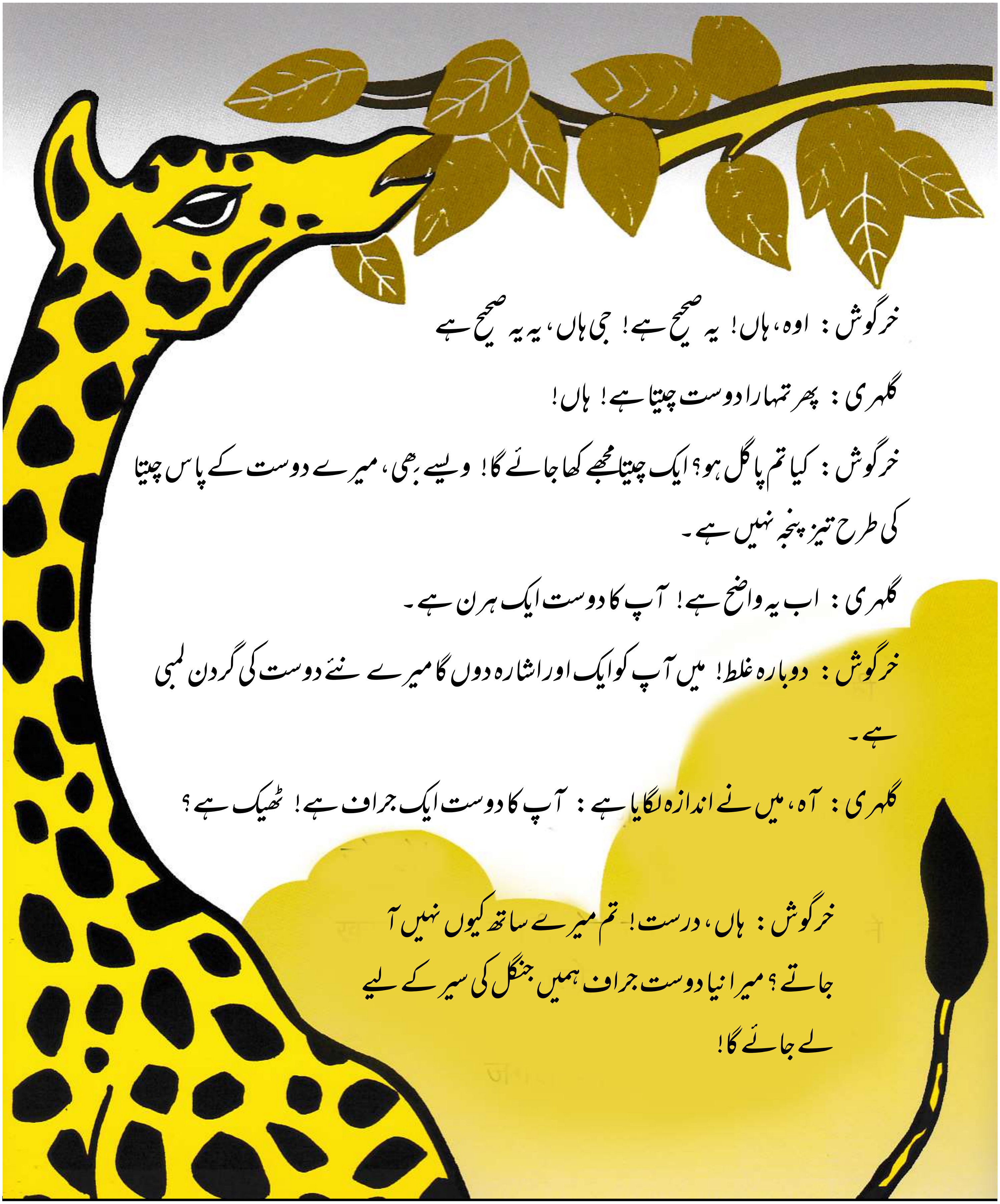
مجھے اب جانے دو، میں دیر نہیں کرنا چاہتا۔

گلہری : نہیں، رکو! مجھے لگتا ہے کہ آپ کا دوست ریچھ ہے!

خرگوش : معاف کرنا! میرے دوست کی ریچھ جیسی موٹی کھال نہیں ہے!

گلہری : کیا ایسا ہے ؟ ٹھیک ہے، پھر، کیا آپ کے دوست میں دھبے ہیں ؟





خرگوش : اوہ، ہاں! یہ صحیح ہے! جی ہاں، یہ یہ صحیح ہے

گلہری : پھر تمہارا دوست چیتا ہے! ہاں!

خرگوش : کیا تم پاگل ہو؟ ایک چیتا مجھے کھا جائے گا! ویسے بھی، میرے دوست کے پاس چیتا کی طرح تیز پنجہ نہیں ہے۔

گلہری : اب یہ واضح ہے! آپ کا دوست ایک ہرن ہے۔

خرگوش : دوبارہ غلط! میں آپ کو ایک اور اشارہ دوں گا میرے نئے دوست کی گردن لمبی ہے۔

گلہری : آہ، میں نے اندازہ لگایا ہے : آپ کا دوست ایک جراف ہے! ٹھیک ہے؟

خرگوش : ہاں، درست! تم میرے ساتھ کیوں نہیں آ جاتے؟ میرا نیا دوست جراف ہمیں جنگل کی سیر کے لیے لے جائے گا!

© Katha Jharna 2008 | **Publisher** Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
P. Saraswati | V. Vijayakanthi | **Urdu** Mohammad Naseem
L. S. Saraswathi | S. Rajalakshmi | **Artist** Uma Krishnaswamy

خواب

آسمان اندھیرا تھا۔ بارش تیز ہو رہی تھی۔ میرا کھڑکی کے پاس بیٹھ کر دیکھتی رہی۔ وہ بارش سے کتنی محبت کرتی تھی!

جب بادل چھٹ گئے تو میرا اپنی بہن رانی کے ساتھ باہر بھاگی۔ انہوں نے چھت سے گرنے والی بوندوں کو سمیٹنے کے لیئے اپنے ہاتھوں کو پھیلائے۔ وہ گھر کے پاس والے گڑھوں میں اکٹھا پانی میں کود پڑے۔ انہوں نے کاغذ کی چھوٹی کشتیاں پانی میں تیرائیں۔ کیا مزہ ہے!

اچانک، جیسے جادو سے، ایک رین بو نمودار ہوا۔ سرخ! نیلا! پیلا! جامنی! اتنے شاندار رنگ! میرا اپنی آنکھوں سے یہ خوبصورت نظارہ دیکھنا نہ بند کر سکی۔



پھر، جیسا کہ ایک نظر میں، اس نے آسمان پر ایک پل نمودار ہوتے دیکھا! اوہ، یہ کہاں تک گیا؟ وہ پل کے پار چلنے لگی۔ ساری دنیا اس کے گرد پھیلی ہوئی تھی!

"میرا! ماں ہمیں بلا رہی ہے!" رانی کی آواز مدھم سی آئی، میرا کو واپس زمین پر کھینچ کر لے آئی۔ اس کی بینائی آہستہ آہستہ ختم ہوتی گئی۔

اگلے دن ہفتے کا دن تھا۔ لڑکیاں حسب معمول پیدل چل کر اسکول گئیں۔ انہوں نے یکدم ایک سفید سارس کو دیکھا جو ان کے اوپر آسمان پر اڑ رہی تھا۔

میرا نے آنکھیں بند کر لیں۔ اب وہ بھی اڑ رہی تھی! اس کے نیچے جنگل اور پہاڑ اور شہر اور قصبے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن بہت جلد رانی کی آواز نے اسے واپس بلا لیا۔





ان سب میں سب سے حیرت انگیز نظارے میرا کے اپنے گاؤں میں مجسمے اور قدیم مندر تھے۔ اس نے اپنے پسندیدہ مجسمے تراشنے کا تصور کیا۔ وہ کسی دن مجسمہ ساز بننے کی کتنی آرزو رکھتی تھی!

"آئیے مل کر مجسمہ ساز بنیں!" جب بھی وہ کسی مندر کے پاس سے گزرتے تو وہ رانی سے درخواست کرتی۔

ان کے گھر کے قریب ایک تالاب تھا جس میں بہت سی مچھلیاں تیرتی تھیں۔

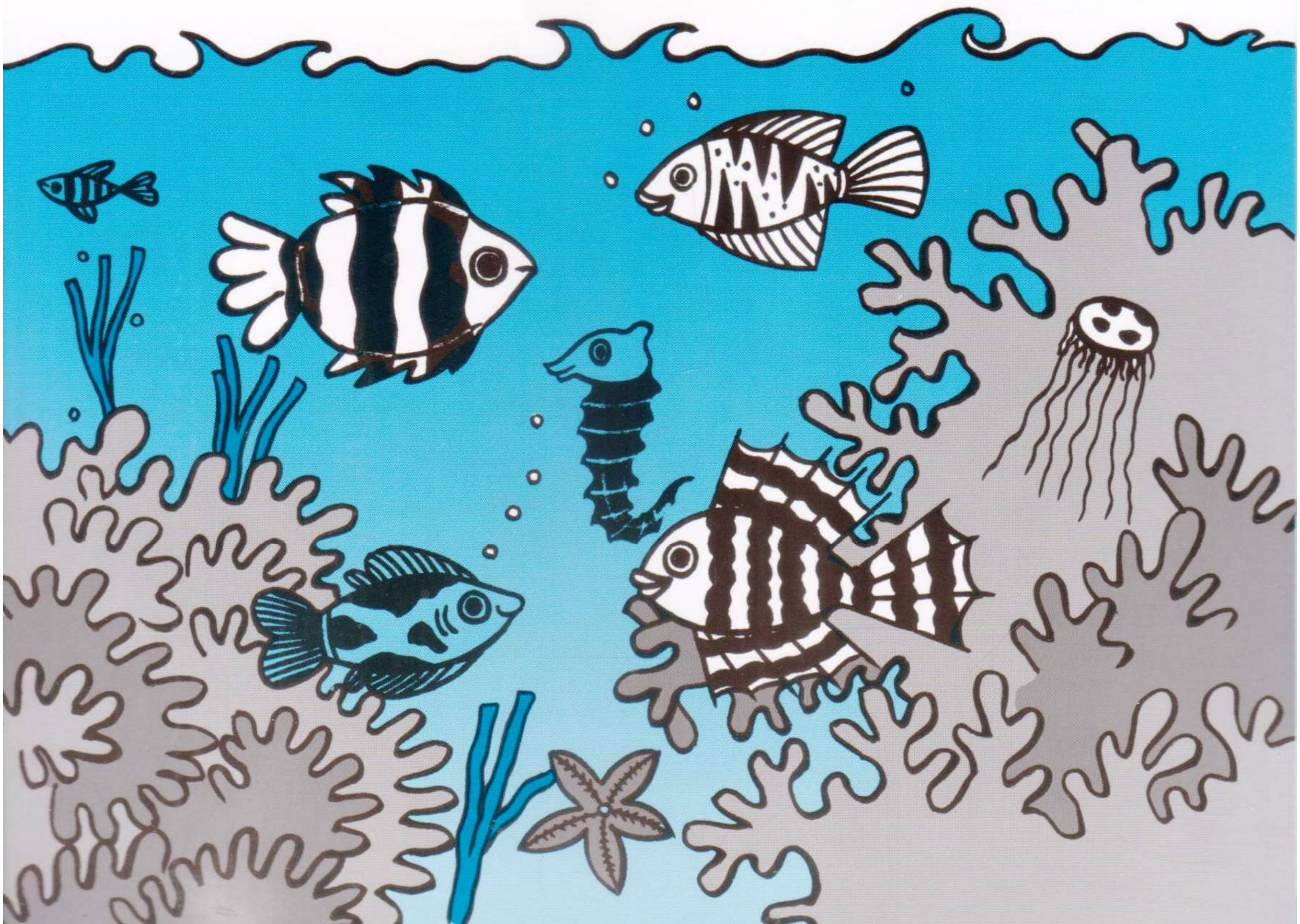


اس میں میرا کو ان کی عجیب و غریب زندگی کا مشاہدہ کرنا پسند تھا۔ اس کی سوچ بے لگام ہو گئی. اب وہ وسیع سمندر میں تیر رہی تھی! وہ نیچے کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتی اور لہروں پر اونچی چھلانگ لگاتی۔

"کیا خواب دیکھ رہی ہو؟" رانی جاننا چاہتی تھی۔ "سب کچھ بتاؤ!" اور میرا نے وہ سب کچھ بتایا جو اس نے اپنے خواب میں کیا اور دیکھا۔

کہانی نے رانی کا دماغ بھر دیا۔ وہ بھی خوابوں کی مٹھاس چکھ رہی تھی۔ "کیا آپ اگلی بار مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے؟" اس نے پوچھا.

"یقینا!" میرا مسکرائی۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi **Urdu** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi **Artist** Uma Krishnaswamy

دیکھیں کہ وہ کیسے بھاگتے ہیں!

جب ساری دنیا جوان تھی تو کتا، بلی اور چوہا ایک دوسرے کے ساتھ دوست بن کر رہتے تھے۔ وہ سب کچھ یکساں مشترکہ طور پر بانٹتے تھے۔ کام اور کھیل میں، وہ ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ یہ ایک پرامن زندگی تھی۔

صرف ایک چیز نے انہیں پریشان کیا، اور وہ تھا ان کے شور مچانے والے پڑوسی۔ تینوں دوست ان کی چیخ و پکار کی آواز سے بچ نہ سکے۔

ایک دن کتے نے کہا دیکھو کیسے لڑتے ہیں!



اور بلی نے کہا کہ وہ ہماری طرح سکون سے کیوں نہیں رہ سکتے؟

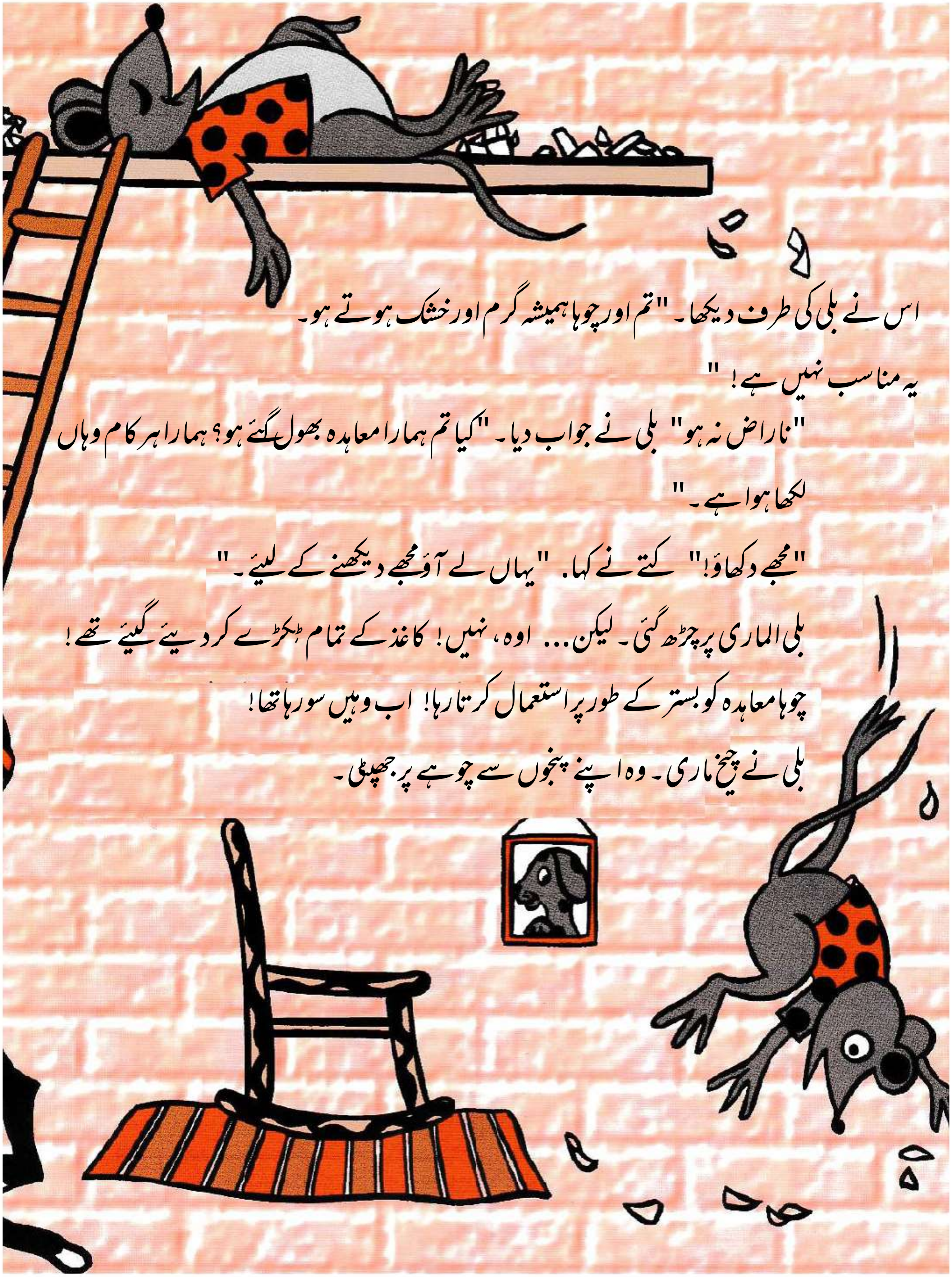
اور چوہے نے کہا کہ ہم مان لیں کہ ہم کبھی نہیں لڑیں گے اور ہم ہمیشہ دوست رہیں گے۔

کتے اور بلی کو یہ خیال بہت پسند آیا۔ چنانچہ چوہے نے ایک معاہدہ لکھا اور سب نے اپنے ناموں پر دستخط کر دیئے۔ پھر بلی نے معاہدے کو محفوظ رکھنے کے لیئے ایک اونچی الماری پر رکھ دیا۔

اب معاہدے کے مطابق کتا گھر کے باہر کام کرتا ہے اور بلی اور چوہا اندر کام کرتے ہیں۔ سب ٹھیک تھا، یہاں تک۔۔۔

ایک رات، کتا اندر آیا اور شکایت کی، "میں اکیلا ہی کیوں باہر کام کرتا ہوں؟ سردا اور نمی سے میں پریشان رہتا ہوں!"





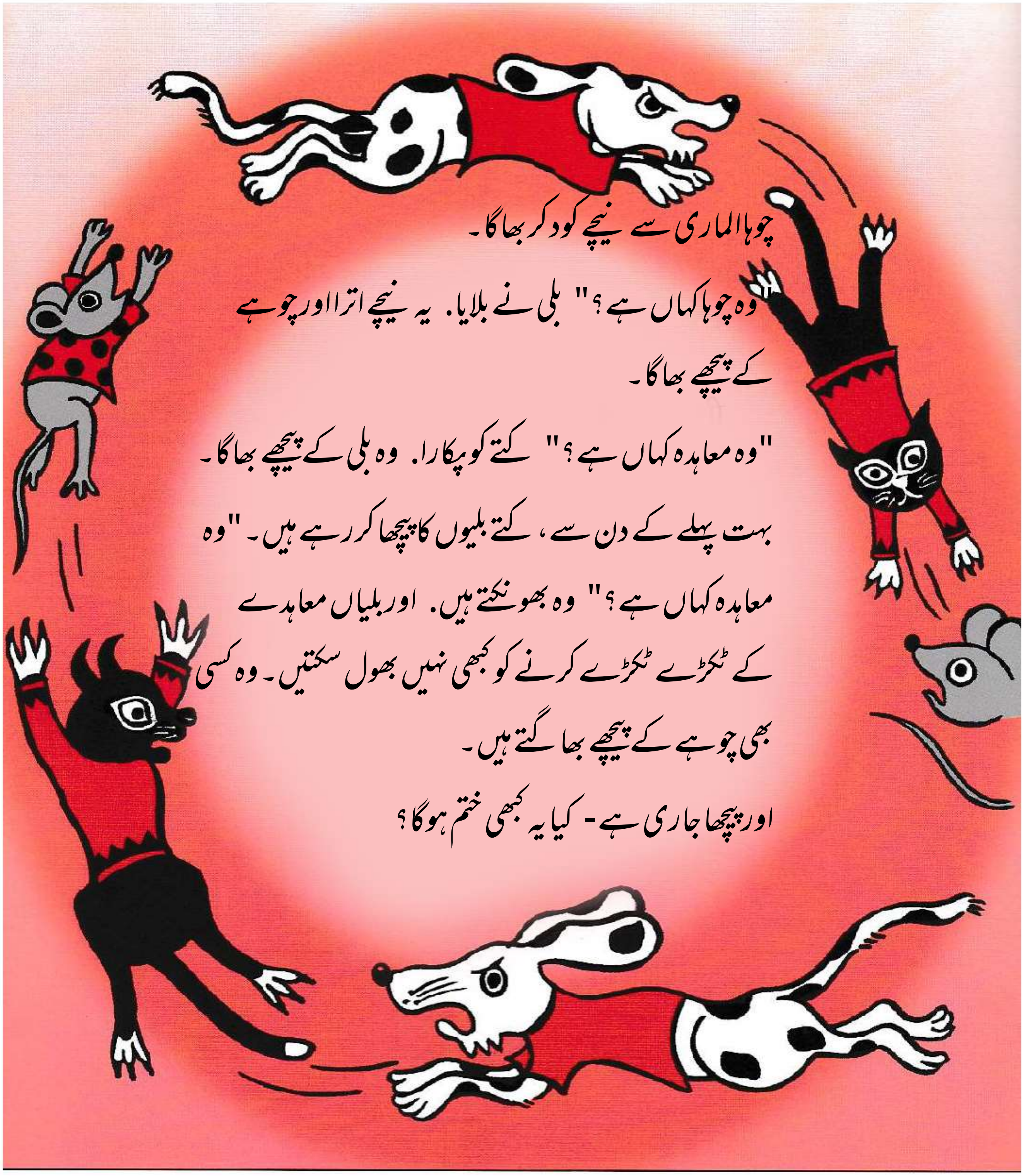
اس نے بلی کی طرف دیکھا۔ "تم اور چوہا ہمیشہ گرم اور خشک ہوتے ہو۔
یہ مناسب نہیں ہے! "

"ناراض نہ ہو" بلی نے جواب دیا۔ "کیا تم ہمارا معاہدہ بھول گئے ہو؟ ہمارا ہر کام وہاں لکھا ہوا ہے۔"

"مجھے دکھاؤ!" کتے نے کہا. "یہاں لے آؤ مجھے دیکھنے کے لیئے۔"

بلی الماری پر چڑھ گئی۔ لیکن... اوہ، نہیں! کاغذ کے تمام ٹکڑے کر دیئے گیئے تھے!
چوہا معاہدہ کو بستر کے طور پر استعمال کرتا رہا! اب وہیں سو رہا تھا!

بلی نے چیخ ماری۔ وہ اپنے پنجوں سے چوہے پر جھپٹی۔



چوہاالماری سے نیچے کود کر بھاگا۔

"وہ چوہا کہاں ہے؟" بلی نے بلایا. یہ نیچے اترا اور چوہے کے پیچھے بھاگا۔

"وہ معاہدہ کہاں ہے؟" کتے کو پکارا. وہ بلی کے پیچھے بھاگا۔

بہت پہلے کے دن سے، کتے بلیوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔ "وہ معاہدہ کہاں ہے؟" وہ بھونکتے ہیں. اور بلیاں معاہدے کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کبھی نہیں بھول سکتیں۔ وہ کسی بھی چوہے کے پیچھے بھاگتے ہیں۔

اور پیچھا جاری ہے- کیا یہ کبھی ختم ہو گا؟

© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

بندروں کے روزے کا دن

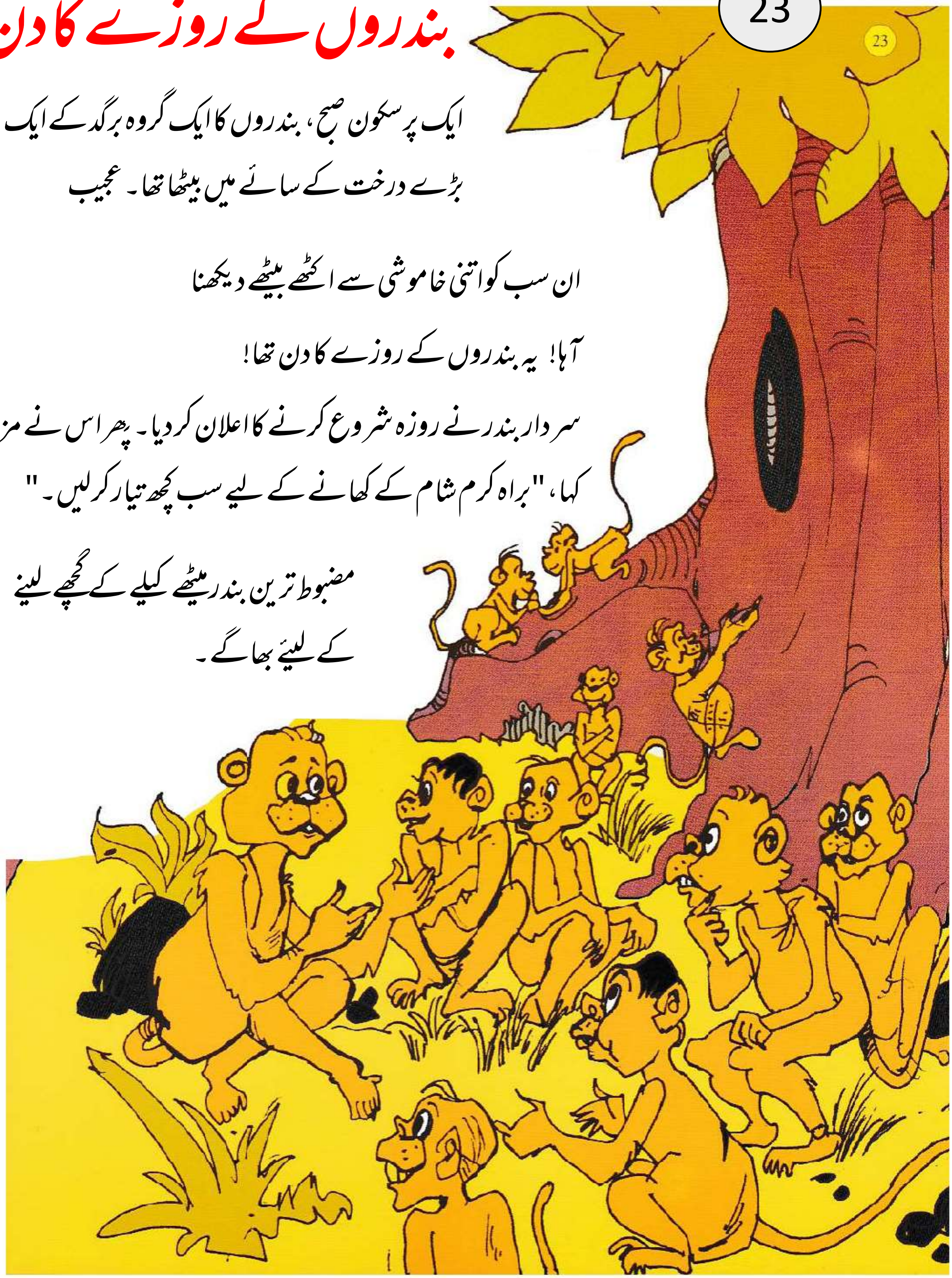
ایک پر سکون صبح، بندروں کا ایک گروہ برگد کے ایک بڑے درخت کے سائے میں بیٹھا تھا۔ عجیب

ان سب کو اتنی خاموشی سے اکٹھے بیٹھے دیکھنا

آہا! یہ بندروں کے روزے کا دن تھا!

سردار بندر نے روزہ شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ پھر اس نے مزید کہا، "براہ کرم شام کے کھانے کے لیے سب کچھ تیار کر لیں۔"

مضبوط ترین بندر میٹھے کیلے کے گچھے لینے کے لیئے بھاگے۔

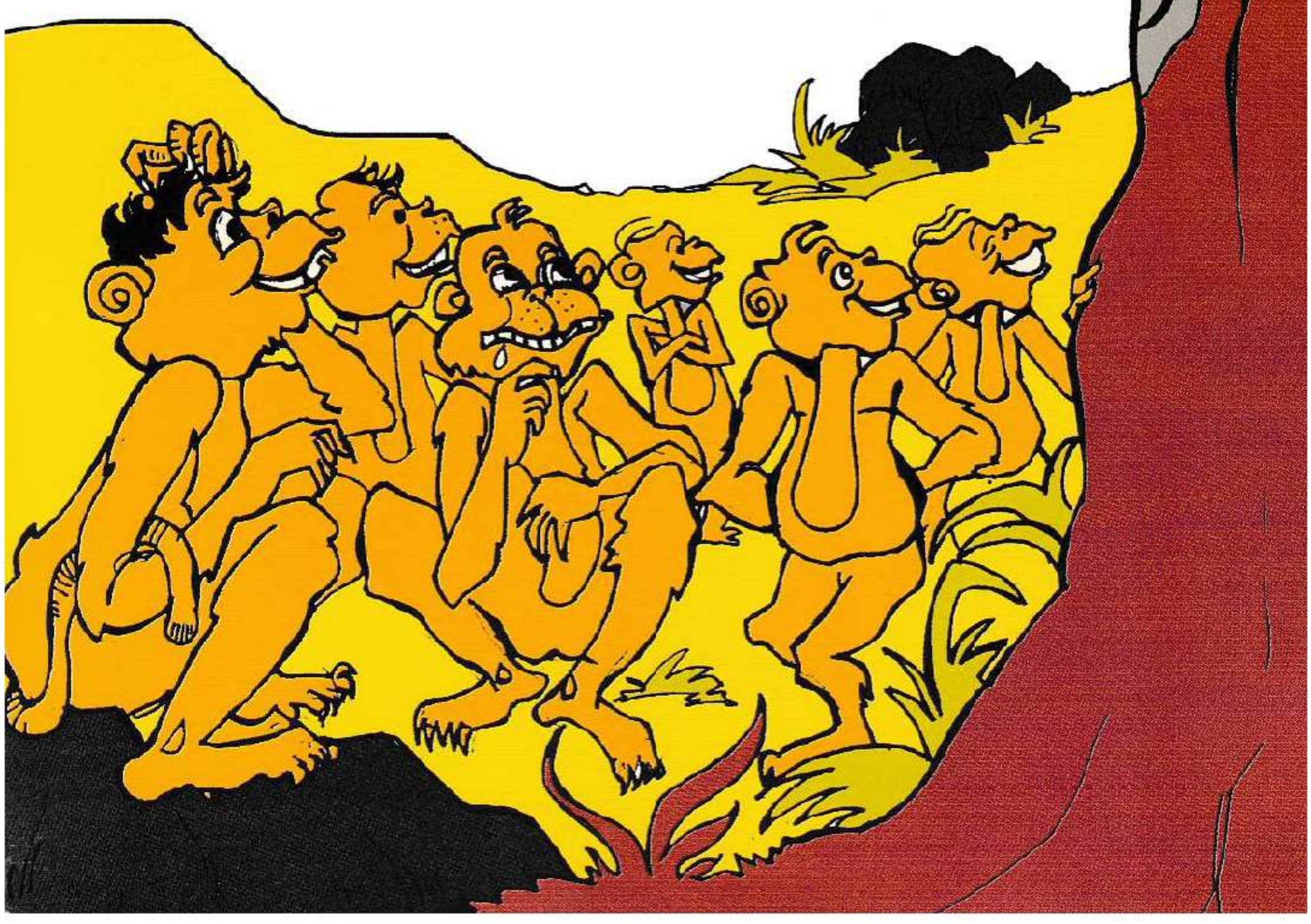


پھر وہ پیچھے بھاگے اور گچھے سر دار کے سامنے رکھے۔

آگے سر دار کی بیوی بولنے کے لیئے کھڑی ہوئ۔ "کیا اب ہم کھانا تقسیم کریں؟" اس نے پوچھا. "روزہ ختم ہونے پر ہم وقت ضائع ہیں کرنا چاہتے۔ آخر ہمیں تب بہت بھوک لگی ہوگی۔"

بندر مان گئے۔ ایک ایک کر کے اپنا حصہ لینے آئے۔

"کیا ہم صرف ایک کیلا چھیل کر تیار رکھیں؟" ایک چھوٹے بندر نے پوچھا۔



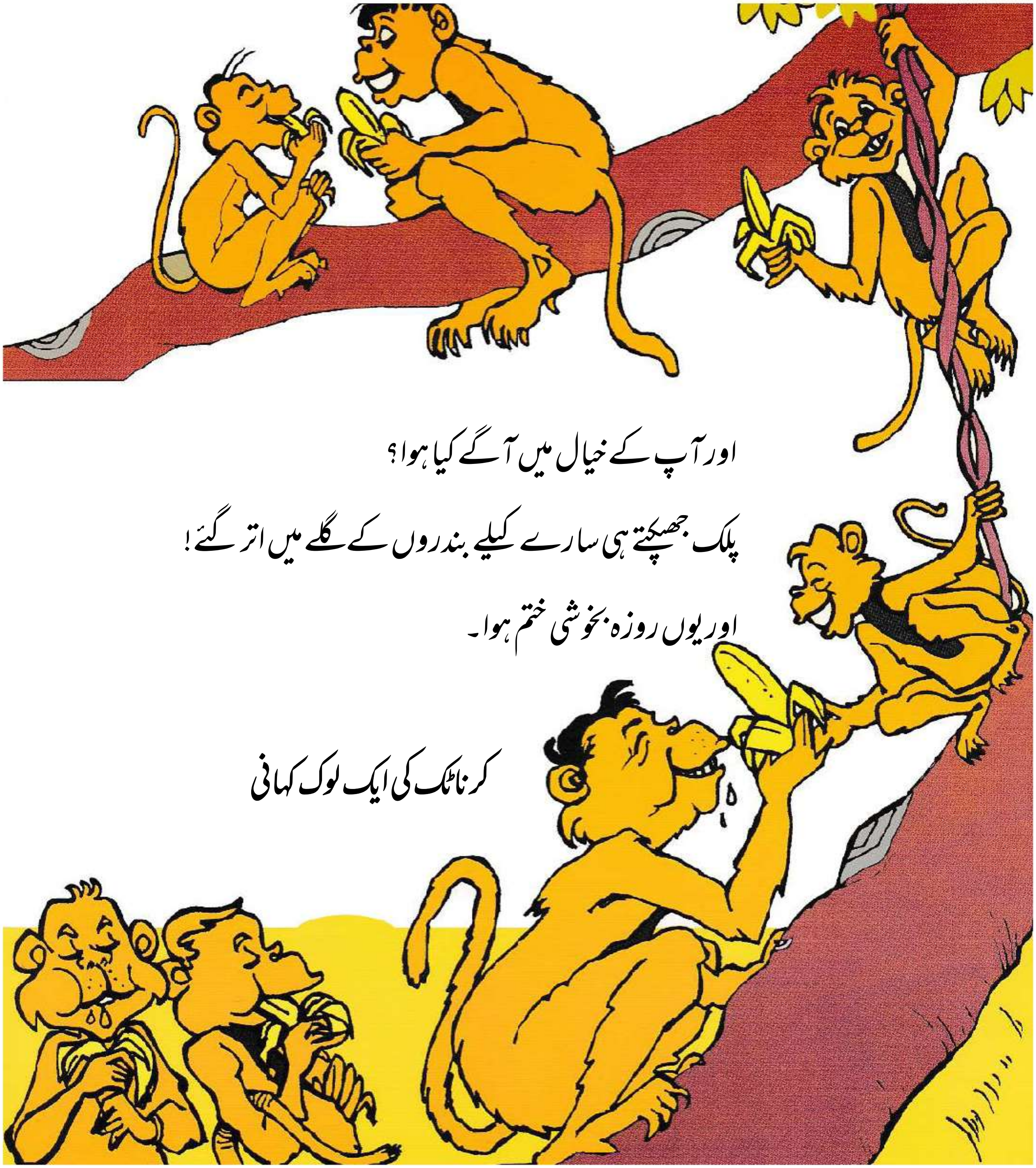


کیا شاندار خیال ہے! تمام بندروں نے شام کے لیے تیار رہنے کے لیئے ایک کیلا چھیل دیا۔

پھر ایک ننھے بچے نے اپنے باپ سے سرگوشی کی، "کیا میں اپنے منہ میں صرف ایک کیلا رکھ سکتا ہوں؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک آپ مجھے نہ کہیں گے میں اسے نہیں کاٹوں گا۔"

باپ بندر اس خیال پر اچھل پڑا۔ "ہم سب اپنے چھلے ہوئے کیلے اپنے منہ میں کیوں نہیں رکھتے؟" اس نے تجویز کیا. "روزہ ختم ہونے پر وہ نگلنے کے لیے تیار ہوں گے! "

جلدی سے تمام بندروں نے چھلے ہوئے کیلے منہ میں ڈال لیئے۔ لیکن جلد ہی وہ بے چینی سے جھڑ کنے لگے۔ وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔



اور آپ کے خیال میں آگے کیا ہوا؟

پلک جھپکتے ہی سارے کیلے بندروں کے گلے میں اتر گئے!

اور یوں روزہ بخوشی ختم ہوا۔

کرناٹک کی ایک لوک کہانی

© Katha Jharna 2008

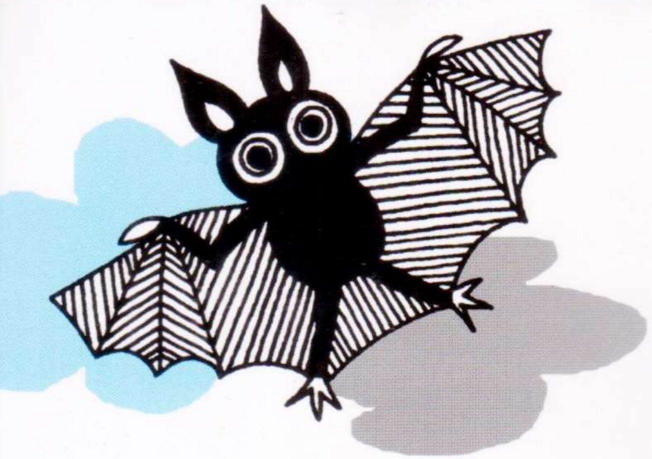
Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdui Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy



ہم کون ہیں؟

یہ اپنے بچے کو پکڑ کر درختوں میں چھلانگ لگاتا ہے۔
شاخوں پر جھولتا ہے ہم پر منہ بناتا ہے!

یہ پانی میں خوش ہے۔
یہ زمین پر جدوجہد کرتی ہے۔

وہ وفادار ہے۔
وہ ملنسار ہے۔
وہ گھر کی حفاظت کرتی ہے۔
وہ آپ کے لیئے اپنا سب کچھ دیگی۔



میں بہت خاموشی سے چلتا ہوں- لیکن میں چور نہیں ہوں!
میں جھپٹ کر پکڑتا ہوں- لیکن میں پولیس نہیں ہوں!
میں بہت سوتا ہوں- لیکن میں بچہ نہیں ہوں!
میں سارا دن گھر میں رہتی ہوں- لیکن میں بوڑھی عورت نہیں ہوں!



زمین پر وہ احتیاط سے حرکت کرتا ہے۔
اوپر، وہ آزاد گھومتا ہے۔
اس کی لمبی، جھاڑی والی دم
آ ئیے اسے درختوں کے درمیان اڑائیں۔

وہ سامان اور لوگوں کو لے جاتی ہے۔
نہ ختم ہونے والی لہروں پر۔
ساحل سے کنارے تک عبور کرنا
بغیر انجن یا بادبان کے

چار مگدر پٹکتے ہوئے۔
دو پنکھ لہراتے ہوئے۔
لمبی ٹیوب جھولاتے ہوئے۔
لٹکتی ہوئی چھوٹی رسی۔
مستحکم اور پر سکون
یہ جلوس کی قیادت کرتا ہے۔

بہت بڑا اور تیز اور مضبوط
اس کے پورے جسم پر لمبے، سیاہ بال
یہ وسیع جنگل میں گھومتا ہے۔
سوائے سردیوں کے، جب وہ سوتا ہے۔

میں آپ کے لیے سخت محنت کروں گا۔
میں تمہارے لیے بوجھ اٹھاؤں گا۔
لیکن اگر تم لاٹھی اٹھاؤ
اوہ! میں لات ماروں گا!

میری دس ٹانگیں ہیں۔
لیکن میں آٹھ کے ساتھ چلتا ہوں۔
میں ایک طرف بڑھتا ہوں۔
کیونکہ میں سیدھا نہیں چل سکتا

اس کی چار مضبوط ٹانگوں اور کھر والے پاؤں کے ساتھ
وہ کھڑی پہاڑوں اور پھیلے ہوئے درختوں پر چڑھتی ہے۔
نرم گھاس اور پتیوں کی تلاش میں

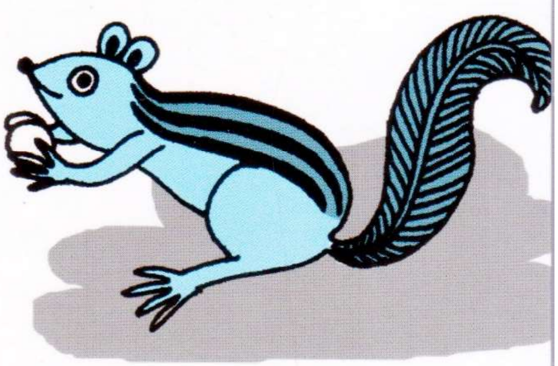
میں سست لیکن مستحکم ہوں۔
میری حفاظت کے لیئے میرے پاس ایک مضبوط خول ہے۔
اگر مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے،
میں اپنا سر اپنے خول کے اندر کھینچ لیتا ہوں۔

وہ دیواروں اور چھت پر چلتا ہے۔
وہ ایک جھٹکے سے کیڑوں کو پکڑتا ہے۔
وہ اپنی جان بچانے کے لیے دُم چھوڑ دیتا ہے
اور تیزی سے اسے واپس اگاتا ہے۔

جب میں پیدا ہوا تو میں نے ایک دُم بڑھایا
جب میں نے ٹانگیں بڑھائیں تو میری دُم نکل گئی۔
میں زمین پر رہتا ہوں، لیکن مجھے پانی پسند ہے
وہیں سے میرا تعلق حقیقی ہے۔

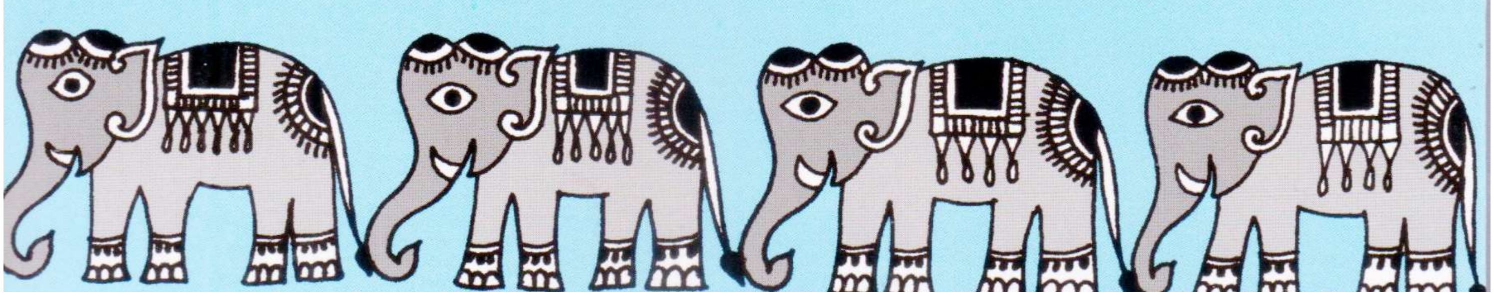
لمبی ٹانگیں مضبوطی سے زمین پر ٹکی ہوئی۔
لمبی گردن جو زمین کے اوپر پھیلی ہوئی ہے۔
وہ نئے ملائم پتیوں کو چھوتی ہے جو اسے مل جاتی ہے۔

ہر کوئی خوفزدہ ہے
اس پیلی داڑھی والے سے
اگر وہ گرجتا ہوا آتا ہے
لوگ کانپتے ہوئے بھاگتے ہیں۔



ہم اندھیرے میں دلیری سے اڑتے ہیں۔
ہم سونے کے لیے الٹا لٹکتے ہیں۔
ہم اپنے نوجوانوں کو دودھ پلاتے ہیں۔
اور ہمیں پھل کھانے کا شوق ہے۔

شیر، ہاتھی، کتا، گلہری، گدھا، گھوڑا، بکرا، بندر، زرافہ،
اونٹ، بلی، کیکڑا، مینڈک، چھپکلی، مچھلی، چمگادڑ، ریچھ، کچھوا



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

25

شاندار گدھا

نصرالدین کے پاس گدھا تھا۔ یہ ایک بدمزاج جانور تھا اور اسے کام سے نفرت تھی۔ اور یہ ہمیشہ بھوکا تھا!

نصرالدین کو قدرتی طور پر گدھا بالکل پسند نہیں تھا۔ "یہ کتنا اچھا ہوگا اگر میں اسے بیچ سکتا ہوں،" اس نے سوچا۔

ایک دن وہ گدھے کو بازار لے گیا۔ گھر آیا تو زور زور سے ہنس رہا تھا۔



"جانتی ہو میں نے آج کیا کیا؟" اس نے اپنی بیوی سے پوچھا. "میں اپنا گدھا بازار لے گیا اور نیلام کرنے والے کو بیچنے کے لیئے دے دیا۔ "

ہمارا سست، بیچارہ گدھا؟" اس کی بیوی نے پوچھا۔ "

"ہاں، واقعی!" نصرالدین نے کہا۔ "اور اس نے اسے اچھی قیمت پر بیچا بھی! میں آپ کو پوری کہانی سناتا ہوں،" اس نے مزید کہا۔

بازار میں بھیڑ تھی، بہت سے لوگ خریداری کے لیئے آئے ہوئے تھے۔

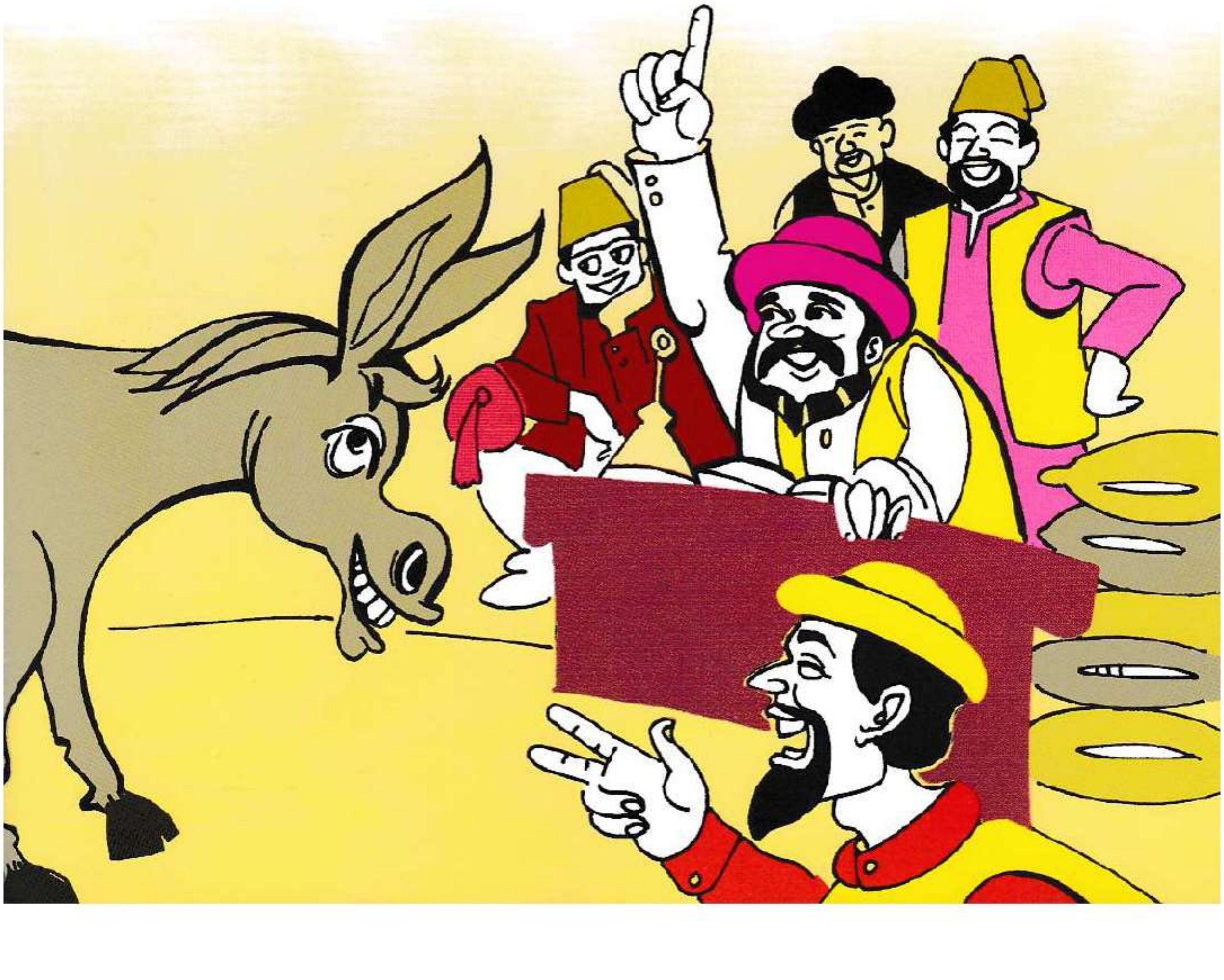
نیلام کرنے والے نے ان کی توجہ حاصل کرنے کے لیئے انہیں پکارا۔ پھر اس کے معاون نے گدھے کو دکھا دیا۔ 'اچھا جناب!' نیلام کرنے والے نے کہا، 'اس حیرت انگیز جانور کو دیکھو۔۔۔



"حیرت انگیز جانورِ! کیا ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کہ یہ بدمزاج ہے؟" نصرالدین کی بیوی نے پوچھا۔

"ہر گز نہیں! نیلام کرنے والا ایک ہوشیار آدمی ہے! اس نے اسے پہلے ہی گاجریں کھلائی تھیں، ویسے بھی، اس نے ہمارے گدھے کی آسمانوں تک تعریف کرنا شروع کردی، 'لمبے کانوں اور مضبوط ٹانگوں کا مشاہدہ کرو!' اس نے کہا ان مضبوط دانتوں کو دیکھو! اس نے خوبصورتی سے کہا، 'یہ گدھا جوان ہے اور اس کے نئے مالک کے لیئے بہت محنت کرے گا'، اس وقت گدھا مجھے بھی اچھا لگ رہا تھا! ""

نصرالدین کی بیوی نے کہا، "یہ حیرت کی بات ہے۔"



"جب بولی لگائی گئی،" نصرالدین نے جاری رکھا، "لوگوں نے صرف تھوڑی سی رقم کی پیشکش کی۔ پہلی بولی صرف تین سونے کے سکوں کی تھی۔ لیکن نیلام کرنے والے نے مزید بولیاں طلب کیں، اور جلد ہی کسی نے سونے کے دس سکے پیش کیئے! پھر کسی نے سونے کے پندرہ سکے پیش کیئے۔ اور قیمت بڑھتی رہی۔۔۔"

نصرالدین کی کہانی میں گدھے کی آواز سے خلل پڑا۔ ہی۔ ھا! ہی۔ ھا! آواز بہت قریب تھی!

اس کی بیوی چونک گئی۔ "آخر کیا ہوا؟" اس نے پوچھا. "جلدی بتاؤ!"

نصرالدین نے فخریہ انداز میں اپنی کہانی ختم کی: "میں نے سوچا، 'میں ایسا شاندار جانور کیوں بیچوں؟' اور میں نے خود اسے تیس سونے کے سکوں میں خرید لیا!"



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdui Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ببول کے درخت کی تین خواہشات

ایک گرم، خشک میدان میں ایک لمبی سیدھی سڑک چلتی تھی۔ اس کے پاس چند سخت درخت اگے تھے۔ ان میں سے ایک کانٹے دار ببول تھا۔

"کوئی بھی مجھ سے پیار نہیں کرتا،" ببول کا درخت اکثر اپنے آپ سے کہتا۔ "لیکن کانٹوں کے بغیر درخت- ہر کوئی ان سے پیار کرتا ہے! اور وہ کتنے خوبصورت ہیں! "

ببول کے درخت نے اپنے پورے دل سے خواہش کی اور خواہش کی کہ وہ کانٹوں کے بغیر رہے: "مجھے بدلنے دو!" اس نے سوچا. اچانک اس کے کانٹے غائب ہو گئے۔ نرم، سبز پتے اس کی شاخوں سے لٹک رہے تھے۔ کیا خوشی!

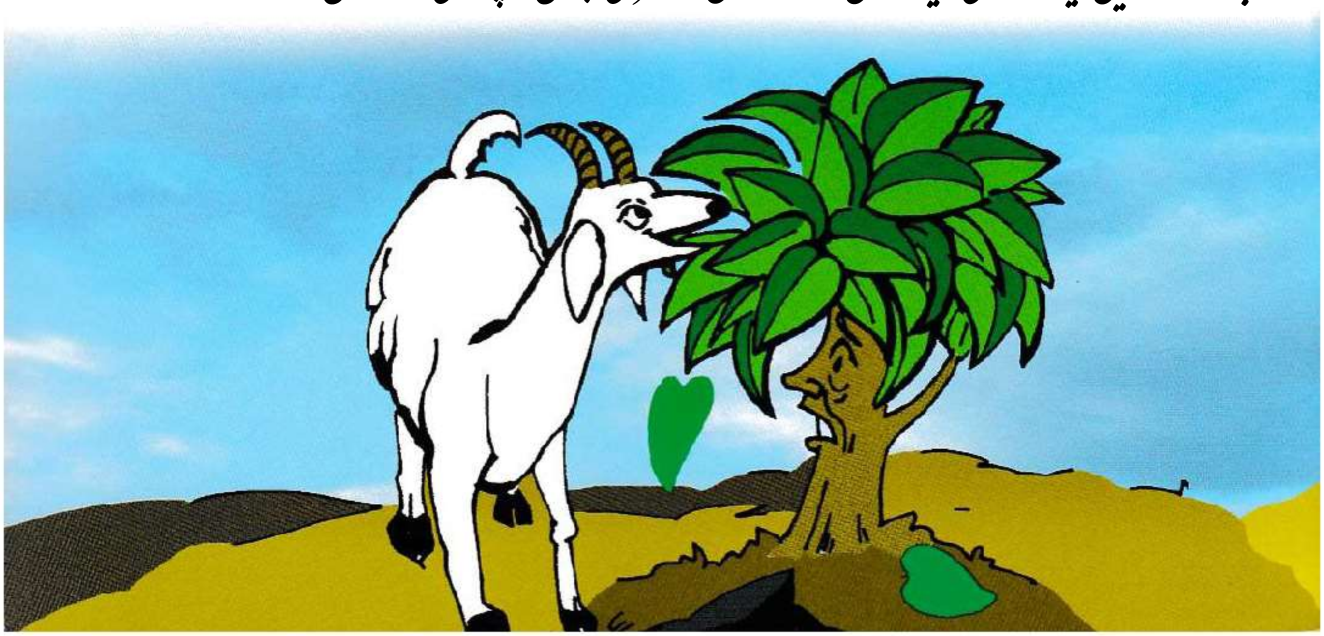




کچھ ہی دیر میں ایک بکری سڑک پر چلتی ہوئی آئی ۔ اس نے نرم ، رسیلی پتیوں کو دیکھا. وہ کھانے کے لئے رک گئی. "اوہ ، نہیں!" درخت نے آہ بھری. "یہ بکری میرے تمام خوبصورت نئے پتے اکھاڑ پھینکے گی! آہ! کاش وہ سونے میں بدل جائیں! "

اگلے ہی لمحے انہوں نے کیا!

اب راستے میں ایک آدمی آیا۔ اس نے روشن ، سنہری پتوں کو چوڑی آنکھوں سے دیکھا۔





"کیا معجزہ ہے!" اس نے کہا. "اور میرے لیئے کتنی خوش قسمتی ہے!" وہ شخص سنہری پتے توڑنے لگا۔ وہ اس وقت تک توڑتا رہا جب تک کہ بیچارہ درخت بالکل ننگا نہ ہو گیا!

جب لوگ سونا دیکھتے ہیں تو کیا وہ کبھی اس کے پاس سے گزریں گے؟" درخت نے آہ بھری. "آہ! کاش میرے پاس شیشے کے پتے ہوتے!" پل بھر میں اس کی شاخوں پر شیشے کے پتے ٹمٹما رہے تھے۔

"آخر کار درخت نے خود کو محفوظ محسوس کیا۔ لیکن اچانک تیز ہوا چل پڑی۔ اوہ، نہیں! ہوا نے شیشے کے پتوں کو ایک دوسرے سے ٹکرایا۔ وہ سب چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں ٹوٹ گئے!



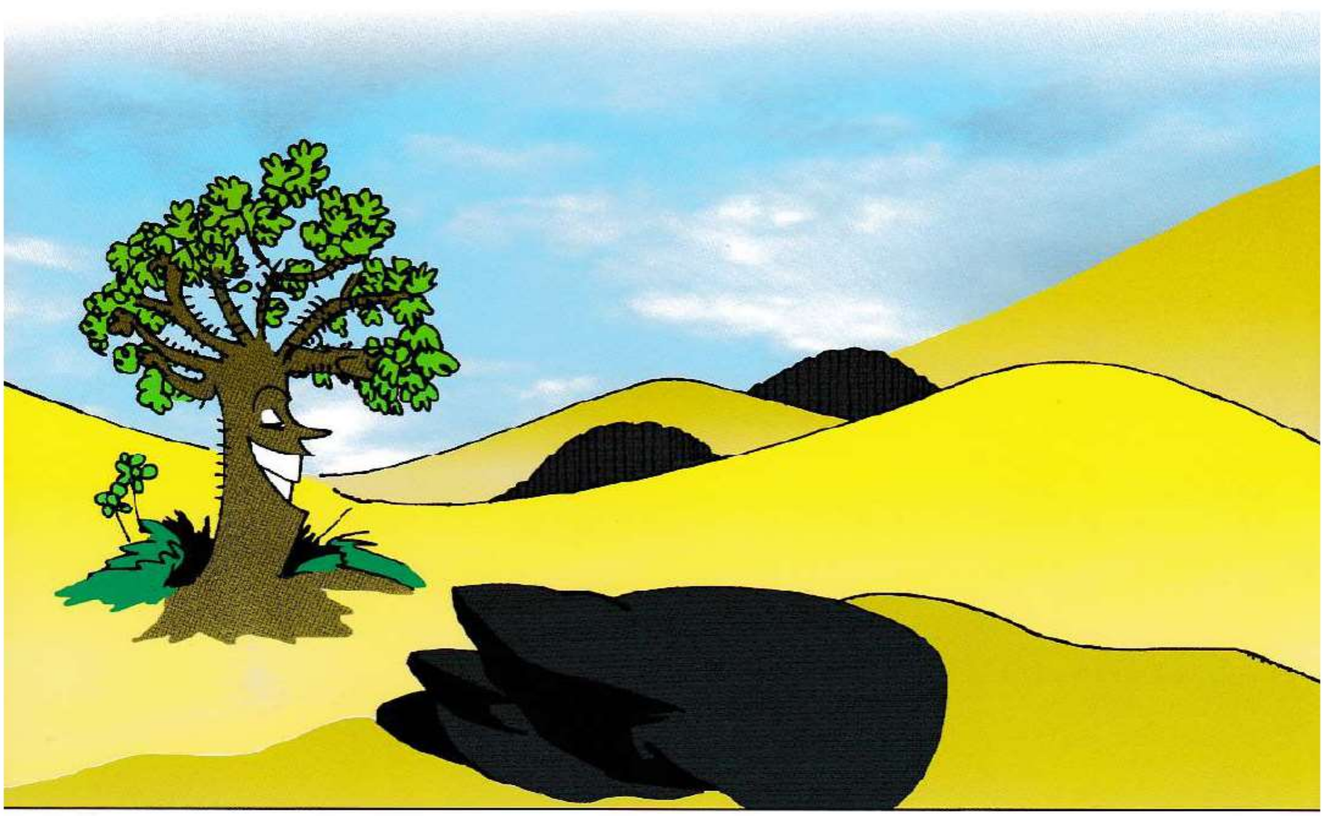
درخت نے چیخ کر کہا کیا میں کبھی سکون سے نہیں رہوں گا؟

پھر اس نے سوچا، "میں ایک درخت بننا چاہتا ہوں۔۔۔

...ایسے پتوں سے جنہیں بکری نہیں کاٹتی... ایسے پتوں سے جنہیں آدمی نہیں کاٹتے... پتوں سے ہوا نہیں توڑ سکتی! "

اس پر فوراً کانٹے اُگ آئے۔ یہ ایک بار پھر ببول کا درخت تھا! اور ایک ببول کا درخت خوشی خوشی رہ گیا۔ اس نے پھر کبھی اپنے کانٹوں پر افسوس نہیں کیا۔

بھارت کی ایک لوک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

شیر بادشاہ اور خرگوش

یہ سردیوں کی ایک روشن اور سرد صبح تھی۔ شیر بادشاہ مشکل سے اٹھا۔ ''میں شکار کرنے کے لیئے بہت بوڑھا ہوگیا ہوں'' اس نے اداسی سے سوچا۔

لیکن جلد ہی اس کا حوصلہ بلند ہوگیا۔ کیا وہ جنگل کا بادشاہ نہیں تھا؟ اس نے ایک منصوبہ بنایا اور انتظار کرنے کے لیئے اپنے غار کے باہر بیٹھ گیا۔

اس دن جنگل کے جانوروں کو اپنے بادشاہ سے ملاقات کے لیئے بلایا گیا۔ کانپتے ہوئے وہ غار کے قریب پہنچے۔



"میرا منصوبہ سنو، آج سے، شکار پر نکلنے کے بجائے، میں یہاں اپنے غار میں انتظار کروں گا۔ تم میں سے صرف ایک کو کھانے کے لیے میرے پاس آنے دو، تم سب مل کر فیصلہ کر سکتے ہو کہ میرا شکار کون ہو گا۔"

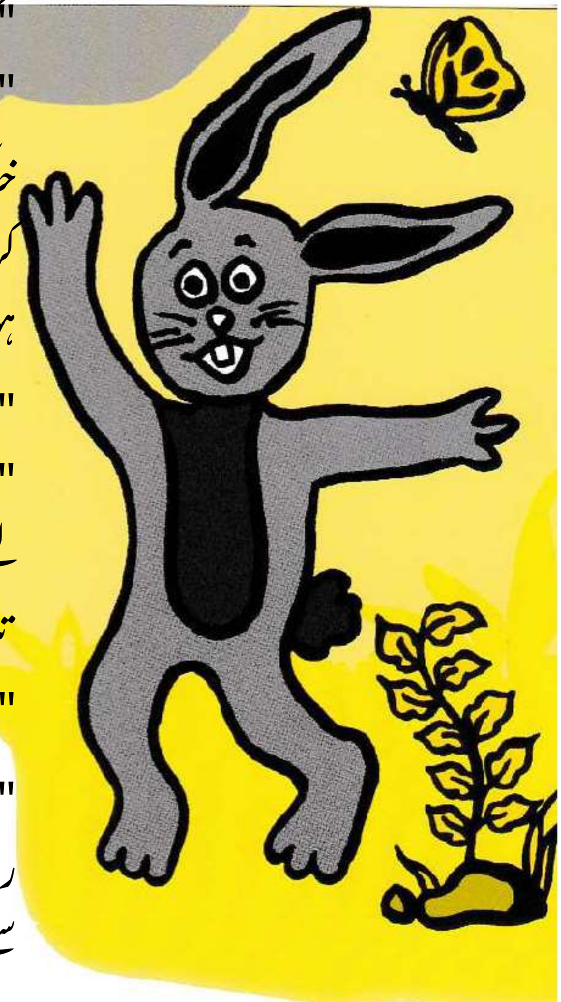
"اپنے آزادانتخاب سے، آپ پورے جنگل میں امن لا سکتے ہیں۔"

خیر! کیا شاندار خیال ہے! جانور حیران اور خوش ہوئے۔ صرف ایک چھوٹے خرگوش کو شک تھا۔ "جب ہمارا بادشاہ شکار پر جاتا ہے تو ہم سب کے پاس بچ نکلنے کا موقع ہوتا ہے۔ لیکن اس نئے منصوبے کے ساتھ جس کو چنا جائیگا اس کے لیئے کوئی فرار ہونے کا موقع نہیں ہوگا! آہ، غریب مخلوق! "

تاہم، منصوبہ شیر کے لیے بالکل کام کر گیا۔ اس کے پاس روزانہ ایک جانور بھیجا جاتا تھا جبکہ باقی بغیر کسی خوف کے اپنی زندگی گزارتے تھے۔
کچھ عرصہ بعد ننھے خرگوش کی باری آئی۔



"کیا میں بادشاہ کے پاس کھانا کھانے جاؤں؟" اس نے سوچا.
"نہیں! اصل میں، میں اس سارے انتظام کو روکنے جا رہا ہوں! "



خرگوش دھیرے سے بادشاہ کے غار میں چلا گیا۔ وہ باہر کھڑا انتظار کرنے لگا۔ جلد ہی شیر باہر نکل آیا۔ خرگوش کو دیکھ کر وہ دھاڑتے ہوئے بولا، "اتنی دیر کیوں کر دی؟"

"اے بادشاہ!" چھوٹے خرگوش نے عاجزی سے جواب دیا۔ "برائے مہربانی مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کے کھانے کے لیئے وقت پر پہنچنے کی کوشش کی۔ لیکن میری مرضی کے خلاف مجھے تاخیر ہوئی۔"

"بتاؤ کیا ہوا!" شیر نے کہا.

"جب میں چل رہا تھا،" خرگوش نے کہا، "ایک عجیب شیر نے مجھے روکا۔ 'میں تمہیں کھانے جا رہا ہوں!' اس نے کہا 'تم مجھے نہیں کھا سکتے!' میں نے اس سے کہا کہ میں جنگل کے بادشاہ سے ملنے جا رہا ہوں۔"

"'جنگل کا بادشاہ؟' عجیب شیر دہاڑ کر بولا۔ 'کون ہے وہ؟ میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا! مجھے دیکھاؤ اس 'بادشاہ' کو!' لیکن میں کسی طرح بچ نکلا، عزت مآب، اور سیدھا آپ کے پاس پہنچا!
"

بادشاہ غصے سے بھڑک اٹھا۔ "کہاں، وہ بدتمیز شیر کہاں ہے؟ مجھے اسی وقت اس کے پاس لے چلو!" وہ گرجا. خرگوش بادشاہ کو جنگل کے کنارے لے گیا۔



اچانک ان کے سامنے ایک کھلا میدان آگیا۔ میدان کے وسط میں ایک بڑا کنواں تھا۔
"مہربانی کرکے یہاں انتظار کرو، اے بادشاہ!" خرگوش نے کہا. "ہیں عجیب شیر کو ڈھونڈوں گا۔"

خرگوش کنویں کے پاس چلاگیا۔ وہ اندر دیکھنے کے لیئے بہت دور تک جھک گیا۔ آہ! اس کا اپنا چہرہ نیلے آسمان کے بیچ دیکھائی دیا۔

"وہ یہاں ہے، عجیب شیر یہاں ہے!" خرگوش نے کہا۔ پھر وہ کود کر ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔

بادشاہ گرجا! اس نے بھاگ کر کنویں کے پاس جا کر اندر دیکھا۔ وہاں ایک عجیب شیر تھا، اس کے اوپر واپس گرجا! بادشاہ حملہ کرنے کے لیئے کود پڑا۔

اور یہ شیر بادشاہ کے چالاک منصوبے کا انجام تھا!

ایک پنچتنتر کی کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

لمبا یا چھوٹا؟

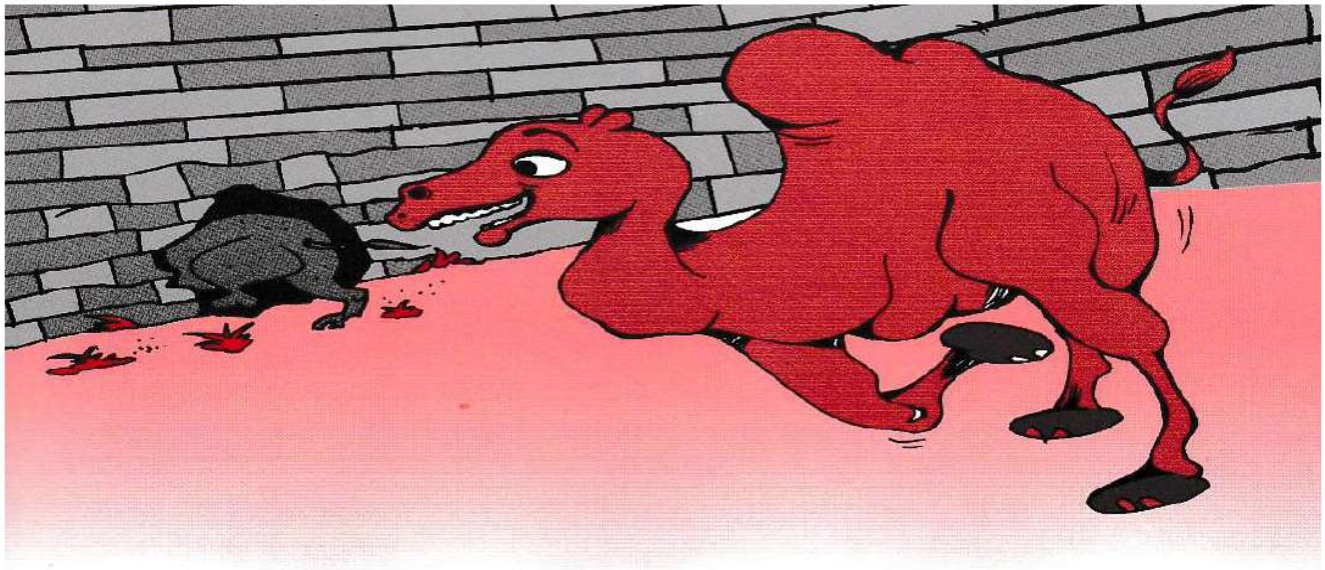
ایک اونٹ اور ایک سور بہت اچھے دوست تھے۔ لیکن وہ بغیر کسی رحم کے ایک دوسرے کو چھیڑتے تھے !ایک دن۔۔۔

اونٹ : ارے چھوٹے ! یہاں دیکھو! کیا تم اتنا لمبا نہیں بننا چاہتے؟

سور : اے لمبی ٹانگوں والے ! میں کیوں لمبا ہونا چاہوں؟ چھوٹا ہونا بہت بہتر ہے۔

اونٹ : دیکھو! میں اس دیوار کے بالکل اوپر دیکھ سکتا ہوں۔ دوسری طرف کھانے کے لیئے بہت سی اچھی چیزیں ہیں- جھاڑیاں اور جوان درخت اور پھول دار پودے۔ ہیں جہاں کھڑا ہوں وہاں سے رسیلی، سبز تنوں اور پتوں تک آسانی سے پہنچ سکتا ہوں۔ لیکن تم انہیں دیکھ بھی نہیں سکتے! اب سمجھ آیا؟





سور : ٹھہرو بھائی ! صبر کرو۔مجھے آپ کو درست کرنے دو۔ کیا آپ کو وہ سوراخ دیوار کے نیچے نظر آتا ہے ؟ میں اس سوراخ سے گزر سکتا ہوں ۔ میں دوسری طرف جا سکتا ہوں ! میں وہاں تمام اچھی چیزیں کھا سکتا ہوں ۔ لیکن تم ! کیا آپ کا کوئی حصہ اس سوراخ میں داخل ہو سکتا ہے ؟ نہیں ! یہاں تک کہ آپ کا سر بھی داخل نہیں ہو سکتا ! (ہنستے ہوئے) الوداع ، بائے ! مجھے یہاں سے کھاتے دیکھو! مزہ کرو!

سور سوراخ میں سکڑ گیا۔ وہ دوسری طرف چلا گیا۔

اونٹ بے آواز کھڑا رہا۔ پھر ،

اونٹ : آپ نے جو کہا وہ سچ ہے : کچھ چھوٹے ہیں کچھ لمبے ہیں میرا سائز سب کے لیئے بہترین سائز کیوں ہونا چاہیے ؟

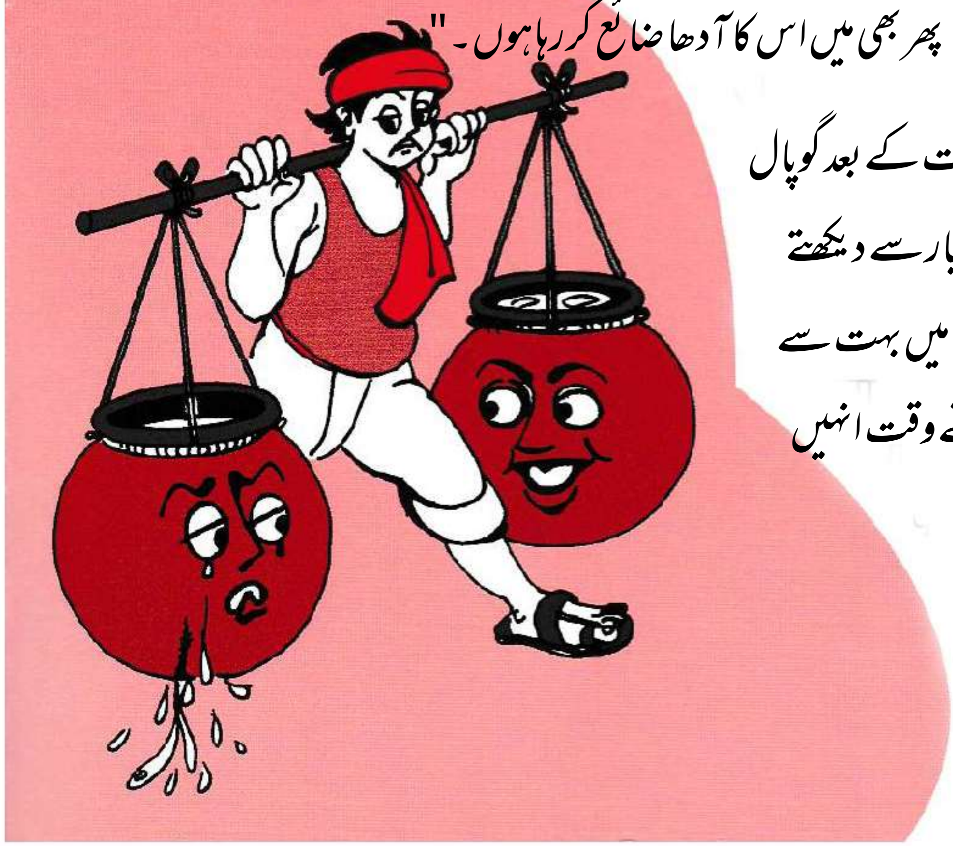
چٹخا ہوا مٹکا

گوپال ایک محنتی آدمی تھا، اور اس کا ایک کام دریا سے پانی لانا تھا۔ وہ کتنے سفر کرے گا! ہر روز آگے پیچھے، آگے پیچھے، وہ اپنے قدموں سے بنائے ہوئے راستے پر چلتا تھا۔

گوپال نے اپنے کندھوں پر متوازن ایک لمبے کھمبے سے جڑے دو مٹکوں میں ندی کا پانی اٹھایا۔ ایک مٹکے میں شگاف پڑ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا شگاف تھا، لیکن مٹکا ایک مستحکم "ٹپک، ٹپک، ٹپک" کے ساتھ ٹپک رہا تھا۔ دریا اور گھر کے درمیان، اس مٹکے میں آدھا پانی بہہ جاتا۔

یہ دیکھ کر جس مٹکے میں شگاف نہیں تھا اس کا غرور بڑھ گیا۔ "میری طرف دیکھو!" اس نے کہا. "میں ہمیشہ ایک قطرہ گرائے بغیر گھر آتا ہوں! "

اس سے چٹخے ہوئے مٹکے کو دکھ ہوا۔ "مجھے معاف کردو!" یہ گوپال سے کہتا ہے۔ "آپ اتنی تکلیفیں اٹھاتے ہیں کہ کافی پانی گھر لے آئیں! پھر بھی میں اس کا آدھا ضائع کر رہا ہوں۔"



ان میں سے ایک پشیمانی کی بات کے بعد گوپال ہنس پڑا۔ پھٹے ہوئے مٹکے کو پیار سے دیکھتے ہوئے بولا، "ہمارے راستے میں بہت سے کھلے ہوئے پھول ہیں، گزرتے وقت انہیں غور سے دیکھو۔ "

یہ سچ تھا! راستے میں بہت سے پھول کھلے ہوئے تھے۔ چٹکھا ہوا مٹکا ان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی پریشانی بھول گیا۔ ان کی خوبصورتی نے اس کے غم کا علاج کیا۔ لیکن گھر میں پھر اداس محسوس ہوا۔

گوپال سے اس نے کہا، "ان خوبصورت پھولوں نے مجھے تھوڑی دیر کے لیے اپنی مصیبتیں بھلا دی تھیں۔ لیکن تمہاری پریشانی میری وجہ سے بڑھی ہے۔ میں اسے کیسے بھول سکتا ہوں؟"

"اے مٹکے! تم نے سب سے اہم بات نہیں دیکھی!" گوپال نے جواب دیا۔ "راستے کے صرف ایک طرف پھول کھلتے ہیں!" انہوں نے کہا۔ "یہ آپ سے ٹپکنے والے پانی کی بدولت ہے کہ وہ پھل پھول رہے ہیں۔"

اس نے جاری رکھا، "ایک وقت میں میں نے ایک اور مٹکا خریدنے پر غور کیا، ایک نیا مٹکا جس میں کوئی شگاف نہ ہو۔ لیکن پھر میں نے سوچا، 'پھولدار پودوں کو پھلنا پھولنا چاہیئے۔ اور لوگوں کو ان سے لطف اندوز ہونا چاہیے۔'

"تم ہی ہو جو یہ ممکن بناتے ہو!" گوپال نے نتیجہ اخذ کیا۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

چیونٹی کی بنائی چپل



ایک دفعہ ایک چیونٹی جنگل میں رہتی تھی۔ یہ چیونٹی دوسری چیونٹیوں کی طرح نہیں تھی۔ وہ ہمیشہ نئے چیلنجز کی تلاش میں رہتی تھی۔

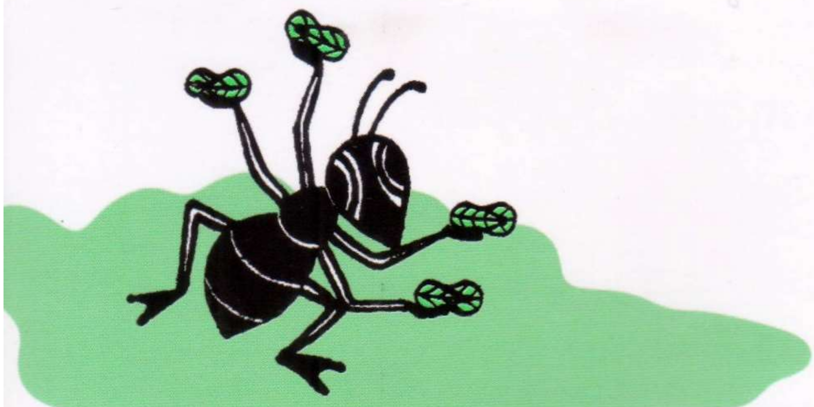
ایک دن اس نے کچھ چپل سلائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے پتے اور ٹہنیاں اکٹھی کیں اور وہ ساری رات کام کرتی رہی۔ فجر تک وہ ایک جوڑا ختم کر چکی تھی۔ وہ انہیں بیچنے نکلی تھی۔

راستے میں چیونٹی کی ملاقات ایک بندر سے ہوئی۔ کہنے لگی، "انکل، یہ چپل خرید لیں۔" بندر نے جواب دیا، "میرے دوست، میں چار ٹانگوں پر چلتا ہوں، میں ایک چپل کا کیا کروں گا؟"

اس دن چیونٹی سے جتنے بھی جانور ملے انہوں نے اسے ایک ہی جواب دیا۔

اس لیئے وہ یہ جان کر گھر واپس آگئی کہ کیا کرنا ہے۔ اس نے مزید پتے اور ٹہنیاں اکٹھی کیں اور پھر ساری رات کام کرتی رہی۔ فجر کے وقت اس کے پاس بیچنے کے لیے چپل کے دو جوڑے تھے۔





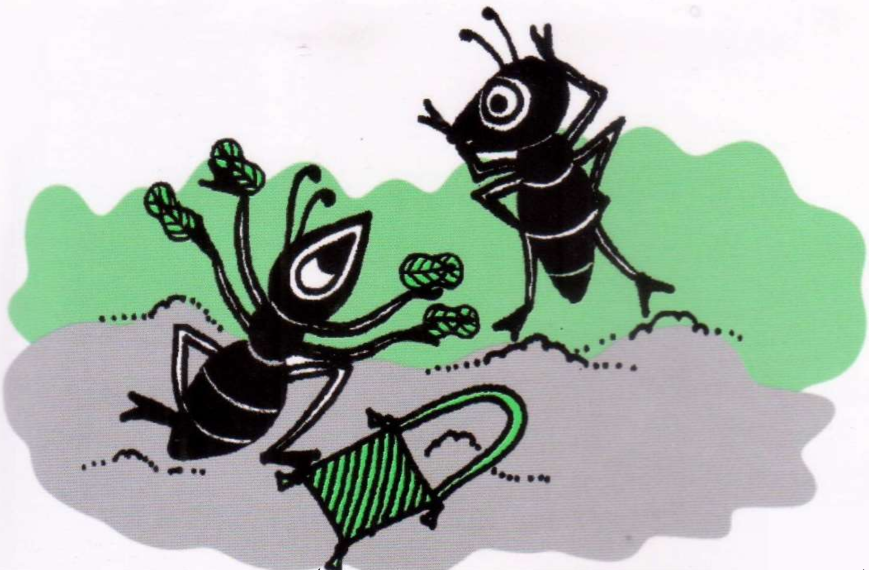


چیونٹی سیدھی بندر کے پاس گئی۔ بندر بیٹھ گیا اور چاروں چپل اپنے ہاتھ میں لیئے۔ اس نے انہیں غور سے دیکھا۔ پھر اس نے کہا، "یہ چپل تھوڑی چھوٹی ہیں، یہ مجھے فٹ نہیں ہو گے، لیکن یہ آپ کی طرح ایک اور چیونٹی کو فٹ ہو نگے، کیوں نہ اپنے کسی دوست سے پوچھیں؟" اس نے چپل واپس کی اور اپنے راستے پر چل دیا۔

چیونٹی اپنی سہیلی کے گھر چلی گئی۔ اس نے اپنے دوست کو چپل دکھائی۔ لیکن اس کے دوست نے کہا، "میں چار چپلوں کا کیا کرونگی؟ ہم سب چیونٹیوں کی چھ ٹانگیں ہیں۔ کیا تم بھول گئی؟"

چیونٹی شرمندگی سے لال ہو گئی! "تم ٹھیک کہہ رہی ہو" اس نے کہا اور جلدی سے گھر چلی گئی۔ اس رات اس نے چپل کا ایک اور جوڑا سلا۔ صبح وہ چھ چپلیں باندھ کر اپنے دوست سے ملنے چلی گئی۔





جب اس کی سہیلی نے چپل پہننے کی
کوشش کی تو چیونٹی نے اپنی سانس
روک لی۔ "براہ کرم، انہیں پسند کریں!
انہیں پسند کریں!" اس نے دعا کی۔

لیکن اس کی سہیلی نے کہا، "یہ چپل بہت اچھے ہیں۔ لیکن یہ بہت ہلکے وزن کے
ہیں۔ یہ بہت جلد پھٹ جائیں گے۔ اس لیئے مجھے یہ نہیں چاہیئے۔ ہمم... مجھے
معلوم ہے! جاؤ مکڑی سے پوچھو وہ ضرور خریدے گی۔"

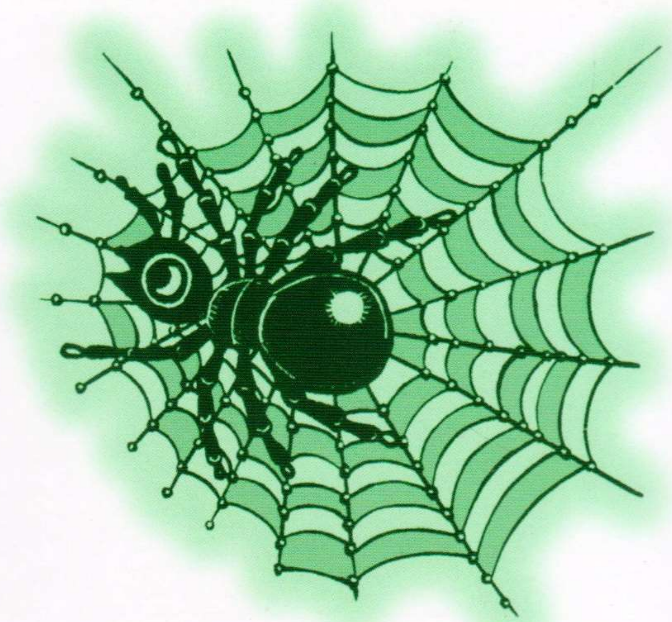


چیونٹی مایوسی سے مڑ گئی! لیکن جلد ہی اس نے دل پکڑ لیا۔ کیا اس کی چپل اچھی
طرح سے نہیں بنی تھی؟ کیا وہ دلکش نہیں تھے؟ آج وہ تمام چھ چپل بیچے گی! وہ
انہیں پیک کر کے مکڑی کو دیکھنے چلی گئی۔

مکڑی کے گھر کے دروازے پر چیونٹی رک گئی- اندر گئی تو کیا پکڑی نہیں جائے
گی؟ "آنٹی!" اس نے پکارا. "میں تم سے ملنے آیا ہوں!" مکڑی نے آکر اسے
غور سے دیکھا۔ "تم اتنے اداس کیوں ہو میرے پیارے؟" چیونٹی نے اسے
وہ سب کچھ بتا دیا جو اس نے چپل کا پہلا جوڑا سلانے کے بعد سے کیا تھا۔







اچانک چیونٹی نے دیکھا، "اوہ! مکڑی کی آٹھ ٹانگیں ہیں! وہ مجھے ایک اور جوڑا سلائی کرنے کے لیے گھر بھیجے گی!" لیکن مکڑی کے پاس ایک بہتر خیال تھا۔

"میں آپ کو بتاؤں گی کہ آپ کی چپل کیسے بیچنی ہے۔" اس نے شفقت سے کہا۔ "جاؤ اور گوجر کو دیکھو۔ اس میں بہت ساری ٹانگیں ہیں۔ اسے چپل کے اتنے ہی جوڑے چاہیں گے جتنے تم بنا سکتی ہو۔"

"شکریہ آنٹی!" چیونٹی نے کہا اور خوشی خوشی گھر چلی گئی۔

بھارت کی ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdui Mphammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

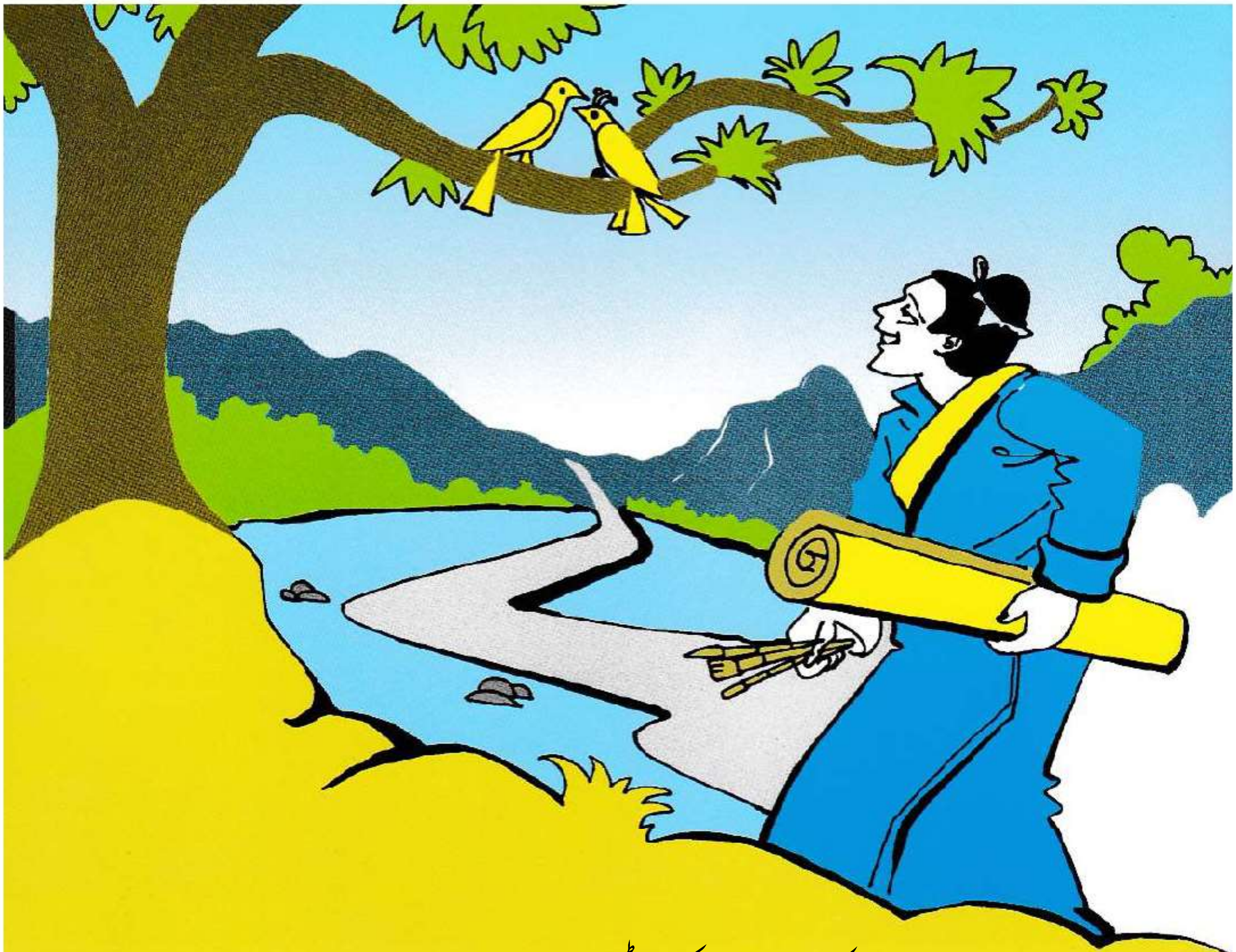
Artist Uma Krishnaswamy

پینٹر یانگ

ایک دفعہ یانگ نام کا ایک لڑکا اپنے چچا کے ساتھ رہتا تھا جو ایک مشہور فنکار تھا۔ ہر روز، یانگ اپنے چچا کے پاس بیٹھتا، اسے پینٹ کرتا دیکھتا۔ اس نے ہر تفصیل پر پوری توجہ دی۔ اس نے گھنٹوں وقت گزرنے کا احساس نہیں کیا۔

یانگ کے چچا نے دیکھا کہ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ لڑکے کی دلچسپی گہری ہوتی جا رہی ہے۔ تو، اس نے اسے کچھ سامان خریدا اور اس سے کہا، "جاؤ اور پینٹ کرو!" یانگ اپنے گاؤں، ڈرائنگ اور پینٹنگ میں گھومتا تھا۔ وہ جب بھی کوئی تصویر ختم کرتا تو چچا اس پر ایک نظر ڈال لیتے۔





ایک دن اس کے چچا نے چیخ کر کہا، "آپ کی پینٹنگز بہت خوبصورت ہیں! آپ میں بہت اچھا ہنر ہے!" اس نے ایک منٹ سوچا۔ انہوں نے کہا کہ آئیے ایک نمائش تیار کریں۔ "ہم اپنے تمام پڑوسیوں کو مدعو کریں گے۔ ہم آپ کی پینٹنگز دکھائیں گے۔ ہمارے دوست خوش ہوں گے! "

پڑوسی یانگ کی پینٹنگز دیکھنے آئے۔ وہ سب اس کی تعریف کرنے کے لیئے دوڑ پڑے۔ "یہ تصاویر بہت حقیقی لگ رہی ہیں!" ایک نے کہا. "مکھیاں آپ کے پھولوں سے امرت پینا چاہیں گی!" ایک اور نے کہا. "وہ تمہارے شہد کی مکھیوں میں زر گل لائیں گے! "

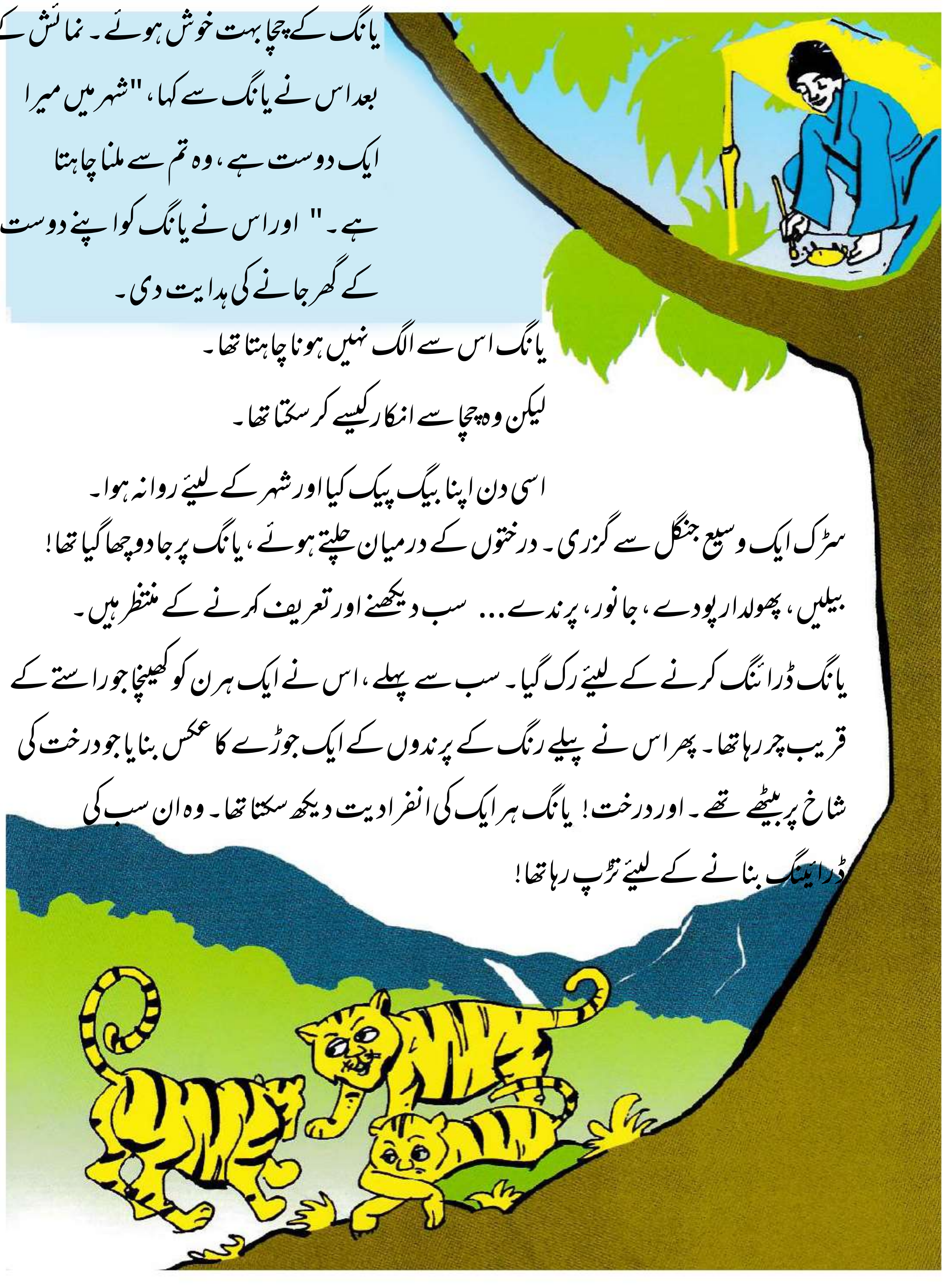
یانگ کے چچا بہت خوش ہوئے ۔ نمائش کے بعد اس نے یانگ سے کہا، "شہر میں میرا ایک دوست ہے، وہ تم سے ملنا چاہتا ہے ۔" اور اس نے یانگ کو اپنے دوست کے گھر جانے کی ہدایت دی ۔

یانگ اس سے الگ نہیں ہونا چاہتا تھا ۔
لیکن وہ چچا سے انکار کیسے کر سکتا تھا ۔

اسی دن اپنا بیگ پیک کیا اور شہر کے لیئے روانہ ہوا ۔

سڑک ایک وسیع جنگل سے گزری ۔ درختوں کے درمیان چلتے ہوئے ، یانگ پر جادو چھا گیا تھا ! بیلیں ، پھولدار پودے ، جانور ، پرندے ... سب دیکھنے اور تعریف کرنے کے منتظر ہیں ۔

یانگ ڈرائنگ کرنے کے لیئے رک گیا ۔ سب سے پہلے ، اس نے ایک ہرن کو کھینچا جو راستے کے قریب چر رہا تھا ۔ پھر اس نے پیلے رنگ کے پرندوں کے ایک جوڑے کا عکس بنایا جو درخت کی شاخ پر بیٹھے تھے ۔ اور درخت ! یانگ ہر ایک کی انفرادیت دیکھ سکتا تھا ۔ وہ ان سب کی ڈرائینگ بنانے کے لیئے تڑپ رہا تھا !



یانگ کئی دنوں تک جنگل میں ڈرائنگ اور پینٹنگ کرتا رہا۔ ہر رات وہ راستے کے اوپر درختوں کی جھونپڑی میں محفوظ طریقے سے سوتا تھا۔

ایک دن یانگ نے ایک سور دیکھا۔ جب وہ اس کی تصویر بنا رہا تھا تو ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ آدمی چیخ رہا تھا، "شیر! شیر! "

اوہ، نہیں! کیسے بچیں؟ یانگ کو ایک خیال آیا۔ اس نے سور کی پینٹنگ لی۔ اس نے اسے جھاڑی سے ٹکا دیا۔ پھر وہ اور وہ آدمی جتنی جلدی ہو سکے ایک ساتھ بھاگے۔

جلد ہی شیر جھاڑی کے پاس آگیا۔ اس نے سور کو دیکھا اور رک گیا۔ "گرررر!" وہ بلند ہو گیا. یہ جھپٹنے کے لیے تیار ہو گیا۔

جلدی سے، یانگ اور آدمی ایک درخت کی جھونپڑی پر چڑھ گئے۔ وہ محفوظ تھے!

ایک چینی کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi **Urdu** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi **Artist** Uma Krishnaswamy

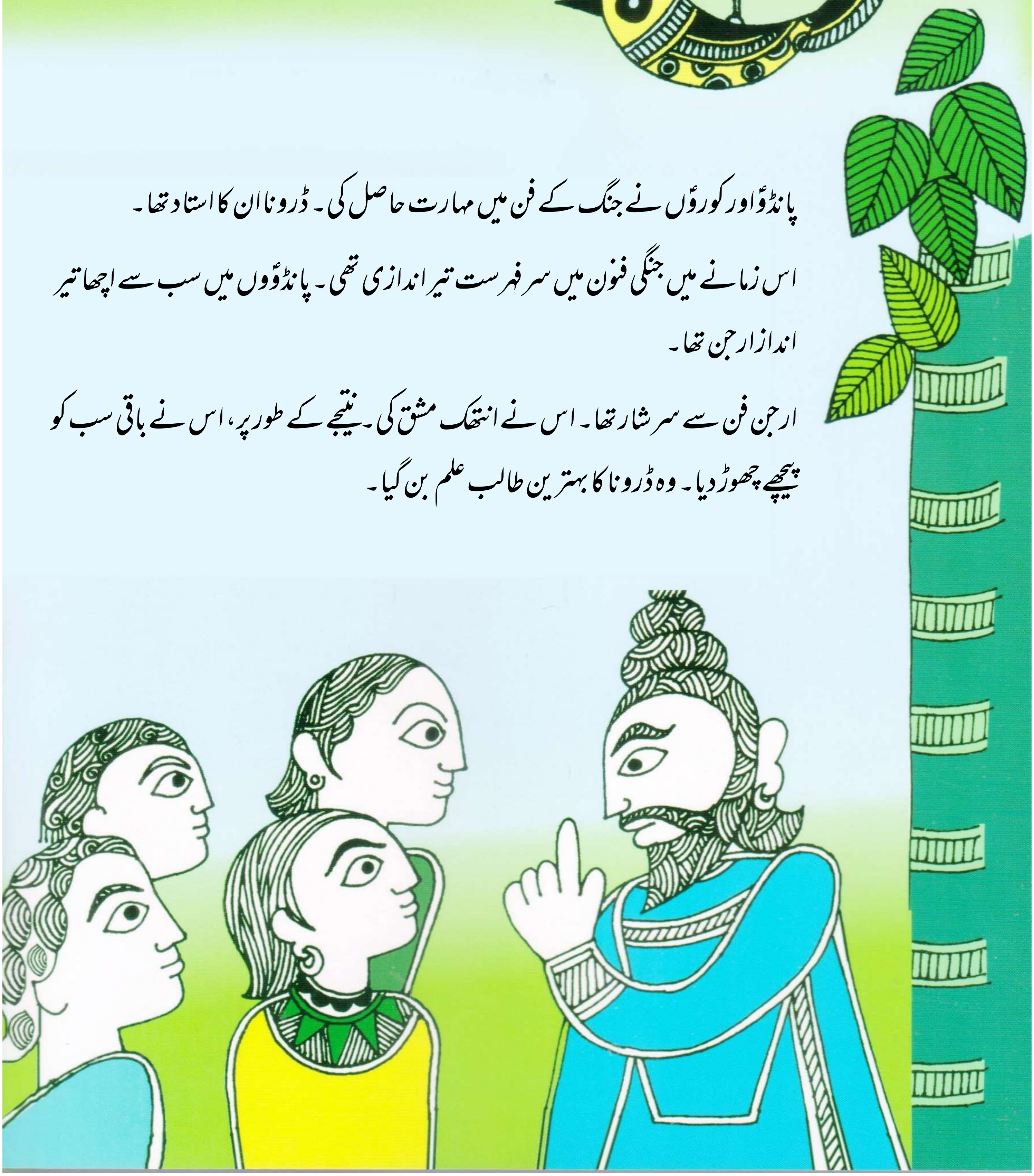
بہترین طالب علم



پانڈؤاور کورؤں نے جنگ کے فن میں مہارت حاصل کی۔ ڈرونا ان کا استاد تھا۔

اس زمانے میں جنگی فنون میں سر فہرست تیر اندازی تھی۔ پانڈؤوں میں سب سے اچھا تیر انداز ارجن تھا۔

ارجن فن سے سرشار تھا۔ اس نے انتھک مشق کی۔ نتیجے کے طور پر، اس نے باقی سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ وہ ڈرونا کا بہترین طالب علم بن گیا۔

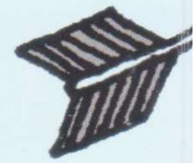


ارجن کی مستعدی نے ڈرونا کو متاثر کیا تھا۔ اس نے اسے اضافی اسباق دیئے، اسے دوسروں سے الگ کردیا۔

کوروؤ بھائیوں کو یہ بالکل پسند نہیں آیا! انہوں نے ارجن کو رشک سے دیکھا۔

ایک دن ڈرونا نے اپنے طالب علموں کا امتحان لینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اونچی شاخ سے لکڑی کا نشان لٹکایا۔ نشانے کی شکل بنائی گئی تھی اور اسے پرندے کی طرح پینٹ کیا گیا تھا۔

"طلبہ!" ڈرون نے انہیں اپنے پاس بلایا۔





جب وہ اکٹھے ہو گئے تو اس نے کہا، "لکڑی کے پرندے کو دیکھو، یہ تمہارا ہدف ہے۔ اس کا بغور مطالعہ کرو اور اچھی طرح نشانہ رکھو! تمہارا تیر پرندے کی آنکھ میں چھید جائے۔"





پانڈؤاور کورؤبلائے جانے کے لیئے تیار کھڑے تھے۔ سب سے پہلے ڈرونا نے یودھیشٹھیرا کو بلایا۔ یودھیشٹھیرا نے ہدف کو نشانہ بنایا۔ اس نے اپنا تیر تیار کیا۔ اچانک ڈرون کی آواز تیزی سے آئی۔

"یودھیشٹھیرا! "

لڑکا انتظار کررہا تھا۔ "کیا دیکھتے ہو؟" سوال آیا.

"اے مالک!" یودھیشٹھیرا نے جواب دیا۔ "میں تمہیں دیکھتا ہوں، میں درخت دیکھتا ہوں، میں پتے دیکھتا ہوں، میں پرندے کو دیکھتا ہوں" اس نے کہا۔

"ایک طرف ہٹ جاؤ، یودھیشٹھیرا!" ڈرون نے کہا۔ "آپ ہدف کو اچھی طرح سے نہیں دیکھ رہے ہیں کہ اسے مار سکیں۔ آپ اپنا مقصد کھو دیں گے۔ "

اس کے بعد دریودھن کی باری تھی۔ ڈرون نے وہی سوال کیا۔ دوریودھن نے کہا، "اے ماسٹر! میں آپ کو دیکھتا ہوں، اور میں دوسرے طالب علموں کو دیکھتا ہوں! اور میں درخت، شاخیں اور پتے دیکھتا ہوں! اور میں پرندے کو دیکھتا ہوں! بہت سی چیزیں میری آنکھوں کو دکھائی دیتی ہیں!" اس نے فخر سے کہا۔



" تم اپنے مقصد سے محروم رہو گے، دریودھن!" جواب آیا

بھیما کی، نکول کی، سہدیو کی اور دوسروں کی باری اسی طرح گزری۔

آخر کار ارجن کی باری تھی۔ اس نے اپنا تیر تیار کیا۔ وہ باقی سب کچھ بھول گیا۔ وہ خود کو بھی بھول گیا۔ اس نے لکڑی کے پرندے پر توجہ دی۔

ڈرونا نے اس سے پوچھا، "ارجن، تم کیا دیکھ رہے ہو؟"

"پرندے کی آنکھ، اے مالک،" ارجن نے کہا۔ "میں وہی دیکھ رہا ہوں۔"

ڈرون سمجھ گیا کہ ارجن پوری طرح ہدف پر مرکوز ہے۔ تو اس نے اس سے کہا اپنا تیر چھوڑ دو۔

ارجن نے اپنا تیر چھوڑا۔ تیر سیدھا اور ٹھیک نشانے کی طرف نکلا۔ اس نے پرندے کی آنکھ کو چھید دیا۔

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy



32

ہاتھی کا وزن

ایک بار ایک امیر آدمی نے اپنے پسندیدہ ہاتھی کا وزن کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن کیسے؟ اس نے اپنے گاؤں کے لوگوں سے خیالات پوچھے۔ ان میں سے ایک نے کہا، "ہمیں ایک بڑا ترازو لانا چاہیے!" لیکن دوسروں نے اس سے پوچھا، "کس کے پاس ہاتھی کے وزن اتنا بڑا ترازو تولنے کے لئے ہے؟

"میں جانتا ہوں!" ایک اور نے کہا. "ہمیں ہاتھی کو ٹکڑوں میں کاٹنا چاہیئے اور ہر ٹکڑے کا الگ الگ وزن کرنا چاہیے۔" کتنا خوفناک خیال ہے! لیکن اس سے بہتر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ وہ سب کام پر واپس چلے گئے۔

ایک متجسس بچہ بڑوں کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ "وہ کبھی ہاتھی کا وزن کیسے ناپ سکیں گے؟" اس نے حیرت کیا۔

"یہ ناممکن ہے!" لیکن پریشانی نے اس کے دماغ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ اس کے بارے میں سوچنا نہیں روک سکتا تھا۔

اب اس بچے کو دریا کے کنارے بیٹھ کر تمام کشتیوں کو آتے جاتے دیکھنا پسند تھا۔



ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک کشتی پانی میں بہت نیچے بیٹھی ہے ۔
اس کے اطراف میں لہریں بلند ہو رہی تھیں ۔

اچانک لڑکا چھلانگ لگا کر امیر کے گھر کی طرف بھاگا ۔
"میں آپ کو دکھا سکتا ہوں کہ آپ کے ہاتھی کا وزن
کتنا ہے !" اس نے اسے بتایا. اور اس سے ہاتھی کو
دریا کے کنارے لانے کو کہا ۔

سارے گاؤں والے ارد گرد جمع ہو گئے ۔ لڑکا ہدایات
دینے لگا ۔ "ہمیں ایک مضبوط کشتی کی ضرورت ہے !"
انہوں نے کہا. ایک کشتی لائی گئی ۔ "اب ہاتھی کو کشتی
میں سوار ہونا چاہیئے ! "

ہاتھی کے داخل ہوتے ہی کشتی
پانی کی سطح سے تھوڑا نیچے ہوئی

لڑکے نے مار کر لیا جو وہ گھر سے لایا تھا۔ اس نے کشتی کے اس طرف ایک لکیر کھینچی جہاں پانی کی سطح اسے چھوتی تھی۔ "اب ہاتھی کو کشتی سے نکالو!" اس نے ہدایت کی. جلد ہی ہاتھی کنارے پر محفوظ کھڑا تھا۔ اور کشتی پانی میں اٹھ چکی تھی! سائیڈ پر لائن صاف نظر آرہی تھی!

" اب کچھ پتھر کشتی پر لادنے دو!" اگلا حکم تھا





"پتھروں کو اس وقت تک لادتے رہیں جب تک کہ کشتی وہاں تک نہ ڈوب جائے جہاں وہ پہلے تھی! کنارے کی لکیر کو پانی کی سطح کو چھونے دو!"

"رکو!" جب لائن پانی تک پہنچی تو لڑکے نے کہا۔ "اب کشتی کے تمام پتھروں کا کل وزن ہاتھی کے وزن کے برابر ہے! "

گاؤں والوں نے تالیاں بجائیں۔ "کیا ہوشیار بچہ ہے!" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ لیکن لڑکے نے چیخ کر ایک سوال کیا: کیا ہم پتھروں کا کل وزن معلوم کریں؟

فوری طور پر، لوگ اپنے بیلنس ترازو جمع کرنے کے لیۓ ان کے گھروں کو بھاگ گیۓ۔ ایک ایک کر کے کشتی سے پتھر نکالے گیۓ۔ گاؤں کے بچوں نے بلائے جانے پر وزن لکھ دیا۔

آخر کار آخری پتھر کا وزن کیا گیا۔ تمام پتھروں کے وزن کو جوڑ دیا گیا۔ تمام حساب دوبار چیک کیۓ گیۓ۔ لڑکے نے کل پڑھا۔ اور امیر آدمی خوشی سے ہنس پڑا! اس کے لیۓ ہاتھی کا وزن تھا۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdui Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ایک بہت لمبی کہانی

ایک دفعہ ایک بادشاہ تھا جسے ہر قسم کی کہانیاں پسند تھیں۔ جب بھی اس کے پاس کوئی فالتو لمحہ ہوتا، وہ اپنے عملے میں سے کسی ایک وزیر، ایک جنرل، ایک گارڈ، یہاں تک کہ ایک باغبان کو بلواتا اور انہیں حکم دیتا کہ وہ اپنی پسند کی باتیں سنائیں۔ اس کی کہانیوں کی بھوک کبھی پوری نہیں ہوتی تھی۔

ایک دن اس نے مزید لوگوں کی کہانیاں سننے کا طریقہ سوچا۔ "میں کہانی سنانے کا مقابلہ کروں گا!" اس نے فیصلہ کیا۔

سلطنت کے کونے کونے میں اعلان ہوا : "بادشاہ اس کہانی سنانے والے کو سونے کے 1,000 سکے دے گا جو طویل ترین کہانی سنائے گا! "

مقابلے میں حصہ لینے کے لیئے دور دراز سے کہانی کار آتے تھے۔ اور ان کی کہانیاں لمبی تھیں! ایک کو بتانے میں پورا ہفتہ لگا۔ دوسرے کو دس دن لگے۔ ابھی تک ایک اور کہانی پورے مہینے تک پھیلی ہوئی تھی! لیکن بادشاہ ہمیشہ کہنے والوں سے کہتا تھا کہ تمہاری کہانی زیادہ لمبی نہیں ہے۔ اور وہ انہیں رخصت کر دیتا۔

کہانی سنانے والے آتے رہے۔ بادشاہ انہیں رخصت کرتا رہا۔ یہ سلسلہ مہینوں تک چلتا رہا یہاں تک کہ۔

ایک دن ایک شاطر شاعر محل میں پہنچا۔ "مجھے وہ 1000 سونے کے سکے جیتنے چاہئیے!" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

جب اس کی باری بادشاہ سے ملنے کی آئی تو اس نے اس سے کہا، "مہاراج، مجھے ایک بہت لمبی کہانی معلوم ہے، اسے پوری طرح بتانے میں زندگی بھر لگ جائے گی! "

"بہترین!" بادشاہ نے کہا. "اب، شروع کرو!"



شاعر نے کہا۔ "لیکن آپکو ایک شرط ماننی ہوگی۔" "ٹھیک ہے،"
"مجھے بتاؤ،" بادشاہ نے کہا۔
"آپ کو ضرور کہنا ہوگا، 'اور پھر؟ اور پھر؟' جب آپ سنیں،" شاعر نے کہا۔
"کیا یہ سب ہے؟" بادشاہ نے پوچھا. چنانچہ، شاعر نے شروع کیا:

ایک زمانے میں ایک امیر اور خوشحال سلطنت تھی۔ اس کے دھان کے کھیت دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ عوام کبھی بھوکے نہیں سوئے۔ انہوں نے سخت محنت کی اور خوش تھے۔

ایک ایسا موسم آیا جب دھان اس طرح پھلا جیسے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ فصل بہت بڑی تھی! پوری مملکت میں تازہ صاف کیئے گئے اناج کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

بادشاہ کے وزیروں میں سے ایک نے مشورہ دیا، "آئیے ہم ایک بہت بڑا غلہ خانہ بنائیں۔ سارا فاضل غلہ وہاں ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر اگر ہماری فصلیں بھی نہ ہو جائیں تو ہم لوگوں کو کھانا کھلا سکیں گے۔" بادشاہ راضی ہو گیا۔

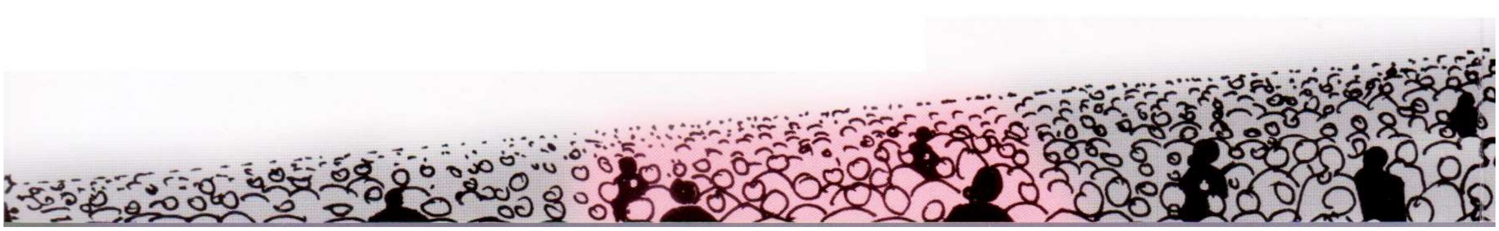
ہزاروں آدمی نئے اناج پر کام کرنے آئے۔ جب یہ ختم ہوا تو دنیا میں اس جیسا کچھ نہیں تھا! لوگ دور دور سے اسے دیکھنے آتے تھے۔ یہ نہ صرف بہت بڑا تھا؛ یہ سب سے اوپر تک اناج سے بھرا ہوا تھا۔

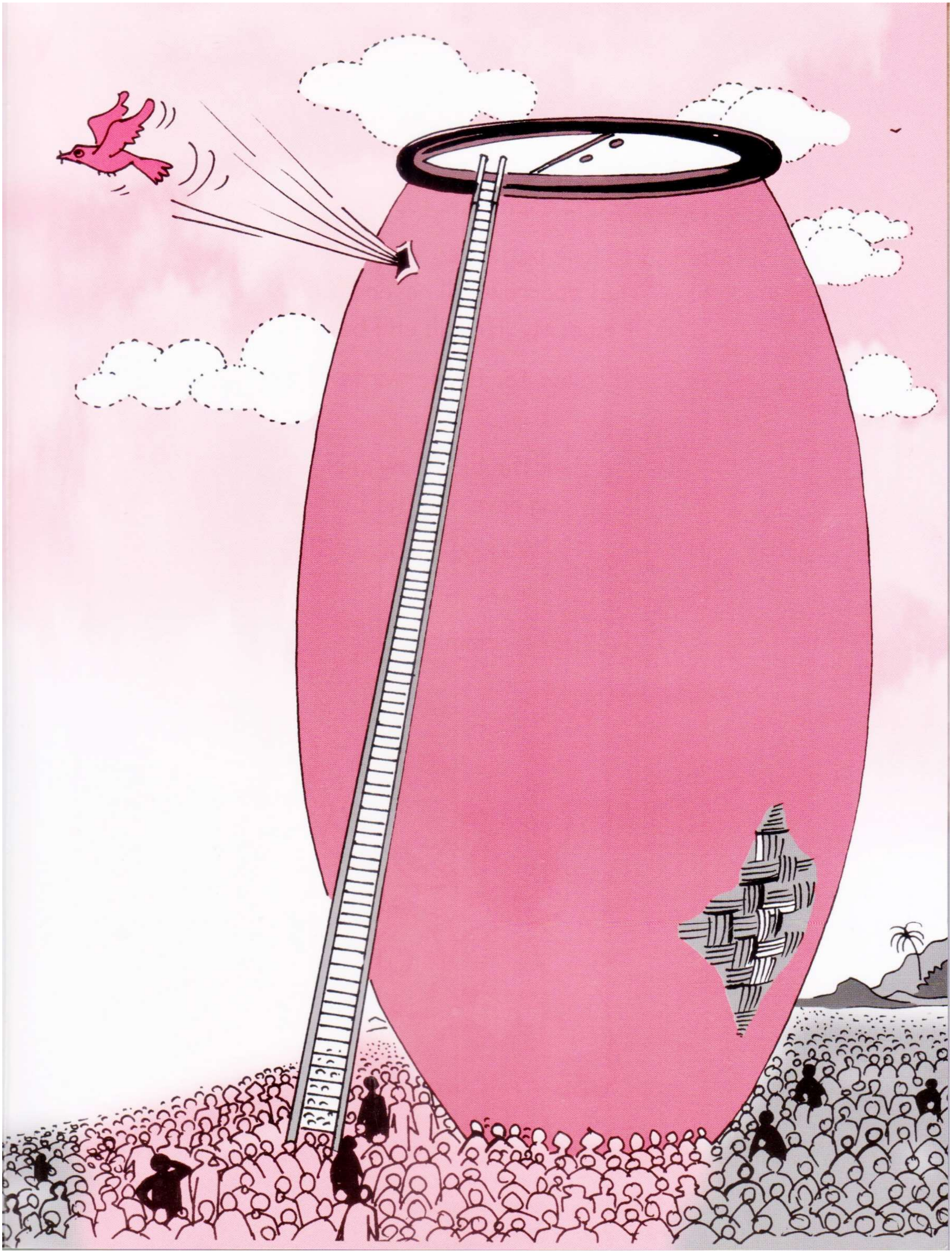
اب اناج کی دیوار پر ہوا کے گزرنے کے لیے ایک چھوٹا سا سوراخ بنا دیا گیا تھا۔ ایک دن ایک گوریا نے اس سوراخ کو دیکھا۔ وہ اڑ کر اندر آئی اور اپنی چونچ سے چاول کا ایک دانہ اٹھا لیا۔ پھر وہ اناج کو اپنے گھونسلے میں لے گئی۔

شاعر نے توقف کیا۔ بادشاہ نے پوچھا "اور پھر؟"

"گوریا واپس غلہ خانہ میں اڑ کر گئی اور وہ اپنی چونچ میں چاول کے دانے لے کر فررر، دوبارہ باہر آئی، اس نے اس دانے کو اپنے گھونسلے میں ڈال دیا۔۔۔"

شاعر نے توقف کیا۔ بادشاہ نے پوچھا "اور پھر؟"





"دوبارہ، گوریا غلہ خانہ میں اڑ کر گئی اور اپنی چونچ میں چاولوں کا ایک دانہ لے لیا۔ فرررر! پھر سے، وہ اپنے گھونسلے کی طرف اڑ گئی۔۔۔"

شاعر نے اپنی کہانی کو آگے بڑھایا۔ اس نے بتایا کہ چڑیا بار بار اناج کی طرف جاتی تھی اور ہر بار چاول کا ایک ایک دانہ نکالتی تھی۔

بادشاہ جلد ہی صبر کھونے لگا۔ "اور پھر؟ اور پھر؟" انہوں نے کہا. لیکن وہ سوچ رہا تھا، "وہ چڑیا اپنے چاولوں کے دانے لے کر آگے پیچھے اڑنا کبھی نہیں روکے گی۔ میری زندگی اس کہانی کے مکمل ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گی! "

اس نے کان ڈھانپ کر اپنے نوکروں کو بلایا۔ "مجھے سونے کے 1000 سکے لاؤ!" اس نے گرجکر کہا۔

شاعر کہہ رہا تھا "اور پھر پرندہ اپنے گھونسلے کی طرف اڑ گیا..." اب وہ رک گیا اور انتظار کرنے لگا۔ بادشاہ نے اسے سونے کے ایک ہزار سکے دیئے۔

شاعر نے اچھے طریقے سے اپنا شکریہ ادا کرنا شروع کیا لیکن بادشاہ نے اسے خاموش کر دیا۔



" تم دور چلے جاؤ! دور، دور! " اس نے حکم دیا۔ چنانچہ شاعر بغیر کسی لفظ کے محل سے چلا گیا۔ اور بادشاہ نے چین کی سانس لی۔

بھارت سے ایک لوک کہانی

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

نندا ریا اور مگرمچھ

نندا ریا، بہادر چھوٹا بندر، گھنے اور خطرناک جنگل میں اکیلے گھومنا پسند کرتا تھا۔

ایک دن وہ ایک وسیع دریا پر آیا جس کے بیچ میں ایک جزیرہ تھا۔ اور کیا جزیرہ ہے! سرے سے سرے تک آم کے درختوں سے بھرا پڑا تھا۔ پکے پھل اپنے پتوں کے درمیان دلکشی سے چھپ جاتے ہیں۔ میں ان آموں کو چکھنا پسند کروں گا!" نندا ریا نے سوچا۔ "لیکن دریا اتنا چوڑا اور تیز ہے۔ میں کیسے پار کر پاؤںگا؟"

اچانک اس نے دیکھا کہ ایک چٹان پانی کے اوپر اٹھتی ہے، جزیرے کے آدھے راستے پر۔ آہا! ... ایک بڑی چھلانگ میں نندا ریا چٹان تک پہنچ گیا۔ ایک اور چھلانگ اسے جزیرے پر لے آئی۔ ایک خطرناک کراسنگ! لیکن بہادر نندا ریا کے لیے زیادہ خطرناک نہیں!

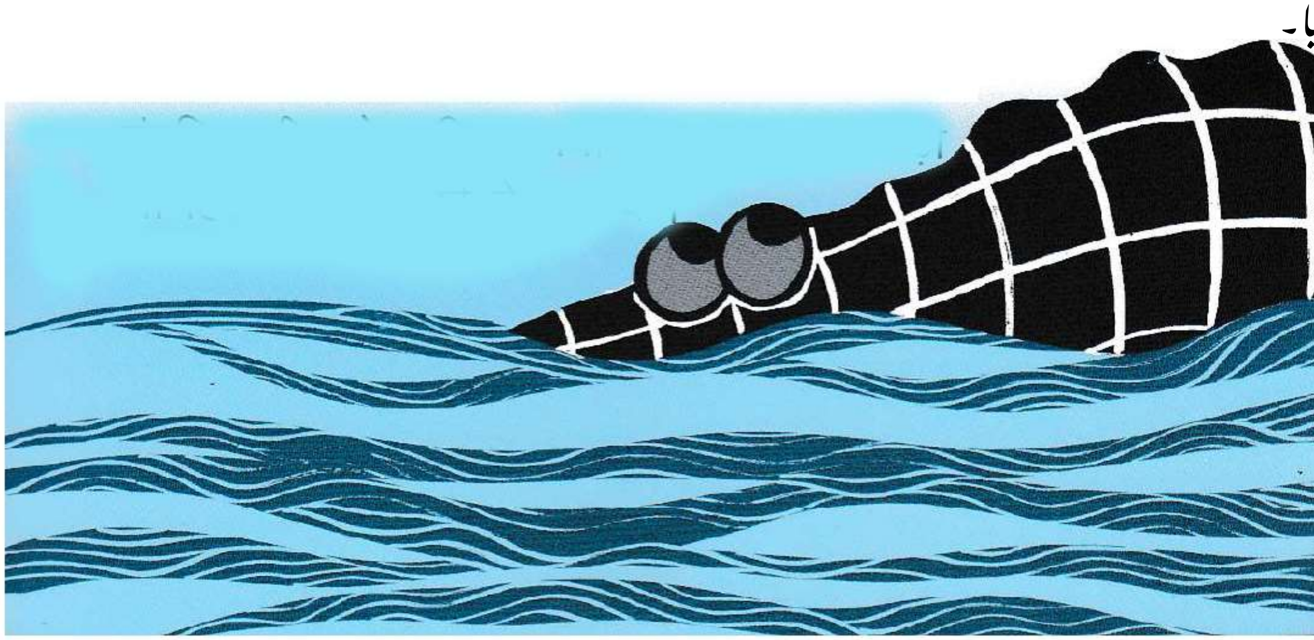


نندا ریا نے درخت پر چڑھ کر آم چکھا۔ یہ مزیدار تھا! اس نے ایک اور آزمایہ۔ اس کا ذائقہ اور بھی بہتر ہے!
نندا ریا نے اپنے دل کی تسلی کے لیئے آم کھائے۔ پھر اس نے واپس چٹان پر چھلانگ لگائی اور وہاں سے واپس دریا کے کنارے پر آ گیا۔ پھر وہ گھر چلا گیا۔

اس رات نندا ریا نے اپنی ماں اور باپ کو جزیرے اور اس کے شاندار پھل کے بارے میں سب کچھ بتایا۔
"میرے ساتھ آؤ اور مزے کرو..." اس نے انہیں دعوت دی۔ ''ہمارے پاس وقت نہیں ہے،'' انہوں نے جواب دیا۔ نندا ریا کے دوستوں نے بھی انکار کر دیا۔ "وہ جزیرہ بہت دور ہے،" انہوں نے کہا۔

نندا ریا ان کے سوچ کو نہ بدل سکا۔ چنانچہ جب وہ جزیرے پر جاتا تو ہمیشہ خود ہی جاتا۔ کیا اس خیال نے اسے پریشان کیا؟ ہر گز نہیں۔ گہرے جنگل میں اتنے بہادر چھوٹے بندر کے لیئے کوئی خوف نہیں تھا۔
لیکن خطرہ منڈلا رہا تھا! ایک مگرمچھ نے نندا ریا کے آنے جانے کو دیکھا تھا۔ "اوہ! ایک چھوٹا بندر اکیلے گھوم رہا ہے! کیا لذیز دعوت ہے!" اس نے خود سے کہا. اس نے بندر کو کھانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ٹھنڈے دماغ میں ایک منصوبہ بنا۔ یہ نندا ریا کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔

خراب موسم نے نندا ریا کو چند دنوں تک گھر میں رکھا۔ اور اگلی بار جب وہ آم لینے گیا تو اسے ایک جھٹکا لگا! بارش نے دریا کو سطح کو اونچا کر دیا تھا! چٹان کی چوٹی تقریباً اونچے پانی سے چھپی ہوئی تھی۔
"مجھے ہوشیار رہنا چاہیئے،" نندا ریا نے سوچا۔ "ورنہ یہ بہتا ہوا دریا مجھے بہا لے جائے گا!" اس نے اپنی طاقت جمع کی اور چھلانگ لگا دی۔ کامیابی! وہ چٹان کی چوٹی پر سیدھے اترا۔ پھر ایک اور چھلانگ لگا کر وہ جزیرے پر پہنچ گیا۔



وہ واپس آنے پر کتنا پرجوش تھا! اس نے آہستہ سے مزے لیکر کھایا۔ اس نے سب سے پکے پھل کا انتخاب کیا۔ اس نے ہر لقمہ کا مزہ لیا۔

اور اب گھر جانے کا وقت تھا۔ نندا ریا چٹان کو چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہو گیا۔ لیکن ٹھہرو! پتھر مختلف لگ رہا تھا! اس نے اسے غور سے دیکھا۔ ہمم۔ وہ اب اس کے آنے کے وقت سے بڑا تھا۔ یہ پھولے ہوئے دریا کے اوپر بلند ہوا۔ "کوئی مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے!" اس نے محسوس کیا. لیکن کون؟ اس نے جاننے کی کوشش کی۔



"بھائی پتھر! آج آپ کیسے ہیں؟" اس نے بلایا. کوئی جواب نہیں آیا۔ "تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہے؟ کیا ہماری دوستی ختم ہو گئی ہے بھائی؟" اس نے پوچھا۔

مگرمچھ پانی میں سر اور دم کو چھپائیے چٹان کے اس پار پڑا تھا۔ نندا ریا کی مدھم چیخ سن کر اس نے تھوڑا سا سر اٹھایا۔ اب یہ نندا ریا کو صاف سن سکتا تھا: "بھائی پتھر، بھائی پتھر! "

لالچ سے بے وقوف بنا، مگرمچھ نے سوچا، "اوہ! بندر اور چٹان کی دوستی ہونی چاہیئے۔ اچھا ہو گا کہ میں جواب دوں۔" " وہ کیا تھا بچے؟" اس نے بلایا اور اس نے سر اٹھا کر دیکھا



اب نندا ریا سمجھ گئی تھی۔ "ہیلو، مسٹر مگرمچھ!" اس نے بلایا۔ "کیا میں آپ کے لیئے کچھ کر سکتا ہوں؟" مگرمچھ کا منصوبہ ظاہر ہو گیا! وہ ناراض تھا! "میں تمہیں کھانا چاہتا ہوں!" وہ گرجا۔

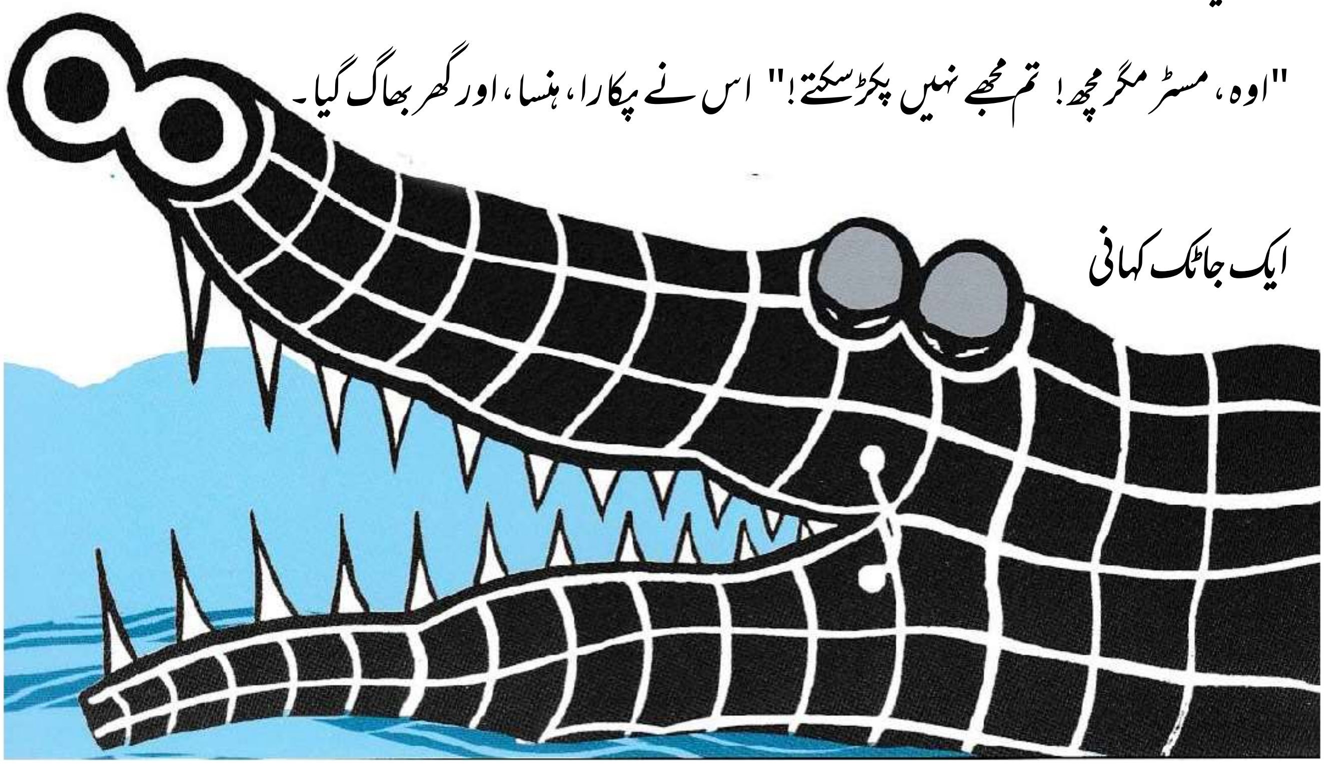
"میں کیسے بچوں گا؟" نانددریہ نے حیرت سے پوچھا۔ لیکن کیا وہ بے خوف نہیں تھا؟ اس نے جلدی سے سوچا اور منصوبہ بنایا۔

" ٹھیک ہے مسٹر مگرمچھ!" انہوں نے کہا۔ "تم نے مجھے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہے۔ میں سیدھا تمہارے منہ میں کود ونگا۔ براہ کرم اسے کھول دو۔ لیکن اگر میں اپنا نشانہ کھو بیٹھا تو اپنی آنکھوں کو بچا نے کے لیئے انھیں بند رکھیں۔"

بے وقوف مگرمچھ نے آنکھیں بند کرلیں اور منہ کھول لیا۔ نندا ریا نے چھلانگ لگائی، اوپر، اوپر اور اوپر اور مگرمچھ کے جبڑوں کو پار کیا۔ وہ مگرمچھ کی پیٹھ کے بیچوں بیچ اترا اور دریا کے کنارے پر چھلانگ لگا کر چڑھ گیا۔

"اوہ، مسٹر مگرمچھ! تم مجھے نہیں پکڑ سکتے!" اس نے پکارا، ہنسا، اور گھر بھاگ گیا۔

ایک جاتک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

35



چار دوست

ایک بار کچھوا، کوا، چوہا اور ایک ہرن گہرے دوست بن گئے۔ وہ ہر منٹ ایک ساتھ گزارتے تھے، صرف کھانا تلاش کرنے کے لیئے الگ ہوتے تھے۔ کوا، چوہا اور ہرن دور دور تک گھوم رہے تھے، جب کہ کچھوا اپنے گھر کے قریب جھاڑیوں اور گھاسوں میں گھوم رہا تھا۔

ایک شام کوا، کچھوا اور چوہا ہرن کا انتظار کر رہے تھے، جو چارہ کھا کر واپس نہیں آیا تھا۔ "کچھ تو ہوا ہوگا!" تینوں دوست پریشان ہو گئے۔

کوے نے کہا میں جا کر ادھر ادھر دیکھتا ہوں۔ یہ ہرن کی تلاش کے لیے اڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے دوست کو دیکھا۔ لیکن کچھ غلط ہوا تھا!



کوا دیکھنے کے لیے نیچے اڑگیا۔ مصیبت! غریب ہرن شکاری کے جال میں پھنس گیا تھا!
کوا جلدی سے دوسروں کی طرف لوٹ گیا۔ اس نے انہیں خوفناک خبر کی اطلاع دی۔

ہمیں ہرن کو بچانا ہے!" چوہے نے کہا. "میں جال کو کاٹ کر اسے آزاد کر دوں گا!" وہ
کوے کی پیٹھ پر کود پڑا۔ کوا اسے وہاں لے آیا جہاں ہرن تھا۔

چوہا چباتا چباتا رہا اور آخر کار جال کٹ گیا۔ اس نے ہرن کو رسیوں سے آزاد ہونے میں مدد
کی۔ پھر کون پہنچے سوائے کچھوے کے!

"ارے نہیں! تم نے ہمارے گھر کی حفاظت کیوں چھوڑ دی؟" چوہے نے پوچھا۔ "اگر
یہاں شکاری آئے تو کوا اڑ جائے گا، ہرن بھاگ جائے گا اور میں بل میں چھپ جاؤں گا۔
لیکن تم پھنس جاؤ گے۔"

کچھوے نے کہا، "میں گھر پر نہیں رہ سکتا تھا کہ ہرن خطرے میں ہے۔" "مجھے آنا تھا۔"



وہ بول ہی رہے تھے کہ ایک شکاری اس جگہ آیا۔ ایک چھلانگ میں، ہرن غائب ہوگیا۔ چوہا قریبی بل میں داخل ہوگیا۔ کوا اڑگیا۔

بیچارہ کچھوا! وہ پھنس گیا تھا۔ شکاری نے کچھ لمبے لمبے گھاس نکالے اور انہیں ایک رسی میں باندھ دیا۔ پھر اس نے کچھوے کے پاؤں آپس میں باندھ دیئے۔ خوفزدہ جانور کو اپنے کندھے پر اٹھا کر وہ گھر کی طرف جانے لگا۔ دوست اپنے چھپنے کی جگھوں سے نکل آئے۔ ہرن نے کہا، "ہمیں کچھوے کو بچانا ہے! "



چوہے کو ایک خیال آیا۔ اس نے ہرن سے کہا، تم جا کر راستے کے پاس لیٹ جاؤ، مرنے کا بہانہ کرو۔



اس نے کوے سے کہا، "تم ہرن کے اوپر بیٹھو اور اسے چونچ سے مارنے کا بہانہ کرو۔ شکاری تمہیں دیکھ کر کچھوے کو نیچے رکھ دے گا۔ جب وہ تمہارے پاس آئے گا تو میں رسی کاٹ کر کچھوے کو آزاد کر دوں گا۔"

ان سب نے پلان پر عمل کیا۔ شکاری نے دیکھا کہ ہرن راستے کے قریب پڑا ہے۔ ایک کوا اس کے جسم کو چونچ مار رہا تھا۔ شکاری نے کچھوے کو نیچے رکھا اور ہرن کے پاس چلا گیا۔ پھر چوہے نے رسی کاٹ کر کچھوے کو آزاد کر دیا۔ جب شکاری ہرن کے قریب پہنچا تو وہ چھلانگ لگا کر بھاگ گیا۔ کوا اڑ گیا۔ شکاری حیرت سے ان کے پیچھے دیکھنے لگا۔ اور جب وہ کچھوے کو لینے واپس مڑا تو وہ بھی غائب ہو چکا تھا!

ایک پنچتنتر کی کہانی

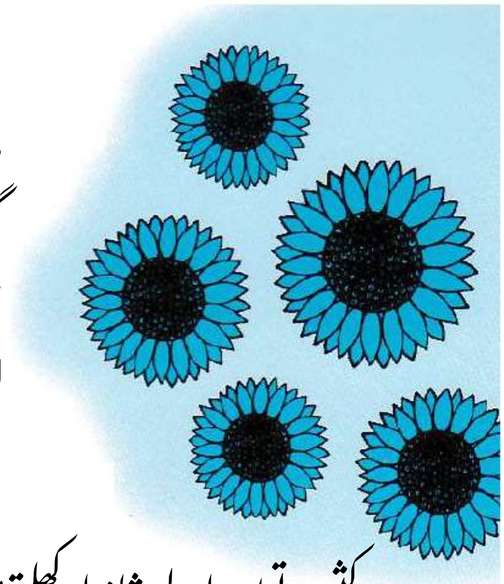


© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

ہم کون ہیں؟



صاف پانی کے موتیوں کے ساتھ بندھے ہوئے
گول پتے سکون سے تیرتے ہیں۔
ان کے اوپر مضبوط ڈنٹھل پر جبکہ
لاجواب پھول کھلتے ہیں۔

بڑے اور چمکدار پھول
ترہی کی شکل کے سرخ پھول
ہلکی ہوا کے جھونکے میں جھومنا
ان کے پتلے ریشہ باہر جھانک رہے ہیں۔

کثیر پرتوں والے شاندار کھلتے ہیں۔
سنہری پیلے یا گہرا نارنگی میں
ہار اور سجاوٹ میں بُنے ہوئے ہیں۔
تہوار کے کمروں کو روشن کرتے ہوئے۔

بڑے اور پیلے اور شہد کی مکھیوں کے ساتھ غول،
وہ سورج کی طرف بڑھتا ہے!
وہ ہمیں بیج دیتا ہے اور- شہد کی مکھیوں کے ذریعے۔
سب سے مزیدار شہد!

جیسے ہم آہستہ آہستہ کھولتے ہیں
ہماری پرتوں والی پنکھڑیوں کو دکھانے کے لیئے
اور ہماری میٹھی خوشبو تقسیم ہوتی ہے۔
ہمارے کانٹے دار تنے ہماری حفاظت کرتے ہیں۔

مسکراتے ہوئے گچھے۔
برفیلے سفید گچھے۔
بیل کے اوپر چھوٹے چھوٹے پھول
ان کی خوشبو رات کی ہوا کو کیسے معطر کر دیتی ہے!

گلاب، گڑھل، میری گولڈ، سورج مکھی، کمل، چمیلی



اس کے پنکھ ہیں۔
لیکن یہ اڑ نہیں سکتا
اس کی صرف دو ٹانگیں ہیں۔
لیکن یہ گھوڑے کی طرح دوڑ سکتا ہے۔

پیلے پاؤں، پیلی چونچ،
آنکھوں کے گرد پیلے رنگ کے حلقے
سیٹی بجانا اور چہچہانا
اور کراہتے اور کراہتے
وہ آپ کی کال کا جواب دیتا ہے۔

یہ اندھیرے میں شکار کرتے ہوئے چیختا ہے۔
فجر کے وقت یہ اپنے آرام دہ گھونسلے میں داخل ہوتا ہے،
اپنی گول آنکھیں بند کرتا ہے، اور سو جاتا ہے۔

سر پر سرخ پھول۔۔۔ مگر کون توڑے گا؟
ٹانگ پر زرد کانٹا- لیکن اسے کون نکالے گا؟
صبح، جاگنے والا پکارنے والا- اسے کون نظر انداز کر سکتا ہے؟
اکھاڑے میں، ایک سخت مد مقابل- کون اسے شکست دے سکتا ہے؟

آہ! میرے پرستار۔
اپنی ہزار چمکتی آنکھوں سے
اس کے چمکتے سبز اور نیل کے ساتھ
اس کے سب سے چھوٹے پنکھوں کے ساتھ کپکپاہٹ
میرے شاندار رقص میں!



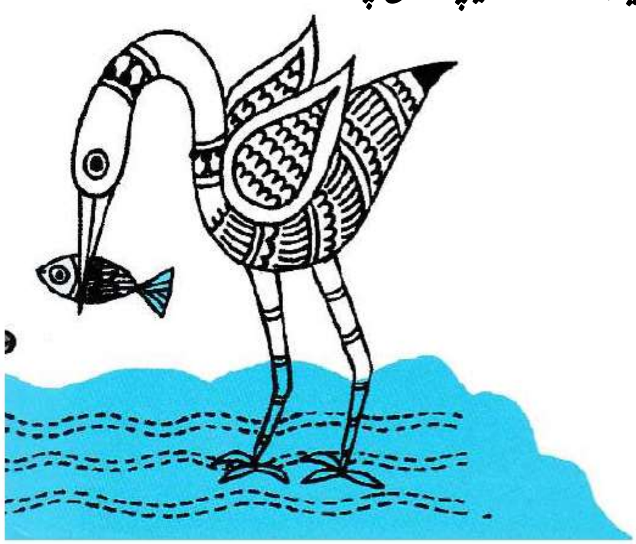


میرے پاس اڑنے کے لیے مضبوط پر ہیں۔
میرے پاس چلنے کے لیے مضبوط ٹانگیں ہیں۔
تیراکی کے لیے میرے پاس مضبوط، جھلی دار پاؤں ہیں۔
میرے پاس گانے کے لیے مضبوط آواز ہے۔
لیکن میرا گانا صرف ایک کویک ہے۔

یہ بلیک بیوٹی پیار سے گاتی ہے۔
اس کا مدھر گانا
لیکن آپ کو دیکھ کر وہ خاموش ہو جاتی ہے۔
اور غائب ہو جاتی ہے۔



میں آپ کے پیغامات دور تک پہنچاتا ہوں۔
اور اپنے خاندان کے پاس واپس اڑ جاؤں
ہمیں وسیع حلقوں میں جوق در جوق دیکھیں
یا مینار کے نیچے اناج پر دعوت



پتے اور گھاس جمع کرنا
وہ اڑتی ہے اور اڑتی ہے اور اڑتی ہے۔
وہ بُنتی اور گوندھتی ہے۔
ایک دوسرے ریشوں کے ساتھ
پھر وہ غوطے لگاتی ہے!

اسے پانی میں کھڑا دیکھو
ابھی تک ایک مجسمے کی طرح۔
اب وہ بجلی کی طرح نیچے ڈوب گئی۔
اور اپنی چونچ میں مچھلی لے کر واپس آتی ہے!



وہ ایک خوبصورتی ہے!
اتنا سبز، اس کے مرجان سرخ منہ کے ساتھ!
وہ گاؤں میں سکون سے رہتی ہے۔
یا میدان پر دلیری سے دوڑتی ہے



یہ کالی قمیض والا بندہ
دن بھر کام کرتا ہے۔
اور اگر آپ اسے دوپہر کے کھانے پر مدعو کرتے ہیں۔
!کا! کا! کا
وہ اپنے پورے قبیلے کو بلاتا ہے!

اس کی ایک تیز خمیدہ چونچ ہوتی ہے۔
اس کی بصارت تیز ہوتی ہے۔
اس کے مضبوط کھردرے پنکھ ہوتے ہیں۔
یہ شکار کی تلاش میں آسمان میں اونچی پرواز کرتا ہے۔

کوا، عقاب، مور، طوطا، کوئل، کبوتر، سارس،
مرغ، الو، مینا، شترمرغ، ویور برڈ، بطخ

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

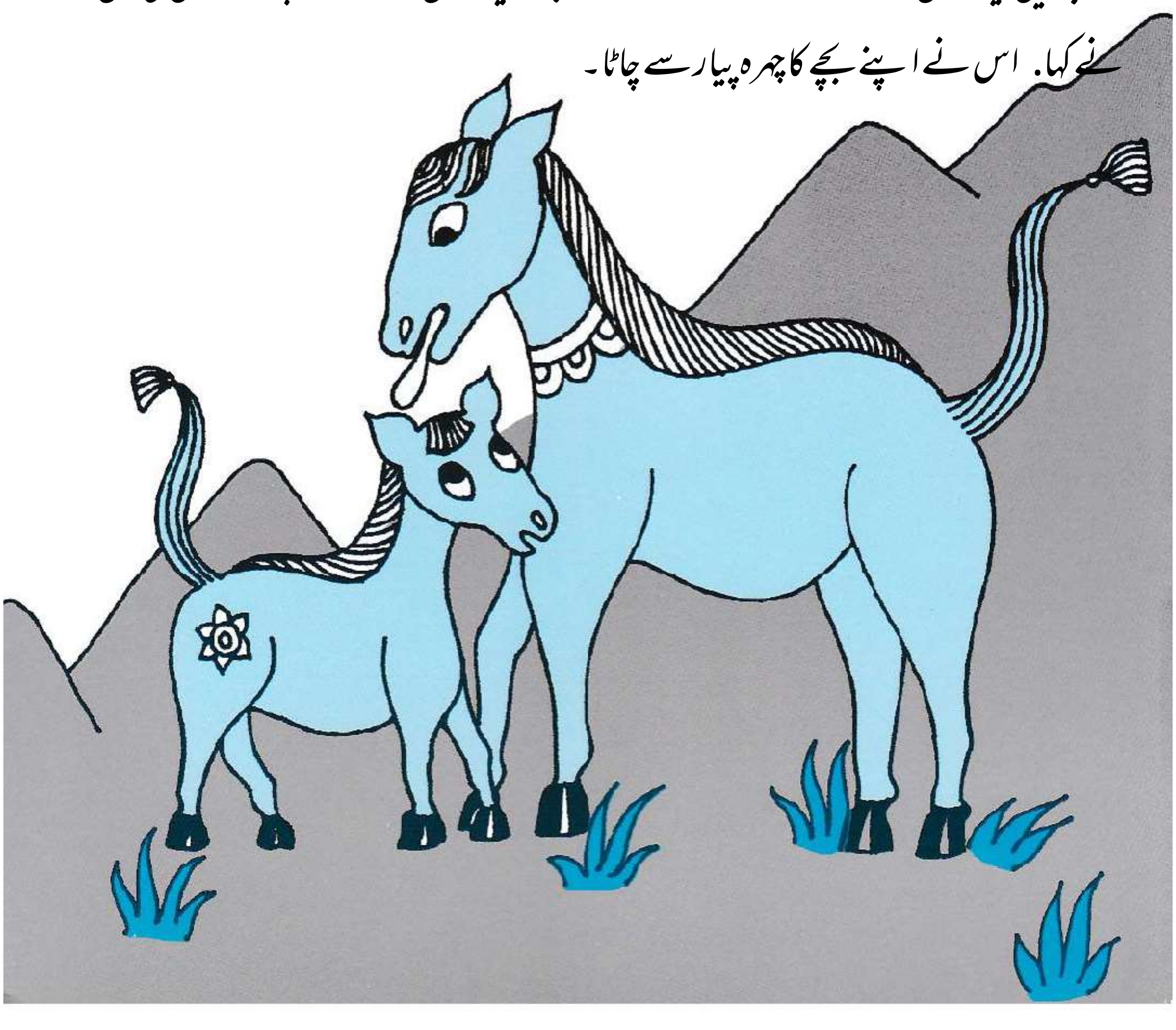
Artist Uma Krishnaswamy

چھوٹا گھوڑا اور دریا

ایک بار ایک چھوٹا گھوڑا اپنی ماں کے ساتھ ایک خوبصورت درختوں والی وادی میں رہتا تھا۔ چھوٹا گھوڑا اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا۔ یہ انکا ساتھ کبھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا! دن ہو یا رات، جب وہ اکٹھے ہوتے تو وہ اپنے جسم کو اس سے لگا کر رہتا۔

ایک دن گھوڑے کی ماں نے اپنے بچے سے شفقت سے بات کی۔ "ڈیئر ون، " اس نے کہا، "تم اب بچے نہیں رہے، تم کب کام شروع کرنے کے لیئے تیار ہو گے ؟ "

"اب میں تیار ہوں!" چھوٹے گھوڑے نے کہا۔ "بتاؤ کیا کروں!" "بہت اچھا!" اس کی ماں نے کہا. اس نے اپنے بچے کا چہرہ پیار سے چاٹا۔



اناج کی یہ بوری چکی میں لے جاؤ تاکہ آٹا پیس جائے۔ "

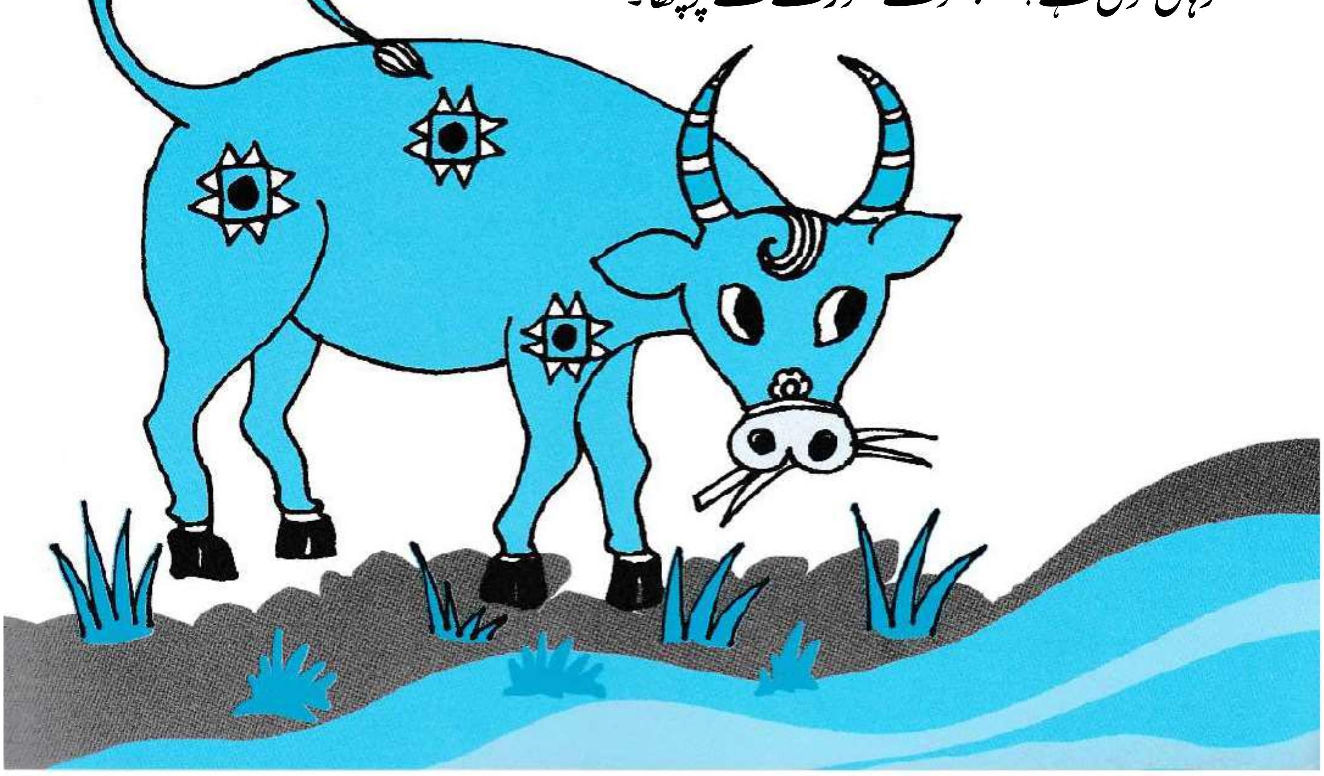
" ہاں ماں!" چھوٹے گھوڑے نے کہا۔ اس نے انتظار کیا جب تک بوری اس کی پیٹھ پر اٹھائی گئی۔ پھر مل کے لیے نکلا۔ لیکن اچانک رک گیا۔ "اوہ، نہیں!" اس نے کہا. "یہ کیا ہے؟"

چکی کا راستہ ایک دریا کے پار جاتا ہے! چھوٹے گھوڑے نے بہتے پانی کو دیکھا۔ "کیا میں اس پار جا سکوں گا؟" اس نے تعجب کیا۔

ایک بیل قریبی کھیت میں چر رہا تھا۔ "مسٹر بیل! مسٹر بیل!" چھوٹا گھوڑا بلایا۔ "مجھے بتائیں، مسٹر بیل، کیا میں دریا پار کر سکتا ہوں؟"

"غور سے دیکھو!" بیل نے کہا. "اس دریا کا پانی میرے گھٹنوں تک نہیں آتا۔ یہ تمہارے لیے اتنا اونچا کیوں ہو؟" چھوٹے گھوڑے نے ہمت کی۔ اس نے دریا میں قدم رکھا۔ لیکن اچانک ایک آواز آئی، "رک جاؤ! جلدبازی نہ کرو! "

"وہاں کون ہے؟" چھوٹے گھوڑے سے پوچھا۔





اس نے گردن پھیلا کر سیدھا اوپر دیکھا۔ "اوہ! یہ ایک گلہری ہے! "

اور ایسا ہی تھا! گلہری چھوٹے گھوڑے کے اوپر ایک درخت کی شاخ پر کھڑی تھی۔ "اس بوڑھے بیل کی بات مت سنو!" اس نے ڈانٹا۔ "یہ دریا بہت، بہت گہرا ہے! کل میرے دوست کو بہتے پانی نے نیچے کھینچ لیا تھا۔ یہ تقریبا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا! "

بیچارا چھوٹا گھوڑا الجھ گیا۔ کیا پانی گہرا تھا؟ یا نہیں؟ کون صحیح تھا؟ گلہری؟ یا بیل؟ "میں گھر جا رہا ہوں،" اس نے فیصلہ کیا۔ "ماں مجھے بتائیں گی کہ کیا کرنا ہے۔"

چنانچہ چھوٹا گھوڑا دریا سے منہ موڑ کر واپس گھر چلا گیا۔ گھوڑے کی ماں اپنے چھوٹے کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ "اتنی جلدی گھر کیوں آ گئے؟" اس نے پوچھا۔

چھوٹے گھوڑے نے اسے دریا کے بارے میں بتایا۔ "پانی اتنی تیزی سے بہتا ہے۔ میں دریا کی تہہ نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیئے میں اس پار جانے سے ڈرتا ہوں!" اس نے کہا۔

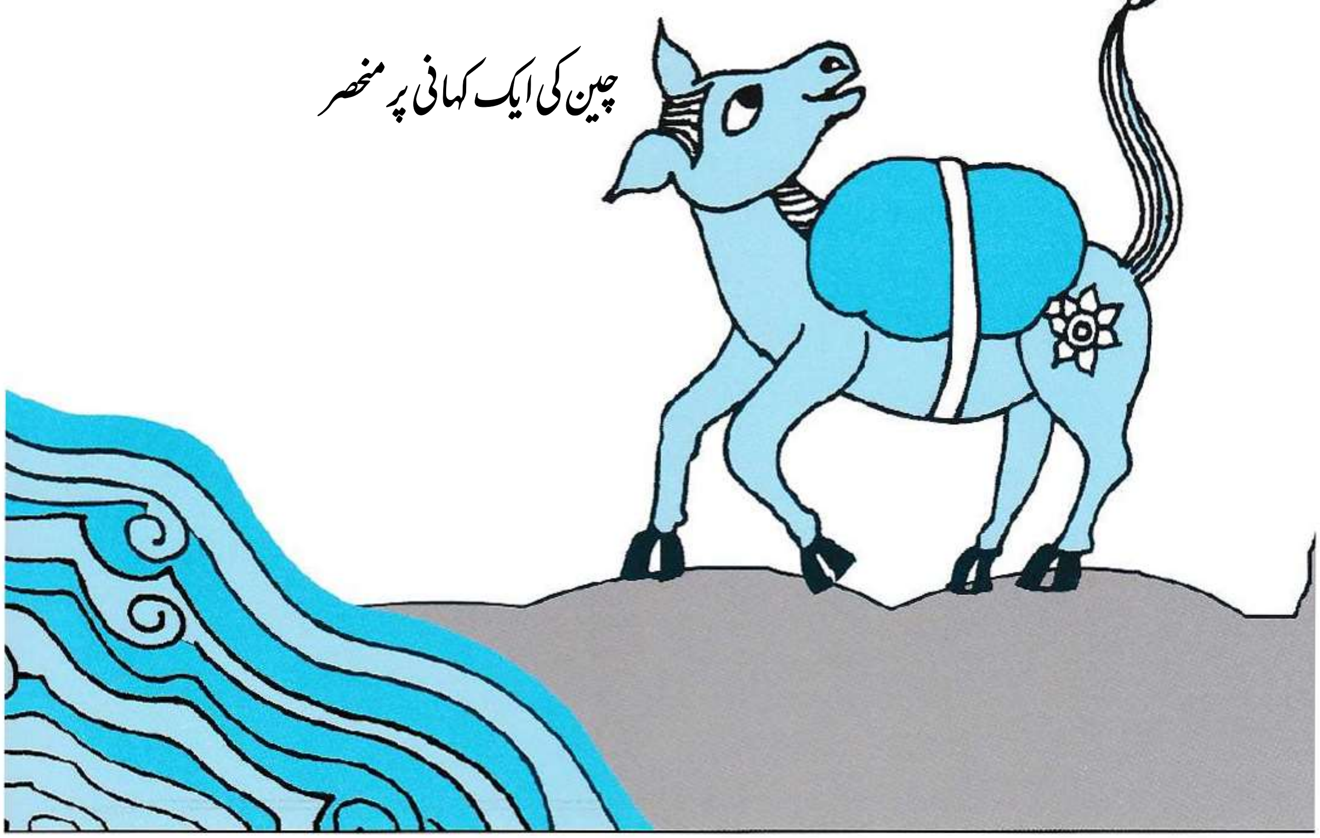
"واقعی؟" گھوڑے کی ماں نے پوچھا۔ "میں ہر روز مل جاتی ہوں۔ میں ہمیشہ سلامت واپس آتی ہوں۔"

"ہاں، ماں۔ لیکن میں الجھن میں ہوں،" چھوٹے گھوڑے نے کہا۔ "مسٹر بیل نے مجھے بتایا کہ دریا بالکل بھی گہرا نہیں ہے، پانی صرف اس کے گھٹنوں تک آتا ہے۔ لیکن گلہری نے مجھے بتایا کہ دریا بہت گہرا ہے۔ بہتا ہوا پانی اس کے دوست کو تقریباً بہا لے گیا ہے۔ میں کیا کروں ماں؟"

گھوڑے کی ماں مسکرادی۔ "مجھے بتاؤ، پیارے، بیل کتنا لمبا ہے؟ گلہری کتنی لمبی ہے؟ اور تمہارا قد کتنا ہے؟" اس نے پوچھا. "اب سوچو اور خود فیصلہ کرو کیا تم دریا کو پار کر سکو گے؟"

"آہا!" چھوٹے گھوڑے نے کہا اور خوشی سے پالا۔ "اب میں سمجھ گیا! دریا بالکل گہرا نہیں ہے! میرے لیئے نہیں!"

اور یہ خوشی دلی سے مل کے راستے پر چل پڑا۔



چین کی ایک کہانی پر منحصر

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ہماری بلی کا بچہ



بانو اور وینو کے پاس بلی تھی۔ وہ اسے بہت محبت اور خیال کرتے تھے! لیکن ایک دن ان کی پیاری بلی غائب ہوگئی۔ بانو اور وینو نے اپنے تمام جانکار مقامات کو دیکھا۔ وہ بس وہاں نہیں تھی۔

تین دن گزر گئے۔ چوتھے دن۔ . . "میاؤں، میاؤں!"

"یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟" بانو ایک سیڑھی لے کر اوپر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ آہا! "وہ یہاں ہے، وینو! ہماری بلی یہاں اٹاری میں ہے!" اس نے بلایا. "اور اندازہ لگائیں اور کیا؟ پانچ بلی کے بچے! آؤ اور دیکھو! "

وینو سیڑھی سے چڑھ گئی۔ اور وہ وہاں تھی، ان کی پسں۔ ۔ اور وہاں اس کی بلی کے بچے تھے، ایک دوسرے سے لپیٹے ہوئے۔



بانو اور وینو کو بہت فخر تھا! انہوں نے ہر آنے والے اور مہمان کو بلی کے بچے دکھائے۔ سب خوش تھے!

بلی کے بچے تیزی سے بڑھتے گئے۔ وہ رینگنے لگے۔ سب جگہ وہ کھیلتے اور لڑتے۔ وہ ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر ہو جاتے۔ وہ برتنوں اور ڈبوں کے اندر چھپ جاتے اور لڑھکتے۔

ایک دن بانو کی ماں نے کہا، "اس گھر میں بہت زیادہ بلی کے بچے ہیں!" پھر اس نے بانو اور وینو سے کہا کہ وہ اپنے گھر کے لیئے صرف ایک بلی کے بچے کا انتخاب کریں اور باقی کو دے دیں۔ دل توڑتے ہوئے، انہوں نے اپنے دوستوں کو چار بلی کے بچے دے دیئے۔ انہوں نے اپنے لیئے ایک سرمئی بلی کا بچہ رکھا۔

وہ اس بلی کے بچے کو کیسے پسند کرتے تھے! انہوں نے اسے اکثر کھلایا اور پینے کے لیے تازہ پانی باہر رکھا۔ وہ گھنٹوں اس کے ساتھ کھیلتے رہتے۔ وہ اسے بھی اپنے ساتھ بستر پر لے جاتے۔

ایک بار بانو اور وینو سرمئی بلی کے بچے کو گھاس کے ڈھیروں سے بھرے میدان میں کھیلنے کے لیے لے گئے۔ سنہری گھاس کا ڈھیر اونچا تھا۔ ہوا کے جھونکے میں ڈھیلے پٹیاں لہرا رہی تھیں۔

جب انہوں نے بلی کے بچے کو نیچے رکھا تو وہ جھک گیا اور زمین پر گر گیا۔ اس نئی جگہ پر کون سے خطرات منتظر تھے؟ لیکن جلد ہی یہ کھیلنا شروع ہو گیا۔ یہ ایک گھاس کے ڈھیر کے کنارے سے اچھل کر نیچے گر گیا۔

اس نے اپنے پنجوں میں گھاس کا ایک ٹکڑا پکڑا اور اس کے ارد گرد بلے بازی کی۔ بچے اپنے بلی کے بچے کو لطف اندوز ہوتے دیکھ کر ہنس پڑے۔ مزید بچے دیکھنے اور ہنسنے کے لیئے آئے۔ پھر وہ سب کھیلنے لگے۔

کیا وہ تھک گئے؟ نہیں! لیکن اب گھر جانے کا وقت تھا۔ بلی کا بچہ کہاں تھا؟ بچوں نے تلاشی لی۔ لیکن سرمئی بلی کا بچہ کہیں نہیں ملا۔

بانو اور رو ینو کا رونا نہ رک سکا۔ "بیچاری کٹی،" وہ روئے۔ کون اسے کھلائے گا اور دودھ پلائے گا؟ یہ کہاں سوئے گی؟ وہ کیسے گرم رکھے گی؟ گھر میں، یہ بہت سوالات ان کے خیال میں آ رہے تھے. ان کی ماں نے انہیں یہ کہتے ہوئے پر سکون کیا، "آپ کی بلی کے بچے کو واپسی کا راستہ مل جائے گا!"



بچے شام کے مطالعے کے لیئے اپنی کتابیں لے گیئے۔ لیکن ان کے خیالات ننھے سرمئی بلی کے بچے کے ساتھ ہی رہے۔

اچانک، ایک کونے میں، ایک ٹوپی فرش پر سرکنے لگی۔ "اوہ، مدد! ایک ٹوپی چل رہی ہے!" بانو نے پکارا۔ وہ اور رو ینو اپنی ماں کے پاس بھاگے۔ تینوں ٹوپی کو گھورنے چلے گیئے۔ پھر ان کی ماں مسکرادی۔

"وہ کیا ہے؟ مجھے ٹوپی کے پیچھے سرمئی چیز نظر آرہی ہے!" اس نے کہا. سرمئی دم کی نوک آہستہ سے آگے پیچھے ہل رہی تھی۔ "اوہ! یہ ہماری کٹی ہے!" بانو نے کہا۔ وہ بلی کے بچے کے پاس بھاگی اور احتیاط سے ٹوپی اٹھالی۔ اس نے بلی کے بچے کو اٹھایا اور اسے گلے سے لگالیا۔

"کیا تم اس سارے عرصے میں یہاں چھپے رہے؟" اس نے کہا. پھر اس نے ڈانٹ کر کہا، "ہم نے آپ کو تلاش کیا، آپ کو معلوم ہے!" و ینو نے آہستہ سے بلی کا بچہ بانو سے لیا۔ اس نے اسے قریب رکھا اور سرگوشی کی، "مجھے خوشی ہے کہ تم کھوئے نہیں ہو!"

روس کی ایک کہانی پر منحصر



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

جادوئی ڈھول

بہت پہلے جاپان میں جینکورا نام کا ایک لڑکا رہتا تھا۔ جینکورا کے پاس جادوئی ڈھول تھا۔

جب اس نے ڈھول کی ایک طرف مارتے ہوئے کہا، "لمبی ناک، لمبی ناک!" اس کی ناک لمبی ہوگئی۔ جب اس نے دوسری طرف سے مارا، "چھوٹی ناک، چھوٹی ناک!" اس کی ناک چھوٹی ہوگئی۔

بہت سے لوگ اپنی ناک بدلنے کے لئے جینکورہ کے پاس آئے۔ اور خوشی سے ان کی مدد کی۔

اگر کوئی لمبی ناک مانگتا تو وہ ڈھول کی اس طرف پیٹتا اور ''لمبی ناک، لمبی ناک'' کا نعرہ لگاتا۔ اگر وہ چھوٹی ناک مانگتے تو وہ ڈھول کی دوسری طرف پیٹتا اور نعرہ لگاتا، "چھوٹی ناک، چھوٹی ناک!" وہ مارتا اور نعرہ لگاتا یہاں تک کہ وہ شخص

کہتا کہ رک جاؤ! "



کبھی کبھی کوئی شخص یہ کہنا بھول جاتا ہے کہ "رک جاؤ!" پھر جینکورا— شرارتی بچہ! - ڈھول پیٹنا جاری رکھتا۔ ایک شخص کی ناک ڈھول کی چھڑی سے لمبی ہوگئی!

"میری ناک کتنی بڑھے گی؟" جینکورا نے ایک دن حیرت سے پوچھا۔ "لمبی ناک، لمبی ناک!" اس نے ایک طرف اپنا ڈھول پیٹنا شروع کیا۔ جلد ہی اس کی ناک اس کے بازو جتنی لمبی ہوگئی!

جینکورا کو کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ وہ زمین پر لیٹ گیا اور ڈھول پیٹتا رہا۔ "لمبی ناک، لمبی ناک!" اس کی ناک درخت کی طرح اونچی ہوگئی۔

"لمبی ناک، لمبی ناک!" اس کی ناک پہاڑوں سے اونچی ہوگئی۔



"لمبی ناک، لمبی ناک!" جینکورا کی ناک آسمان میں بلند ہوگئی۔

وہاں آسمان کی دنیا میں، آسمانی بڑھئی ایک پل بنا رہا تھا۔ انھوں نے جینکورا کی ناک کی نوک کو پل کے کنارے پر کیل مارا اور چلے گئے!

جینکورا کی ناک بڑھنا بند ہوگئی۔ وہ ڈھول پیٹتا رہا، ''لمبی ناک، لمبی ناک!'' لیکن اس کی ناک کی نوک اس پل پر کیلوں سے اٹکی رہی!

جینکورا نے ڈھول پیٹنا بند کر دیا اور ایک منٹ کے لیئے سوچا، " تب اسنے کہا، "چھوٹی ناک، چھوٹی ناک!" اور ڈھول کے دوسری طرف کو بجاتا رہا۔



اب اس کی ناک چھوٹی ہونے لگی تھی۔ لیکن نوک نیچے نہیں آئی! جینکورااوراس کا ڈھول آہستہ آہستہ، آہستہ آہستہ آسمان کی طرف بلند ہوا!

جینکورا آسمانی پل پر پہنچ گیا۔ اس نے ناک سے کیل نکالا۔ ایک لمحے کے لیے وہ ہوامیں تیر تا رہا۔۔۔ پھر وہ گرنے لگا—آسمان سے، پہاڑوں سے گزرا، درختوں سے گزرا۔۔۔

آسمانی پل کے نیچے مچھلیوں کا تالاب تھا۔ چھپاک! جینکورا تالاب میں گر گیا۔ وہ نیچے تک ڈوب گیا۔ اس کے اطراف میں تمام چمکدار رنگ کی مچھلیاں تھیں۔ وہ تجسس سے اس کی طرف بڑھے۔

جینکورا کا ڈھول اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس کا جسم بدل رہا تھا! اس کے بازو پنکھ بن گئے! اس کی ٹانگیں ایک دم میں تبدیل ہو گئیں! اس نے تیرنا شروع کر دیا۔

آج تک اس تالاب کی مچھلیوں کو "جینکورا مچھلی" کہا جاتا ہے۔

ایک جاپانی لوک کہانی



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

40

ایزھوملائی، شاعر

ایزھوملائی تخیل کی دنیا میں رہتا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس بیٹھتا اور گھنٹوں باہر دیکھتا رہتا۔ اگر لوگوں نے پوچھا، "تم کیا کر رہے ہو، ایزھوملائی ؟" وہ ایک شعر سے جواب دیتا :

تتلی کو پھڑپھڑاتے ہوئے دیکھیں !

چوہے اکثر بھاگتے ہیں- لیکن تفریح کے لیئے نہیں !

دوسرے لڑکوں نے اسے تنگ کیا۔ "یہاں آیا ہے شاعر ایزھوملائی !" انہوں نے اسے دیکھ کر پکارا۔ لیکن وہ لفظوں سے تصویریں بناتے کبھی نہیں تھکتا۔



ایک دن ایزھوملائی اپنی دادی سے ملنے گیا۔ راستے میں درخت، باغ، پرندے... آہ! کتنے خوبصورت!

وہ تاڑ کے پیڑ کے پاس سے گزرا۔ اس نے فوراً گایا،

لمبا تاڑ کھڑا، کھڑا، ٹرالا!

وہ آگے چل دیا۔ اوہ! ایک اُلّو تھا! ایزھوملائی نے گایا،

چوڑی آنکھوں والا اُلّو گھور رہا ہے، گھور رہا ہے، ٹرالا!

اچانک وہ بہت پرجوش ہو گیا۔ اس نے گایا،

لمبا تاڑ کھڑا، کھڑا، ٹرالا! چوڑی آنکھوں والا اُلّو گھور رہا ہے، گھور رہا ہے، ٹرالا!



تھوڑا آگے اس نے دیکھا کہ ایک کتا کھودائی کر رہا ہے

زمین۔ یہ ایک جنگلی جانور کی طرح لگ رہا تھا- ایک گیدڑ

ہوشیار گیدڑ دفن کر رہا ہے، دفن کر رہا ہے، ٹرالا، ٹرالا!

کیا معجزہ ہے! ایزھوملائی کی شعر آزادانہ بہہ رہی تھیں۔

لمبا تاڑ کھڑا، کھڑا، ٹرالا!

چوڑی آنکھوں والا الّو گھور رہا ہے، گھور رہا ہے، ٹرالا!

ہوشیار گیدڑ دفن کر رہا ہے، دفن کر رہا ہے، ٹرالا، ٹرالا!

اس نے چل کر گایا۔ آخر کار وہ اپنی دادی کے گاؤں پہنچ گیا۔

رات ڈھل چکی تھی۔ گاؤں خاموش تھا۔ اوہ، نہیں! اس کی دادی کا گھر مقفل اور خالی تھا! ازھوملائی کو فکر ہونے لگی۔ ایکن کیا کیا جا سکتا تھا؟ اس نے آس پاس انتظار کرنے کی جگہ تلاش کی۔

قریب ہی ایک گھر تھا جس میں ایک بڑا برآمدہ تھا۔ ایزھوملائی داخلی دروازے کے پاس لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔۔۔

۔۔۔اور چونک کر جاگ گیا! وہ آواز کیا تھی؟!

اس نے کھڑکی کی سلاخوں سے اندر جھانکا اور دو لمبی ٹانگیں دیکھی! نیند کی الجھن میں اس نے سوچا کہ یہ تاڑ کے درخت ہیں! تو اس نے گایا،

لمبا تاڑ کھڑا، کھڑا، ٹرالا!

چور نے گانا سنا۔ اس نے گھورا اور گھورتا رہا لیکن اس کو دیکھ نہ سکا

ایزھوملائی، دیکھتا، گایا،

چوڑی آنکھوں والا الّو گھور رہا ہے، گھور رہا ہے، ٹرالا!

"کوئی آرہا ہے!" چور نے سوچا. "بہتر ہے کہ میں لوٹ چھپا دوں!" وہ باہر بھاگا اور زمین میں گڑھا کھودنے لگا۔

ایزھوملائی نے گایا، ہوشیار گیدڑ دفن کر رہا ہے، دفن کر رہا ہے، ٹرالا، ٹرالا!



چور منجمد ہوگیا! اس نے بے تکلفی سے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر وہ اپنے اوزار اور لوٹ کا مال چھوڑ کر بھاگ گیا!

فوراً ازھوملئی نے آواز لگائی، "چور! چور!" لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے اوزار اور لوٹ کا مال دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ کیا ہوا ہے۔ انہوں نے ازھوملائی کو خوش کیا۔ "تم نے ہم سب کو بچایا ہے! ہوررے! ہوررے! "

اس کے بعد سے ہر کوئی ایزھوملائی کی نظمیں سننا چاہتا تھا۔

تمل ناڈو کی ایک کہانی



© Katha Jharna 2008 **Publisher** Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi **Urdui** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi **Artist** Uma Krishnaswamy

اس طرف کون آرہا ہے ؟



سررک! سررک! سررک!

وہ آواز کیا ہے ؟

سررک! سررک! سررک!

اُلّو جاگ گیا ہے ۔ وہ اپنے تیز کانوں کو جھٹکتا ہے ۔

سررک! سررک!

خرگوش اپنے بل میں غوطہ لگاتا ہے ۔ پھر وہ دوبارہ باہر جھانکتا ہے ۔ وہ چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے ۔

سررک! سررک!

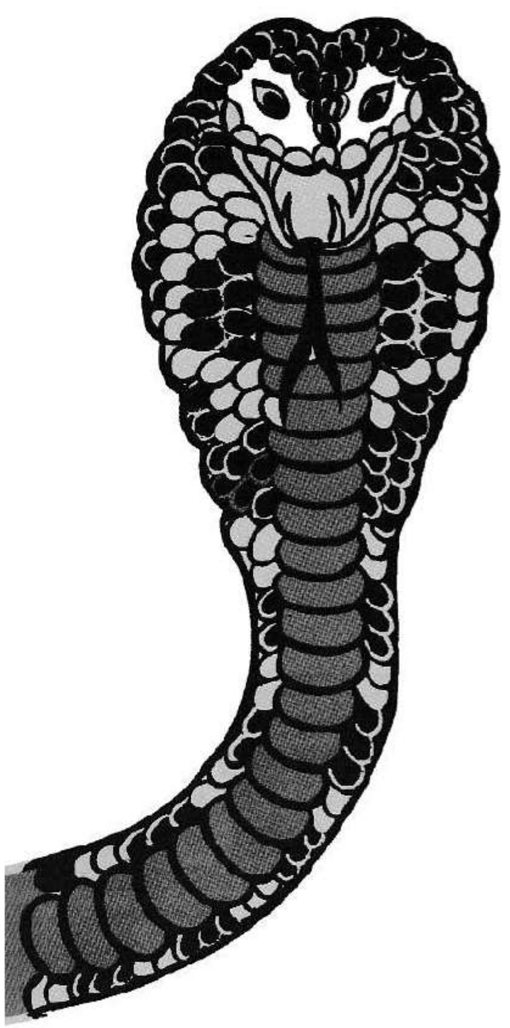
سانپ اپنا سر اٹھاتا ہے اور اپنا پھن پھیلاتا ہے ۔ یہ اس طرف مڑتا ہے اور یہ دیکھنے کے لئے ۔

آواز قریب آتی ہے ۔

سررک!

جادوئی مہارت سے گرگٹ اپنے آپ کو چھپا لیتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے جسم کا رنگ بدلتا ہے۔ یہ اپنے ارد گرد کے ماحول کے ساتھ گھل مل جاتا ہے۔ اب یہ ایک پتی ہے!

گھونگا رینگنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ اپنے جسم کو اپنے خول میں کھینچتا ہے۔ اب یہ ایک پتھر ہے!



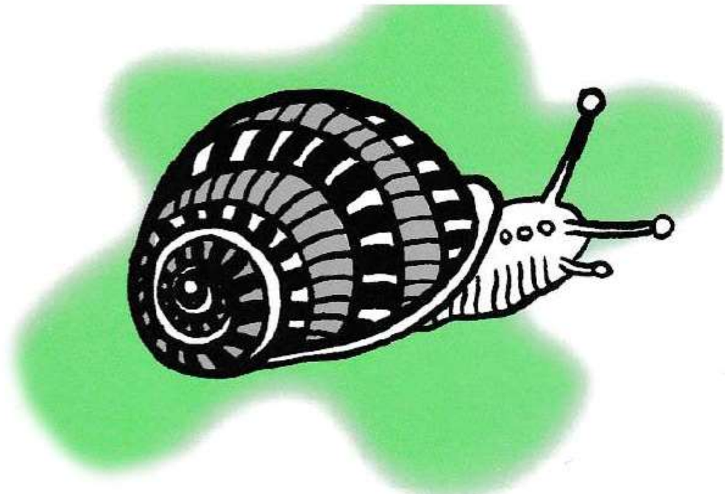


سر رک! سر رک!

خارپشت کانپتا ہے۔ یہ خود کو ایک گیند میں لپیٹتا ہے اور اپنی لمبی ریڑھ کی ہڈیوں کو پھیلاتا ہے۔

کیکڑا ایک طرف قدم بڑھانا بند کر دیتا ہے اور خود کو ریت میں گھسکر چھپا لیتا ہے۔



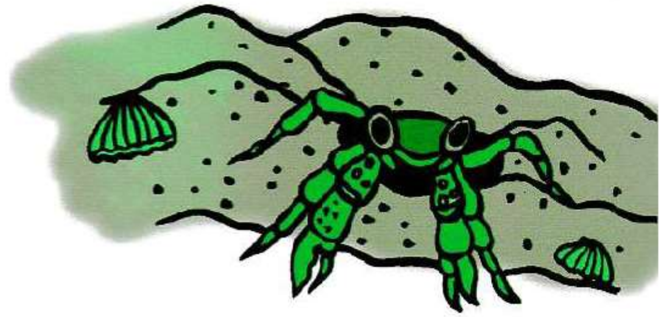


کمل کے پتے پر ایک مینڈک گانا چھوڑ دیتا ہے۔
ایک چھلانگ سے یہ پانی میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔
سر رک! سر رک!



آواز قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔ ہر کوئی اس طرف دیکھتا ہے اور انتظار کرتا ہے۔



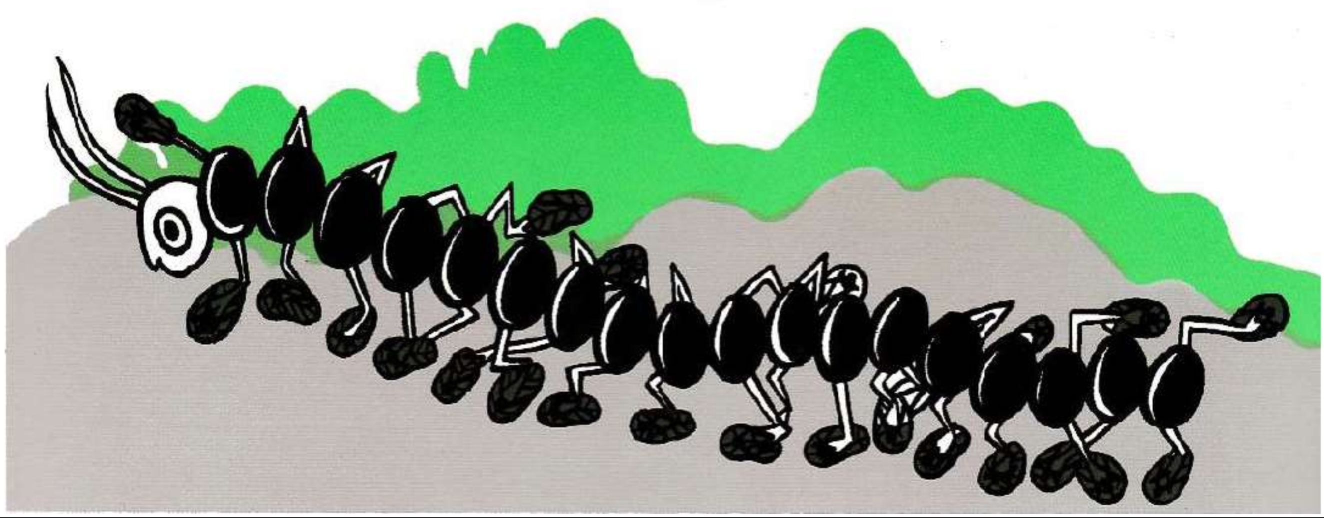


سررک! سررک!

گھماؤ راستے پر کون آرہا ہے؟

سررک! سررک! سررک!

اوہ! یہ ہمارا کنکھجورا ہے! اس کے ہر پاؤں میں سینڈل ہے! اس نے ان میں چلنا بالکل نہیں سیکھا ہے۔ لیکن یہاں وہ آتا ہے، پھسلتا اور پھسلتا اور کٹ کٹ اور کھٹ کھٹ کرتے ہوئے!



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

دوڑ کا مقابلہ

ایک دھوپ والے دن ایک ہاتھی تالاب سے گھر جا رہا تھا۔ یہ اس وقت تک خوشگوار محسوس کر رہا تھا- حیرت! - اس نے دیکھا کہ چیونٹیوں کی ایک لکیر اس کا راستہ عبور کرتی ہے۔

" کیا تم مجھے یہاں چلتے ہوئے نہیں دیکھ رہے ہو؟" ہاتھی گرجا. " بیکار کیڑے ! "



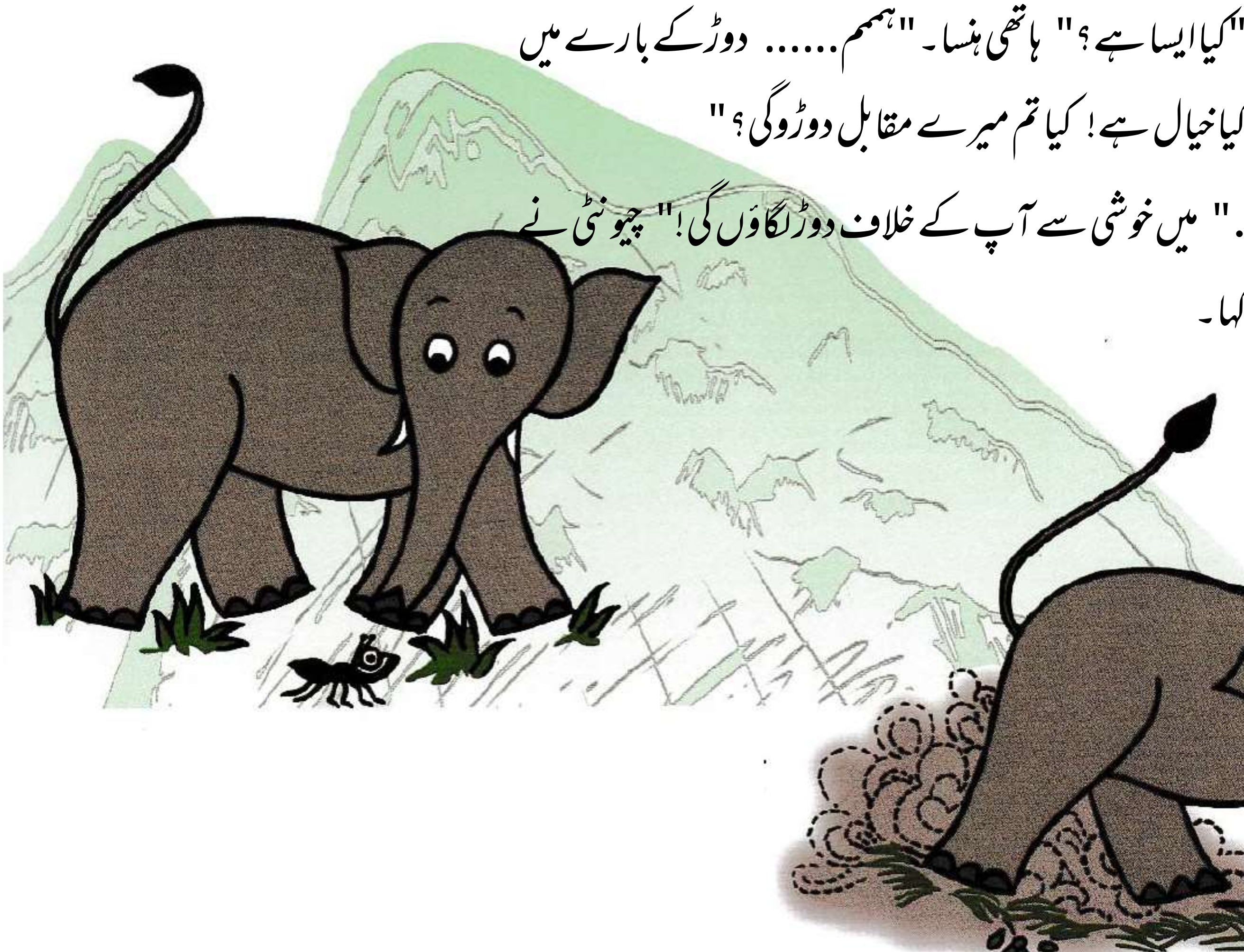
ایک نڈر چیونٹی نے جواب دیا، "ہو سکتا ہے ہم چھوٹے ہوں، لیکن ہم نالائق نہیں ہیں ! "

"میری طرف دیکھو، چھوٹی چیونٹی،" ہاتھی نے کہا۔ "میں جنگل کا سب سے مضبوط جانور ہوں! میں کچھ بھی کر سکتا ہوں! اب اپنے آپ کو دیکھو۔ تم کیا کر سکتی ہو؟"

لیکن چھوٹی چیونٹی پیچھے نہیں ہٹی۔ "ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں جو آپ کر سکتے ہیں!" اس نے دعوی کیا۔

"کیا ایسا ہے ؟" ہاتھی ہنسا۔ "ہمم...... دوڑ کے بارے میں کیا خیال ہے! کیا تم میرے مقابل دوڑو گی ؟"

." میں خوشی سے آپ کے خلاف دوڑ لگاؤں گی!" چیونٹی نے کہا۔



" بیوقوف ،" ہاتھی نے کہا۔ "میرے صرف تین قدم اس سے زیادہ زمین کا فاصلہ طے کرتے ہیں جتنا تم ایک دن میں چل سکتی ہو! "

چیونٹی نے بس گھورا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سے ہاتھی غصے سے آگ ببولا ہو گیا۔

"اب میں تمہیں سبق سکھانے جا رہا ہوں!" اسنے دھاڑ لگائی۔ اور دوڑ شروع ہو گئی!

ہاتھی نے آسان رفتار سے چلنا شروع کیا۔ ووہ جنگل کے راستے پر چستی سے چل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہنسا۔ "وہ بیوقوف چیونٹی اب تک بہت پیچھے ہو چکی ہو گی۔ "

اس نے نیچے دیکھا۔ حیرت! راستے میں ایک چیونٹی تھی!

ہاتھی پھر سے چل پڑا۔ اس بار، وہ تیزی سے چلا. اس نے جھاڑیوں اور بیلوں کو روند دیا۔ اس نے پودے کو ایک طرف پھینک دیا۔ یہ جنگل کے راستے پر دھڑکتا تھا، دھڑ، دھڑ، دھڑ۔ "جیت! "

اس نے سوچا۔ لیکن جب آرام کرنے کے لیے رکا تو کیا دیکھا؟ ایک چیونٹی!

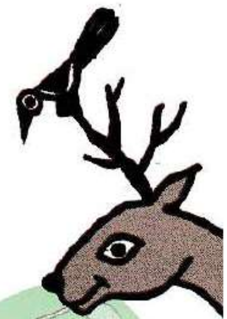
"وہ چھوٹی چیونٹی میرے ساتھ کیسے چل سکتی ہے؟" ہاتھی حیران ہوا. "میں جتنی جلدی ہو سکتا ہوں جا رہا ہوں!" اس نے خود کو تیز چلنے کے لیئے اور دباؤ ڈالا۔

اس سے بھی تیز. "میں نہیں ہاروں گا!" اس نے قسم کھائی۔



اس دوران مقابلہ کی خبر جنگل میں پھیل گئی۔ دوسرے جانور دیکھنے کے لیئے جمع ہو گئے۔ "دوڑو، چھوٹی چیونٹی، بھاگو!" انہوں نے چلایا. "ہورے! ہورے!"

ہاتھی غصے میں آگیا۔ لیکن اب اس کے غصہ میں درد شامل تھا۔ اس کے پٹھوں میں سوجن ہوگیا تھا۔ اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ وہ مزید نہیں چل سکتا تھا۔ راستے میں ایک گڑھا نمودار ہوا۔ ہاتھی اچانک حیرت سے پکڑا گیا۔





گڑھے میں گر گیا۔ یہ پھنس گیا تھا۔ اور گڑھے میں اسے ایک چیونٹی نظر آئی! "میں تمہاری مدد نہیں کروں گی!" چیونٹی نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ دوسرے جانوروں نے جدوجہد کرتے ہوئے ہاتھی کو دیکھا۔ "میری مدد کرو!" اس نے ان سے منت کی. "یہاں سے نکلنے میں میری مدد کرو! "

آخرکار جانوروں کو اس پر ترس آ گیا۔ انہوں نے اسے گڑھے سے نکالنے میں مدد کی۔ ہاتھی نے ان کا شکریہ ادا کیا اور واپس گھر کی طرف مڑ گیا۔ اسے بہت الجھن محسوس ہوئی۔ "ایک چھوٹی چیونٹی دوڑ میں ہاتھی کو کیسے ہرا سکتی ہے؟" اس نے تعجب کیا۔

بیچارہ ہاتھی! ریس کے دوران جب بھی نیچے کی طرف دیکھا تو قریب ہی ایک چیونٹی نظر آتی تھی۔ ہاتھی نے سوچا کہ اس نے جو بھی چیونٹی دیکھی ہے وہ وہی دلیر چیونٹی ہے جو اسے تالاب میں ملی تھی۔

وہ صرف سمجھ نہ سکا! ہر بار جب اس نے نیچے دیکھا تو اسے ایک مختلف چیونٹی نظر آئی! کیونکہ چیونٹیاں ہر جگہ موجود ہیں!

ایک بھارت کی لوک کہانی (شوبیتا پنجا کے دوبارہ بیان پر منحصر)



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

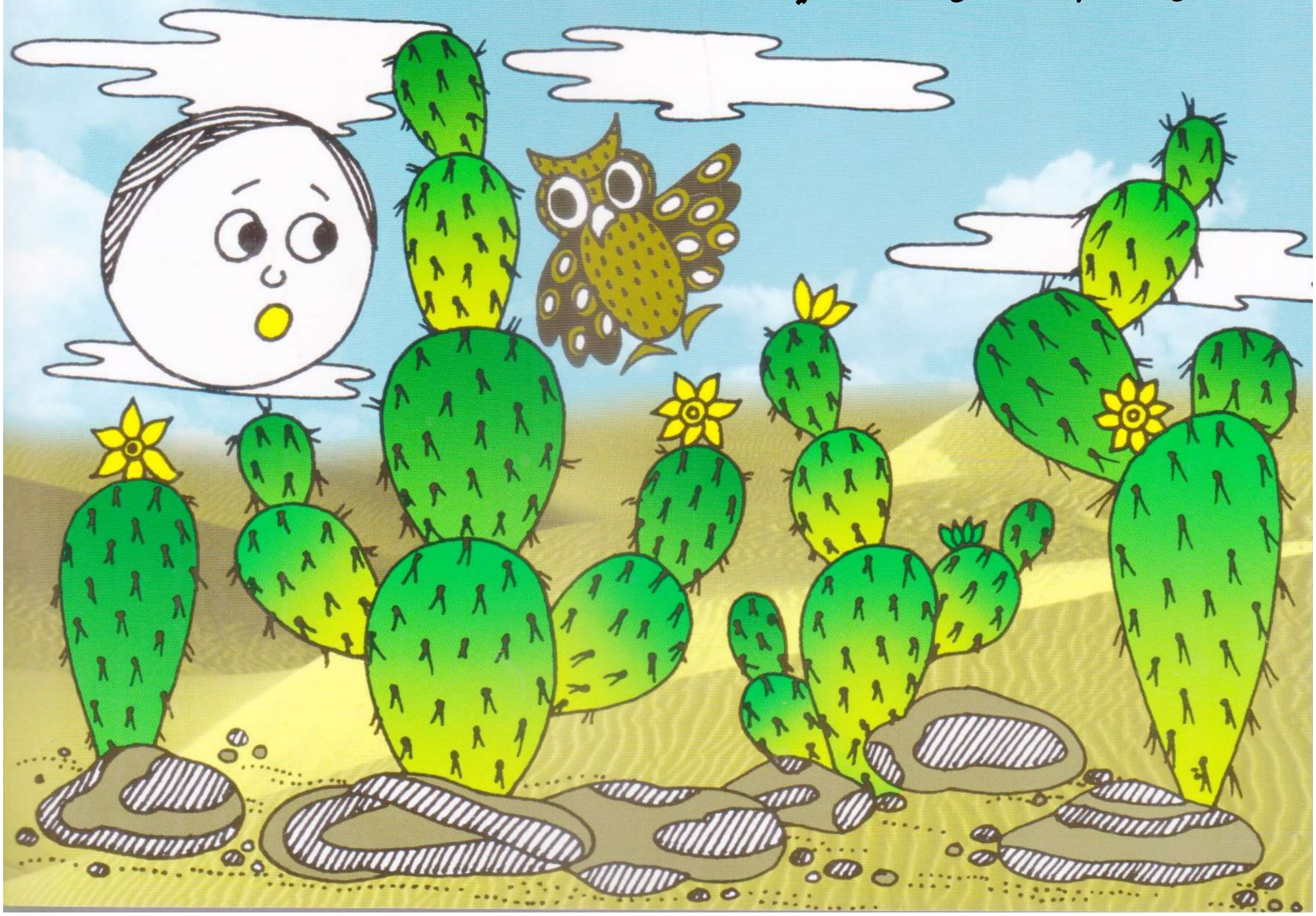
رات کو چاند کیوں چمکتا ہے

بہت پہلے، چاند اور سورج آسمان پر ایک ساتھ چمک رہے تھے۔ ایک دن چاند نے سورج کی طرف دیکھا اور سوچا، "سورج کتنا بڑا ہے اور کتنا روشن ہے!" چاند نے اپنے کو چھوٹا اور سست محسوس کیا۔

چاند نے اُلو سے مدد مانگنے کا فیصلہ کیا۔ تو، اس نے الّو کو جگایا اور کہا، "کیا تم یہ جان سکتے ہو کہ سورج اپنی روشنی کہاں رکھتا ہے؟ "خوشی سے!" الو نے کہا۔

"شکریہ!" چاند نے کہا. "میں اس ناگ پھنی کے پودے کے پیچھے تمہارا انتظار کروں گا۔"

الو اڑ گیا۔ چاند انتظار کر رہا تھا۔ یہ خوف سے بھرا ہوا تھا۔ "اُلّو کو کیسے پتہ چلے گا کہ سورج اپنی روشنی کہاں رکھتا ہے؟ اُلّو سورج کو جگائے تو کیا ہو گا؟"



چاند پریشان اور پریشان رہا یہاں تک کہ وہ سو گیا۔

اگلی شام، چاند ناگ پھنی کے پودے کی طرف بھاگا۔ یہ غروب آفتاب تک بے چینی سے انتظار کرتا رہا، اب پھر باہر جھانکتا رہا کہ کیا اُلو آرہا ہے۔

آخر الو واپس اڑ کر آگیا۔ "آخر تم آ ہی گئے!" چاند نے کہا. "مجھے تمہاری فکر تھی۔"

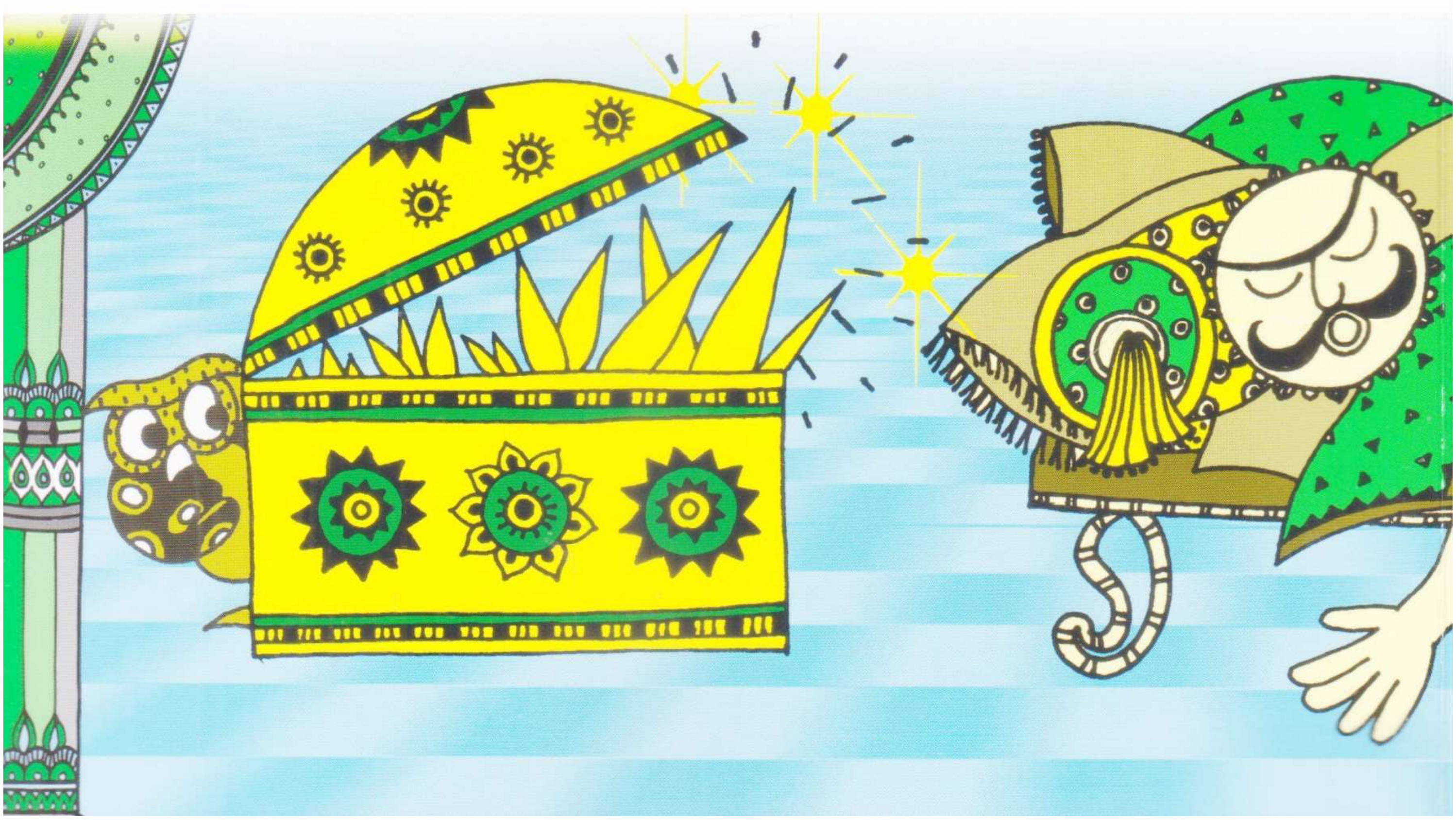
"سورج سونے سے پہلے اپنی روشنی سینے میں ڈال دیتا ہے،" الو نے سرگوشی میں کہا۔

تم مجھ پر ایک اور احسان کرو گے؟" "چاند نے سرگوشی میں پوچھا۔ "اوہ، شکریہ!"

"ضرور،" الو نے کہا۔

کیا تم مجھے سورج کی روشنی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لا کر دو گے؟" "ہیں کروں گا!" الو نے کہا۔

" آؤ کل سورج ڈوبنے کے وقت یہاں ملتے ہیں،" چاند نے کہا۔



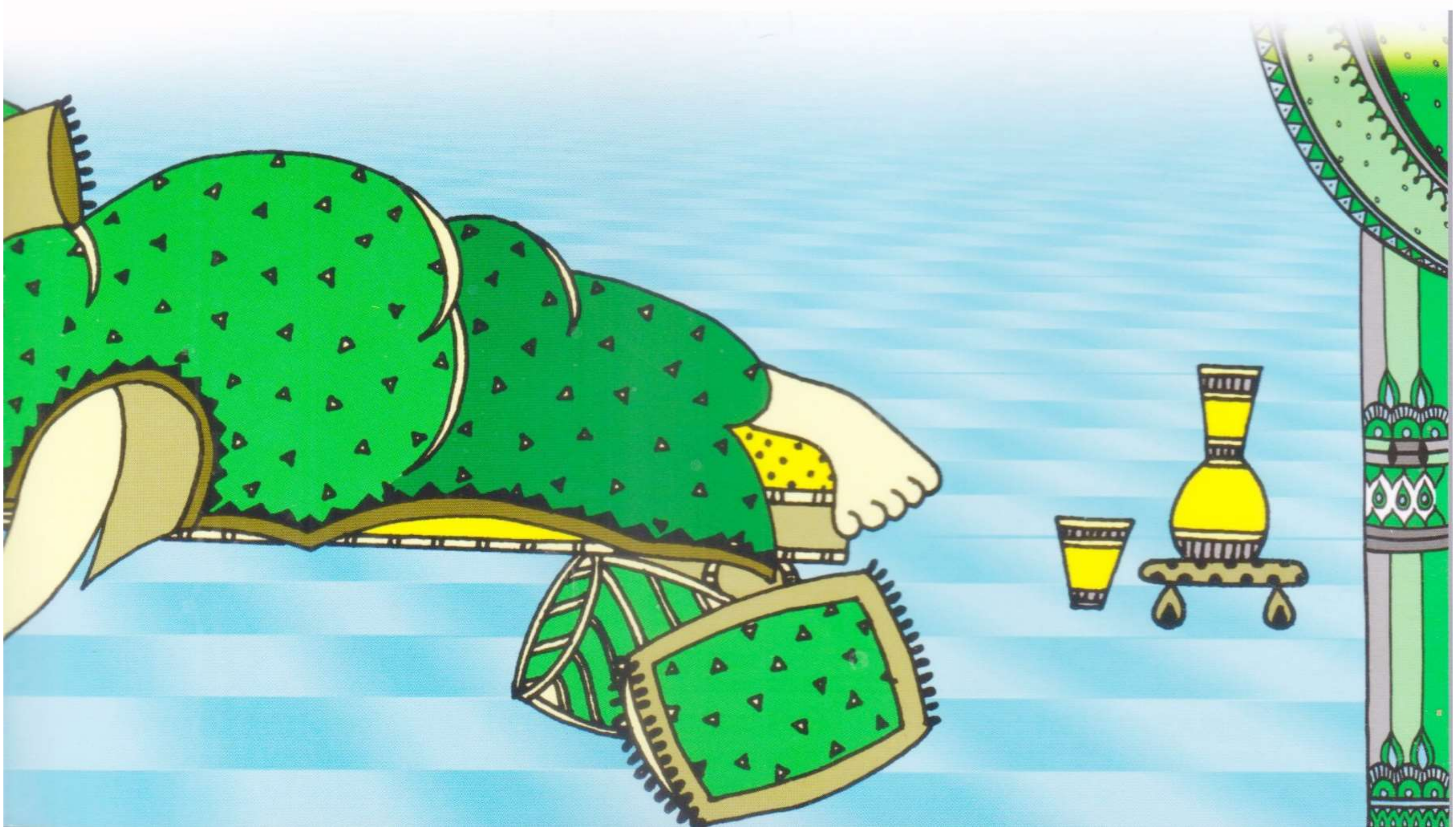
اس رات چاند کو نیند نہیں آئی ۔ "اگر الو پکڑا گیا تو..." وہ پریشان ہوا۔ "کیا الو بغیر شور کیے اندر جا سکتا ہے ؟" چانداس رات اور اگلے دن خوف سے انتظار کرتا رہا۔

آخر کار غروب آفتاب کے فوراً بعد الو آگیا! اس میں سورج کی روشنی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا۔

"آپ کا شکریہ، میرے دوست!" چاند نے کہا. اس نے اپنے اوپر سورج کی روشنی ڈال دی ۔ الو نے چاند کی تعریف کی ۔ "اب تم واقعی روشن ہو!" اس نے کہا۔

مہینے گزر گئے۔ ہر رات الو سورج کے گھر اڑتا۔ یہ یقینی بنانے کے لیے اندر جھانکتا کہ سورج سو رہا ہے ۔ پھر چاند کے لیے تھوڑی سی روشنی لے لیتا۔ آہستہ آہستہ چاند کی چمک بڑھتی گئی۔ وہ بہت خوش تھا!

لیکن ایک دن سورج نے چاند کی طرف دیکھا اور پھر خود کو نیچے دیکھا۔ اچانک احساس ہوا کہ چانداپنی روشنی چرا رہا ہے ! اس نے اپنے ہلکے سینے کی حفاظت کے لیے رات بھر جاگنے کا فیصلہ کیا۔



سورج نے آتے ہی الو کو دیکھا۔ اس نے الو کو چاند کی روشنی لیتے ہوئے دیکھا۔ سورج نے الو کے پیچھے چل کر دیکھا کہ چاند کو روشنی دیتا ہے۔ اس نے چاند کو روشنی ڈالتے دیکھا۔ فوراً ہی سورج کا مقابلہ چاند سے ہوا۔ "تم نے میری روشنی کیوں چرائی؟" اس نے مطالبہ کیا۔

"تم مجھ سے بہت زیادہ روشن ہو! اسی لیے!" چاند نے کہا۔

پھر سورج نے چاند کی ساری روشنی چھین لی۔ اس نے چاند کو حکم دیا کہ وہ دن میں سوئے اور صرف رات کو باہر نکلے۔

الو نے اپنے دوست کو تسلی دی: "غم نہ کرو!" اس نے کہا. "میں ہر رات تمہارے لیے کچھ روشنی لاؤں گا۔"

اور یہ وہی کرتا ہے. ہر رات وہ سورج کی روشنی کا تھوڑا سا حصہ چرا لیتا ہے۔ لہذا چاند ہمیشہ روشن اور خوبصورت ہوتا ہے۔ پھر طلوع فجر سے پہلے چاند الو کو روشنی دیتا ہے اور الو اسے واپس سورج کے سینے میں ڈال دیتا ہے۔

اور آج تک اس کا پتہ نہیں چل سکا سورج کو!

ایک مقامی امریکی کہانی سے نروپما راگھون نے ڈھالا



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

شیبی اور عقاب



بہت پہلے بادشاہ شیبی کاشی کی سرزمین پر حکومت کرتا تھا۔ شیبی اپنے تمام معاملات میں سچا اور انصاف پسند تھا۔ وہ ہر ایک کے ساتھ شفقت کرنے والا اور نہائیت مہربان تھا، اور تمام جانداروں سے ہمدردی محسوس کرتا تھا۔

ایک دن بادشاہ اپنے باغ میں تھا کہ ایک کبوتر تیزی سے اڑتا ہوا آیا۔ "مجھے بچالو! مجھے بچالو!" یہ رویا.



"ڈرو مت!" شیبی نے کہا. "میں تمہیں بچالوں گا۔" اس نے کبوتر کو بازوؤں میں پکڑلیا۔

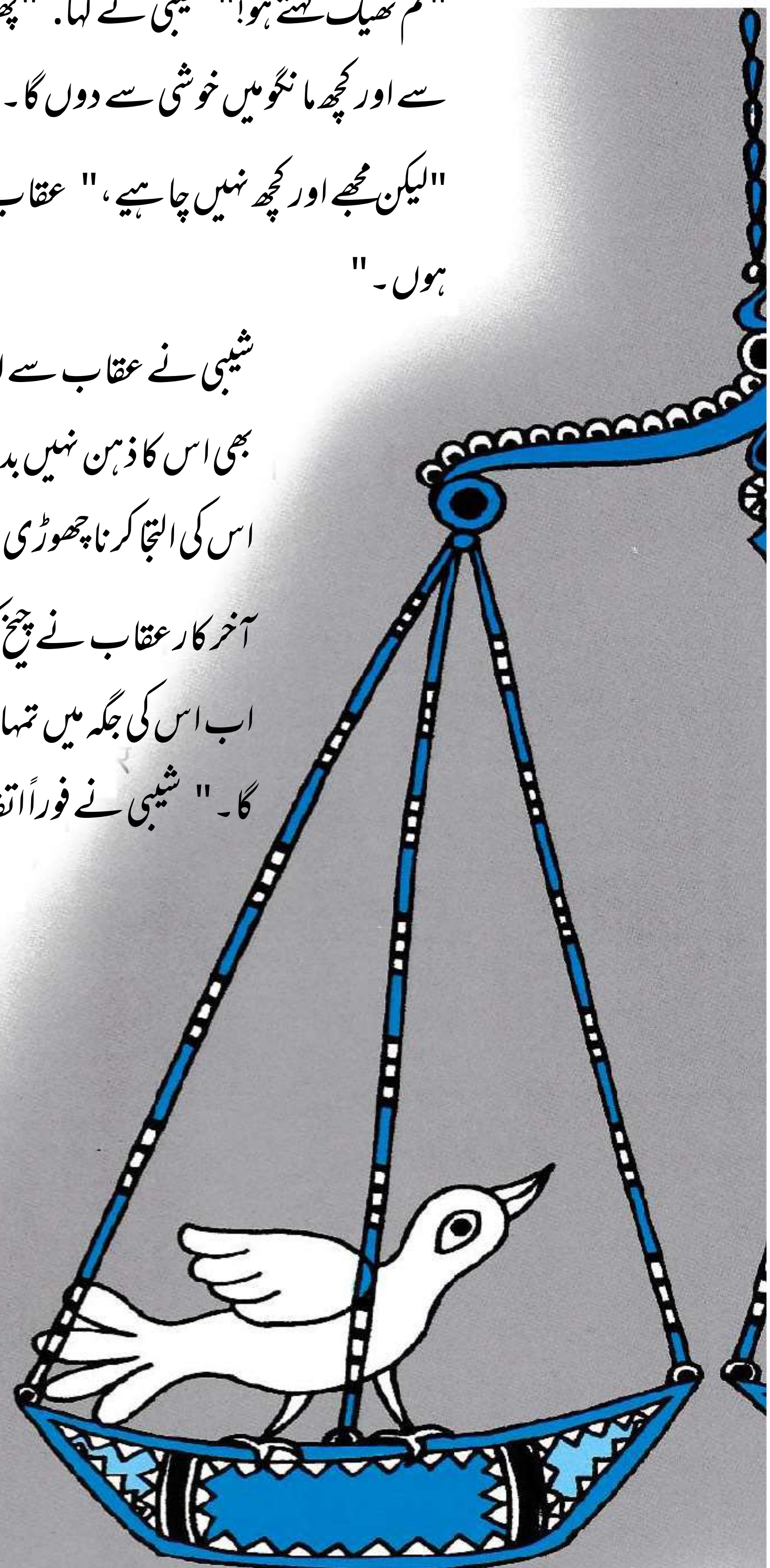
یکدم ایک عقاب آسمان سے نیچے اترا۔ "وہ کبوتر مجھے دے دو!" اس نے کہا.

"میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں اسے بچالوں گا،" شیبی نے کہا۔ "اور میں اپنے الفاظ کو کبھی واپس نہیں لیتا۔"

"یہ کبوتر میرا شکار ہے،" عقاب نے کہا۔ "یہ میرے کنبہ کا خوراک ہے۔ آپ میرے خاندان کو ان کے کھانے سے کیسے منع کرسکتے ہو؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو!" شیبی نے کہا. "پھر بھی یہ کبوتر آج تمہارا شکار نہیں بنے گا۔ مجھ سے اور کچھ مانگو میں خوشی سے دوں گا۔"

"لیکن مجھے اور کچھ نہیں چاہیے،" عقاب نے کہا۔ "یہ چھوٹا کبوتر وہی ہے جو میں چاہتا ہوں۔"



شیبی نے عقاب سے استدلال کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کچھ بھی اس کا ذہن نہیں بدلے گا۔ وہ اٹل تھا۔ اور نہ ہی شیبی نے اس کی التجا کرنا چھوڑی۔

آخر کار عقاب نے چیخ کر کہا، "تم نے کبوتر کو بچا لیا ہے! اور اب اس کی جگہ میں تمہارے جسم کے گوشت کے برابر حصہ لوں گا۔" شیبی نے فوراً اتفاق کیا۔

اس حیران کن جھگڑے کی خبر تیزی سے پھیل گئی۔ باغ میں تماشائیوں کا ہجوم اکٹھا ہوگیا۔ دیوتا بھی اوپر سے دیکھ رہے تھے۔

وہاں ایک بہت بڑا ترازو لایا گیا۔ شیبی نے آہستہ سے کبوتر کو پلڑوں میں سے ایک پر رکھا۔

پھر اپنی ران کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دوسری پلڑے میں رکھ دیا۔

حیرت! شیبی کے ٹکڑے والا پلڑا نیچے جھک گیا، لیکن کبوتر والا پلڑا اور بھی نیچے جھک گیا!
دیکھنے والے صدمے سے منجمد کھڑے تھے۔ ایسا نہیں شیبی۔ اس نے بس اپنی ران کا ایک اور ٹکڑا ترازو میں رکھ دیا۔

لیکن پھر بھی کبوتر کا پلڑا اس کے پلڑے سے نیچے رہا!

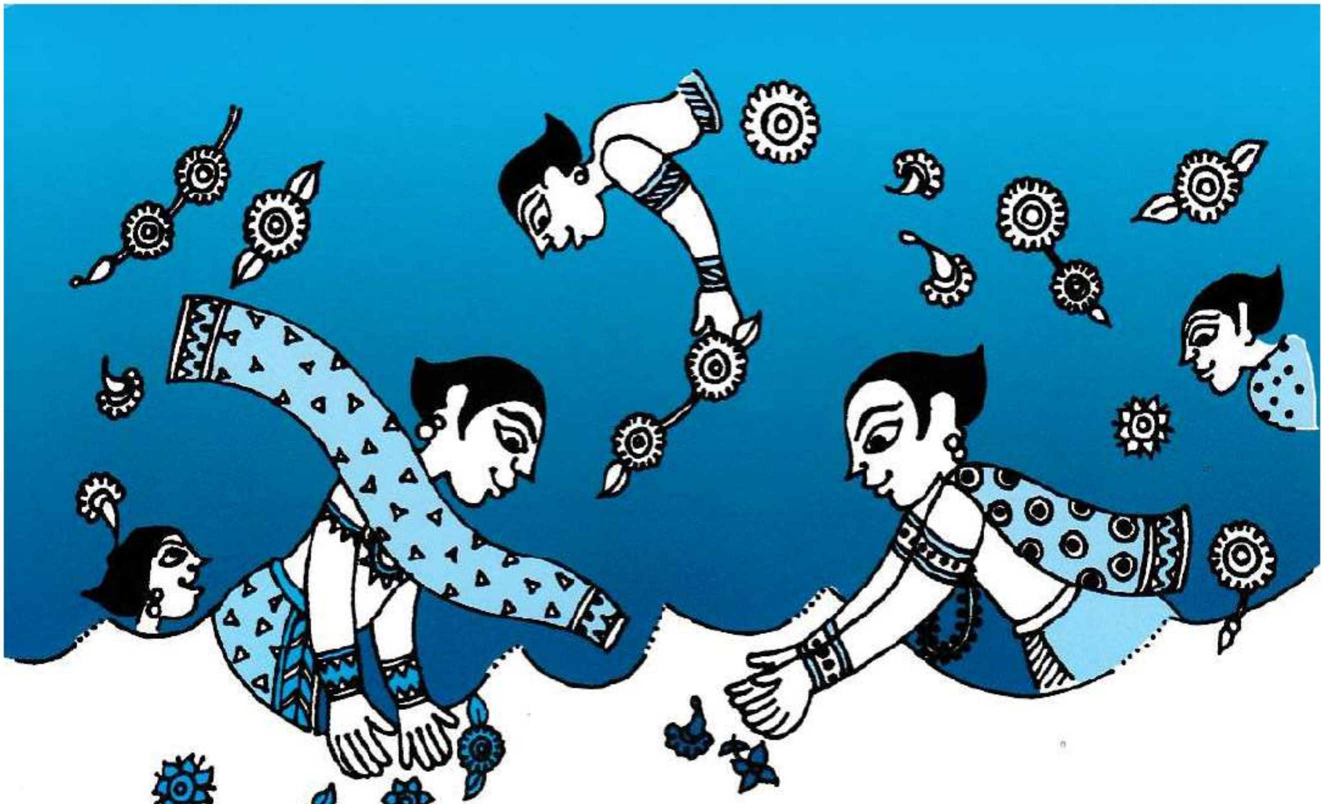
شیبی نے اپنے زیادہ سے زیادہ ٹکڑے ترازو پر ڈالے۔ لیکن کبوتر کا پلڑا نیچے ہی رہا۔



آخرکار بادشاہ نے اپنے پورے جسم کو پلڑے میں ڈال دیا۔ آخر میں دونوں پلڑے ساتھ ساتھ لٹک گئے۔ "وہاں،" شیبی نے کہا۔ "تمہاری مانگ پوری ہوئی۔"

تمام تماشائی بادشاہ کی قربانی سے بہت متاثر ہوئے۔
"شبی! شیبی!" انہوں نے بلایا۔

دیوتاؤں نے خود پھول بکھیرے۔ اُنہوں نے اُس کی تعریف کی اور دعا دی۔



انہوں نے شیبی سے کہا، "کسی اور بادشاہ نے کہا ہوگا، 'یہ صرف ایک چھوٹا سا پرندہ ہے۔ میری جان زیادہ قیمتی ہے!' لیکن تم نے اپنے قول پر سچے تھے اور اس کی زندگی کے لیے اپنی جان کی پیشکش کی تھی کہ دنیا تمہیں ہمیشہ عزت دے گی۔"

اب عقاب اور کبوتر نے اپنی خدائی شکل اختیار کرلی۔ وہ صرف بادشاہ کا امتحان لینے آئے تھے! تمام دیوتاؤں نے شیبی کو ایک بار پھر دعا دی اور غائب ہو گئے۔

مہابھارت کی ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

فرمانبردار طلباء

ایک اچھے دن ایک ماسٹر اور اس کے شاگرد سفر پر نکلے۔ وہ ایک بیل گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔

ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ ہوا گرم تھی۔ ارد گرد کے کھیتوں سے میٹھی خوشبو آ رہی تھی۔ گاڑی آہستہ سے آگے پیچھے ہچکولے لے رہی تھی۔ ماسٹر آرام سے ایک خوشگوار نیند میں سو گئے۔

ایک دم سے راستہ ناہموار ہو گیا۔ گاڑی ہچکولے لینے لگی۔ ماسٹر کی پگڑی سر سے پھسل کر زمین پر گر گئی!

طلباء کانپ اٹھے۔ کیا کرنا چاہیے؟

ماسٹر نے کہا تھا، "پہلے پوچھے بغیر کبھی کچھ نہ کرنا!"

ٹھیک ہے، انہوں نے اس پگڑی کو راستے میں پڑا رہنے دیا!



ماسٹر نے آنکھیں کھول دیں۔ "میری پگڑی کہاں ہے؟" انھوں نے پوچھا. طلباء نے اسے بتایا کہ کیا ہوا تھا۔

"بے وقوف! بیکار لوگ!" اس نے ڈانٹا. "تم نے پگڑی کو زمین پر گرتے دیکھا! تم اسے کیسے نہیں اٹھا سکے؟" پھر ان کو حکم دیا کہ اب سے جو کچھ گر جائے اسے اٹھاؤ۔

تیزی سے اس کی آنکھیں بند ہونے دیں۔ لیکن طالب علموں نے پلک جھپکنے کی بھی ہمت نہیں کی! انہوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ کچھ بھی گاڑی میں سے نہ گرے۔

راستے میں وہ تکلیف برداشت کر رہے۔ اچانک بیل نے گوبر کا ڈھیر گرا دیا۔ طلباء کانپ گئے اور ڈر گئے! کیا کرنا چاہیے؟

ٹھیک ہے، انہوں نے اس سارے گوبر کو ایک ٹوکری میں اکٹھا کیا۔ پھر انہوں نے ٹوکری کو گاڑی میں ڈال دیا!



جلد ہی ماسٹر کی آنکھ کھل گئی۔ اسے گاڑی میں موجود گوبر کا علم ہو گیا۔ "یہ کیا ہے؟!" وہ چیخا۔

"آپ نے ہمیں کہا تھا کہ جو بھی گرے اسے اٹھا لو!" طلباء نے کہا. "ہم نے یہی کیا!"

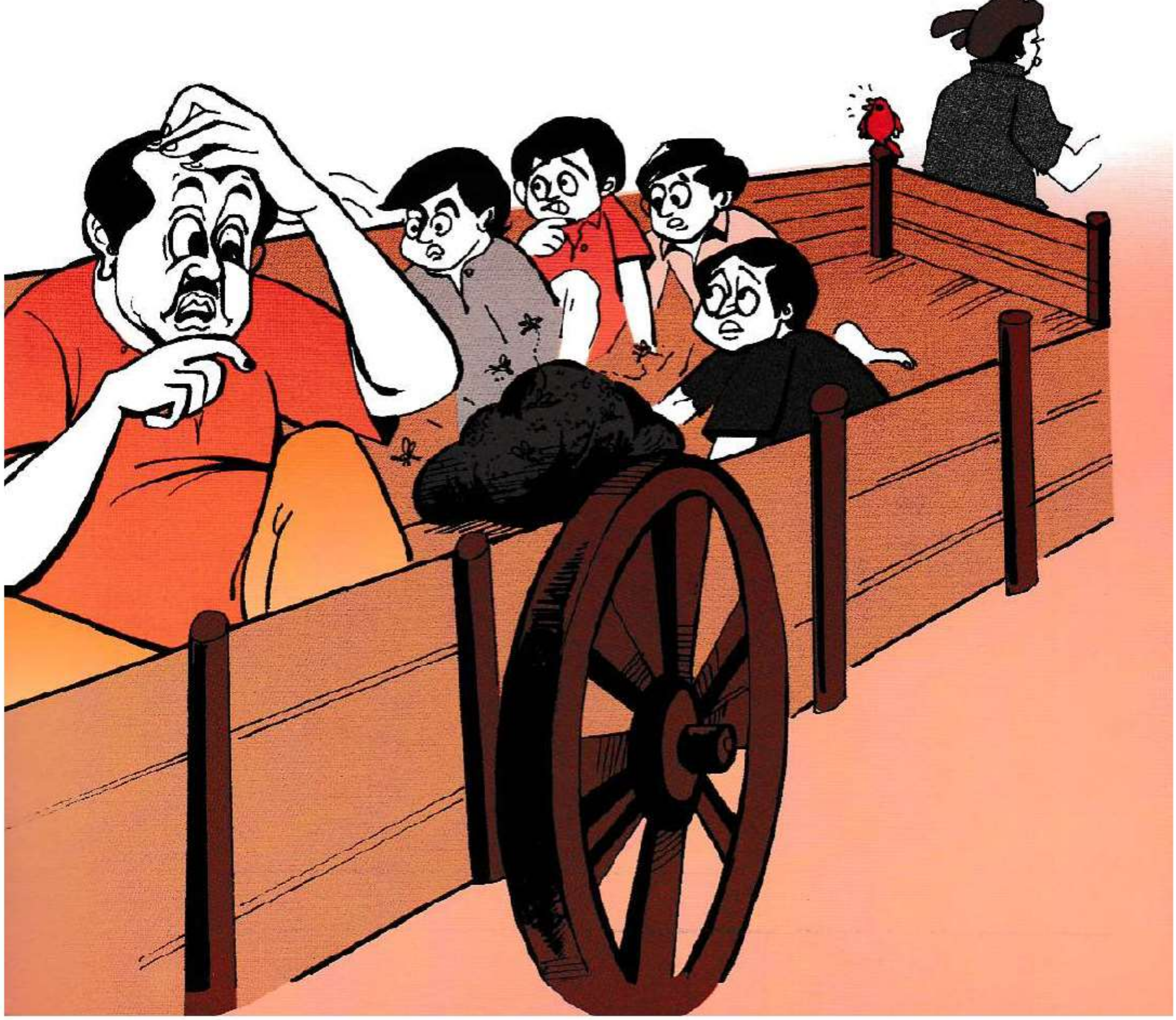
ماسٹر کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے طلبہ کو خوب ڈانٹ پلائی۔ پھر اُس نے اُنسے گاڑی سے گوبر پھینکوایا۔ واہ!

اب ماسٹر نے دو فہرستیں لکھیں: وہ چیزیں جو گرنے کی صورت میں اٹھالی جانی چاہئیں اور وہ چیزیں جنہیں گرنے پر نہیں اٹھایا جانا چاہیے۔ انہوں نے طلباء کو فہرستیں دیں۔ پھر وہ واپس سو گیا۔

یہ سفر انہیں کھیتوں اور دیہاتوں کے درمیان لے گیا جس کے درمیان جنگلی دیہی علاقوں کے حصے تھے۔ وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں زمین بہت کھردری تھی۔ اچانک گاڑی بے ترتیبی سے ہچکولے لینے لگی۔ ماسٹر گڑھے میں گر گیا!

"مجھے یہاں سے نکالو!" وہ چلایا. طلباء کانپ اٹھے اور ڈر گئے۔ انہوں نے ان فہرستوں کو دیکھا جو ماسٹر نے انہیں دی تھیں۔

پھر، "جی ماسٹر! آپ کا نام فہرستوں میں نہیں ہے، لہذا، ہمیں گڑھے سے نکلنے میں آپ کی مدد نہیں کرنی چاہیئے!" وہ اس کے اوپر واپس چلائے۔



ماسٹر نے منت کی اور التجا کی۔ لیکن طلبہ باز نہ آئے۔ "آپ ہمارا امتحان لے رہے ہیں! یہ بہت واضح ہے!" انہوں نے کہا۔ "ہم آپ کی نافرمانی نہیں کریںگے، ماسٹر! "

ٹھیک ہے، اب ماسٹر مجبور حالت میں تھا۔ اسے گڑھے سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے سوچا اور سوچا۔

آخر میں، اس نے طلباء سے کہا کہ وہ اسے فہرستیں دیں۔ پھر اس نے قلم مانگا۔ پھر اس نے وہ فہرست لی جس میں ان چیزوں کا نام دیا گیا تھا کہ اگر وہ گاڑی سے گریں تو انہیں اٹھانا ہے۔ استاد نے اپنا نام اس فہرست میں شامل کر لیا۔ پھر اس نے فہرستیں طلبہ کو واپس دیں۔

ایک کے ساتھ "ایک، دو، تین!" طلباء نے ماسٹر کو گڑھے سے باہر نکالا۔ واپس گاڑی میں بیٹھ گیا۔

سفر جاری رہا۔ گاڑی آہستہ سے ہچکولے لیتی رہی۔ طلباء نے آرام کیا۔ ان میں سے کچھ سو گئے۔ لیکن ماسٹر نہیں۔ اس نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی!



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

طوطے کے جواہرات

ایک دفعہ ایک سوداگر کے پاس ایک بات کرنے والا طوطا تھا۔ اس نے طوطے کی بہت قدر کی، اور اسے رہنے کے لیے چاندی کا پنجرہ خریدا۔ وہ گھنٹوں بیٹھا اس کی دانشمندانہ باتیں سنتا رہتا۔

طوطے نے خوشی سے اس کے تمام سوالوں کا جواب دیا۔ لیکن اس نے ہمیشہ کہا، "مجھے اپنے پنجرے سے باہر آنے دو۔ میں آزاد ہونا چاہتا ہوں۔"

غریب سوداگر جواب دیتا، "اس کے سوا کچھ بھی! میں تمہیں اس کے سوا کچھ بھی دوں گا!"

ایک دن طوطے نے کہا اگر آپ مجھے جانے دیں تو میں آپ کو تین لازوال اقوال بتاؤں گا۔

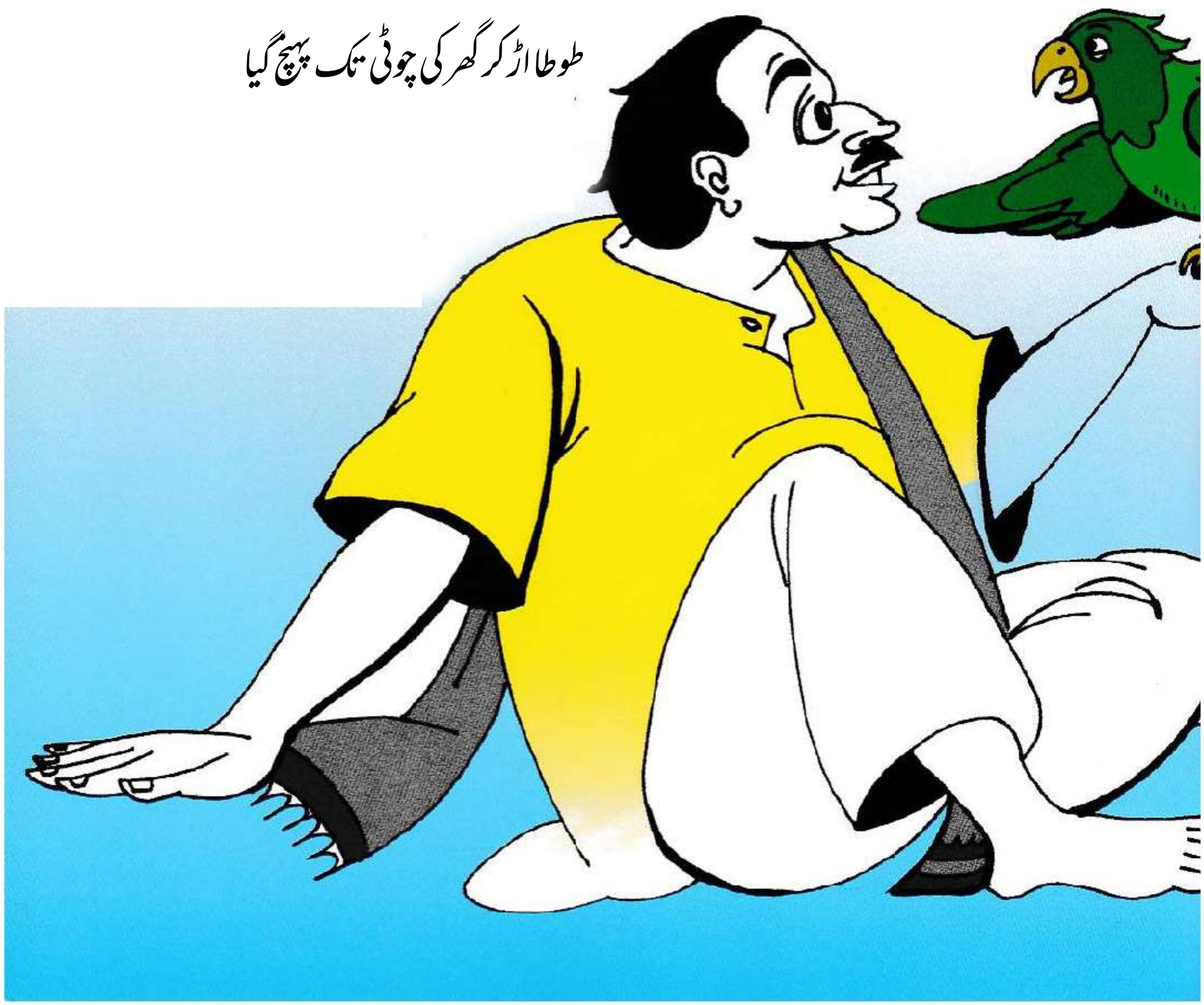


سوداگر نے سوچا، "زندگی بھر کے جوابات کے مقابلے میں صرف تین اقوال؟" اس نے انکار کے لیئے منہ کھولا۔

پھر اس نے مشاہدہ کیا، "اگر میں طوطے کو اس کے پنجرے میں رکھوں گا تو وہ میرے کسی بھی سوال کا جواب دے گا۔ لیکن کیا ہوگا اگر میں کبھی صحیح سوال نہ کروں؟ میں تین لازوال اقوال کبھی نہیں سنوں گا! "

تو اس نے کہا، "طوطا، میں تمہیں جانے دوں گا!" اس نے پنجرہ کھولا تو طوطا اڑ گیا۔ یہ سوداگر کے ہاتھ پر آ گیا۔ "یہ پہلا قول ہے،" اس نے کہا۔ "کھوئے ہوئے خزانے پر مت رونا۔"

"تم مجھے کوئی نئی بات نہیں بتا رہے ہو!" سوداگر نے کہا۔۔



طوطا اڑ کر گھر کی چوٹی تک پہنچ گیا

" یہ اگلا قول ہے : جو کچھ آپ سنتے ہیں اس پر یقین نہ کریں۔ " اب سوداگر واقعی پریشان تھا۔ "میں یہ پہلے ہی جانتا ہوں! مجھے کچھ بتائیں جو میں نہیں جانتا! "

طوطا ہنسا۔ "تمہیں کچھ بتاؤ جو تم نہیں جانتے؟ ٹھیک ہے : میں اپنے پیٹ میں قیمتی پتھر لے جا رہا ہوں! "

یہ بات یقین سے بالاتر تھی۔ "قیمتی پتھر! اور یہ سوچنا کہ میں نے تمہیں آزاد چھوڑ دیا!" سوداگر نے سر ہلایا۔ "کتنا احمق ہوں میں! میں زندگی بھر اس فیصلے پر پچھتاؤں گا! "

فوراً طوطے نے کہا، "ایک منٹ پہلے میں نے تم سے کہا تھا، 'کھوئے ہوئے خزانے پر مت روؤ۔' اور یہاں آپ ایسا ہی کر رہے ہیں۔ "

سوداگر بے زبان تھا۔



"اس کے بعد، میں نے کہا، 'جو کچھ تم سنتے ہو اس پر یقین نہ کرو!' لیکن آپ کو یقین ہے کہ میرے پیٹ میں قیمتی پتھر ہیں! "

سوداگر نے چڑیا کو گھور کر دیکھا۔ "میں..." اس نے شروع کیا۔

طوطے نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا، "میری طرف دیکھو، میں تمہارے گھر کی چھت تک کیسے پہنچا؟ پیٹ میں قیمتی پتھر رکھ کر کیا میں اڑ سکتا ہوں؟ "

طوطا سچ بول رہا تھا!

کاش سوداگر اپنے الفاظ واپس لےلیے ! اس حیرت انگیز پرندے نے اسے گھنٹوں دل بہلایا تھا۔ وہ اسے مارنے کا سوچ بھی کیسے سکتا تھا۔

"مجھے افسوس ہے،" اس نے کہا۔

"اوراب،" طوطے نے کہا،"یہ میرا تیسرااورآخری قول ہے : الفاظ صرف کانوں کے سننے کے لیے نہیں ہوتے، بلکہ ذہن میں سمجھنے کے لیے بھی ہوتے ہیں! الوداع! اور سمجھ کے ساتھ سننا یاد رکھیں! "

سوداگر منہ کھولے کھڑا طوطے کو اڑتا ہوا دیکھتا رہا۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

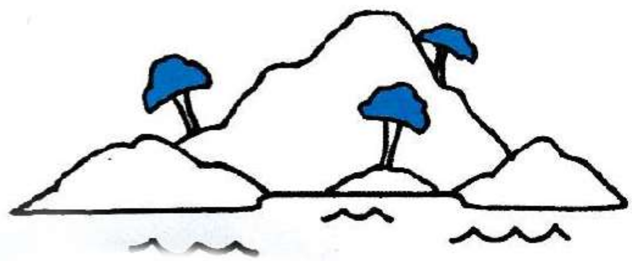
Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

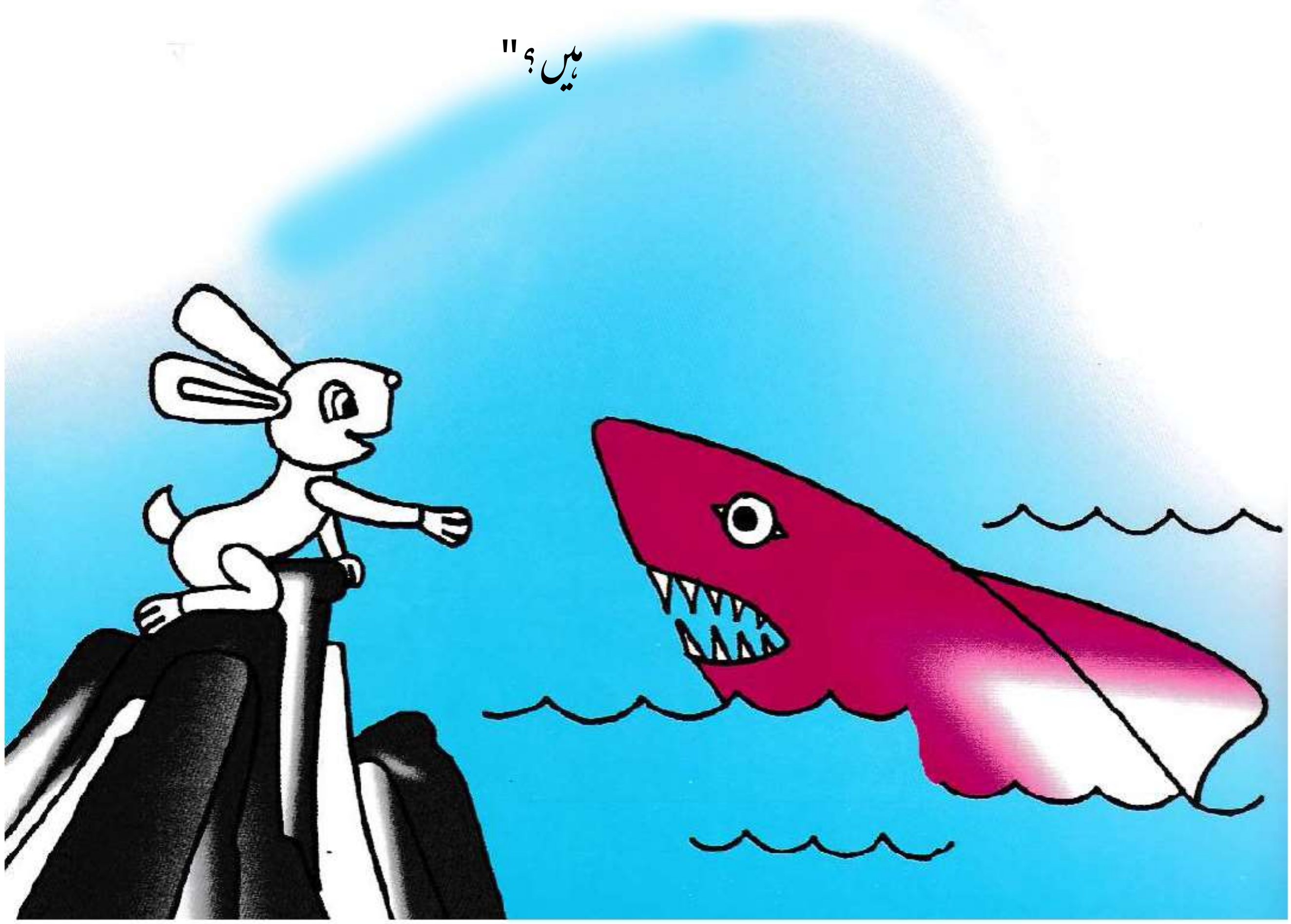
وہ خرگوش جس نے سمندر کو عبور کیا

ایک دفعہ ایک چھوٹا خرگوش تھا جو سمندر سے پیار کرتا تھا۔ یہ گھنٹوں ساحل پر بیٹھ کر لہروں اور سمندری پرندوں اور جوار کے ساتھ تیرنے والی تمام چیزوں کو دیکھتا رہتا۔

پانی کے اس پار ایک چھوٹا سا جزیرہ زیادہ دور نہیں تھا۔ کچھ دنوں میں یہ جزیرہ بادلوں یا دھند سے چھپا ہوا تھا۔ لیکن دوسرے دنوں میں خرگوش اسے صاف دیکھ سکتا تھا۔



جزیرے نے خرگوش کی تخیل پر قبضہ کر لیا۔ "وہاں کون رہتا ہے؟" اس نے تعجب کیا. "کیا وہاں کھیلنے کے لیے خوبصورت باغات اور میدان ہیں؟"

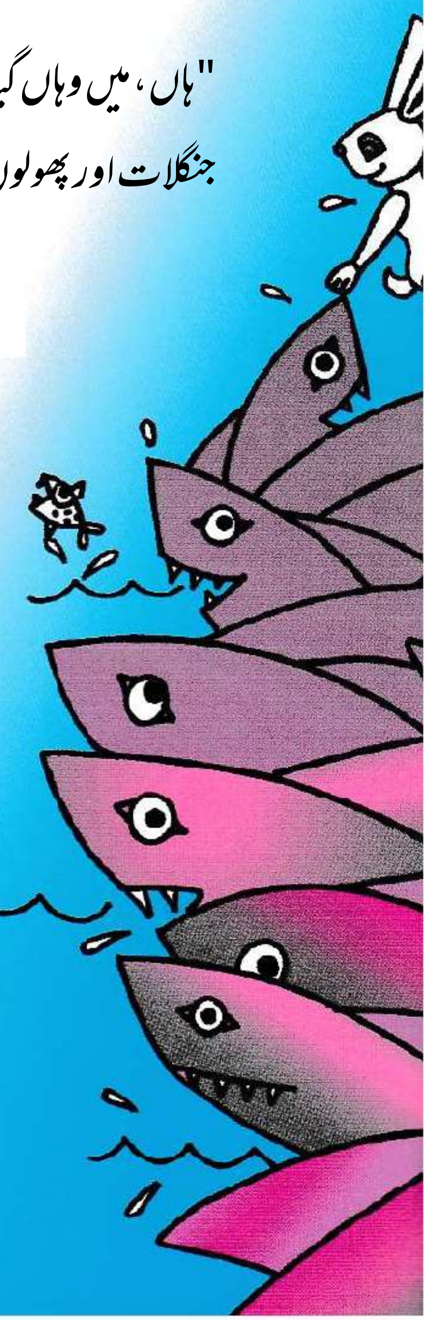


اب جب بھی خرگوش بیٹھ کر سمندر کی طرف دیکھتا تو اس کی نظر جزیرے پر جم جاتی۔ اس کے دل میں وہاں جانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن کیسے ؟

ایک دن شارک نے دیکھا کہ خرگوش پانی کے اس پار گھور رہا ہے۔ شارک نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا، "دوست خرگوش، تم کیا دیکھ رہے ہو؟"

خرگوش نے کہا، "میں جزیرے کو دیکھ رہا ہوں، یہ بہت خوبصورت ہے! کیا تم وہاں گئے ہو؟"

"ہاں، میں وہاں گیا ہوں،" شارک نے کہا۔ "یہ واقعی خوبصورت ہے۔ یہاں ساحل اور جنگلات اور پھولوں سے بھرے کھیت ہیں۔"



خرگوش کا دل جانے کی خواہش سے چھلک رہا تھا۔ لیکن یہ شارک سے مدد کے لیئے کہنے سے ڈرتا تھا۔ کیونکہ شارک بہت مضبوط تھی اور خرگوش چھوٹا اور کمزور تھا۔

خرگوش جانتا تھا کہ اسے ایک منصوبہ کی ضرورت ہے۔ اس نے اس کی مدد کرنے کے لیے شارک کو دھوکہ دینے کا فیصلہ کیا۔ "مجھے بتاؤ، دوست شارک،" اس نے کہا، "کس سے زیادہ تعلقات ہیں، آپ یا میں؟"

شارک ہنسی، "کیوں، میں ضرور کرتا ہوں! میرے رشتہ داروں نے پورے سمندر کو آباد کر دیا ہے!"

کیا آپ مجھے دکھائیں گے؟" خرگوش نے پوچھا. "کیا آپ انہیں بلائیں گے اور ان کی گنتی کے لیے لائن لگائیں گے؟"



"کیوں نہیں؟" شارک نے کہا۔

جلد ہی جزیرے تک شارک مچھلیوں کی ایک لکیر پھیلی ہوئی تھی۔

اب ہم دیکھیں گے!" خرگوش نے کہا. "اگر وہاں خرگوش سے زیادہ شارک ہیں، تو میں آپ کے لیے انعام کا مقروض ہوں گا! لیکن اگر شارک سے زیادہ خرگوش ہیں، تو آپ مجھے انعام دیں گے۔ اتفاق کیا؟"

"اتفاق ہوا!" شارک نے کہا۔

خرگوش نے کہا، "میں تمہارے رشتے داروں کو گننے جا رہا ہوں۔" "میں یہ کام ان کی پیٹھ پر چل کر کروں گا۔"

خرگوش نے احتیاط سے پہلی شارک کی پشت پر قدم رکھا اور شمار کیا، "ایک!" اس نے دوسری شارک کی پشت پر احتیاط سے قدم رکھا اور گنتی ہوئی، "دو!" یہ جزیرے تک تمام راستے قدم بڑھاتا اور گنتا رہا۔ اس کا نیا دوست اس کے ساتھ تیرا اور اسے صحیح طریقے سے گنتی رکھنے میں مدد کی۔

آخر کار جب خرگوش نے زمین پر قدم رکھا تو اسے کافی سکون ملا۔ یہ شارک کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔

"دوست شارک، مجھے لگتا ہے کہ یہاں شارک سے زیادہ خرگوش ہیں۔ لیکن مجھے یقین نہیں ہے۔ اس لیے میں یہاں جزیرے پر اپنے کزنز کو گننے جا رہا ہوں۔ جب میں گنتی ختم کر لوں گا، میں آ کر تمہیں فون کروں گا۔ ٹھیک ہے؟"

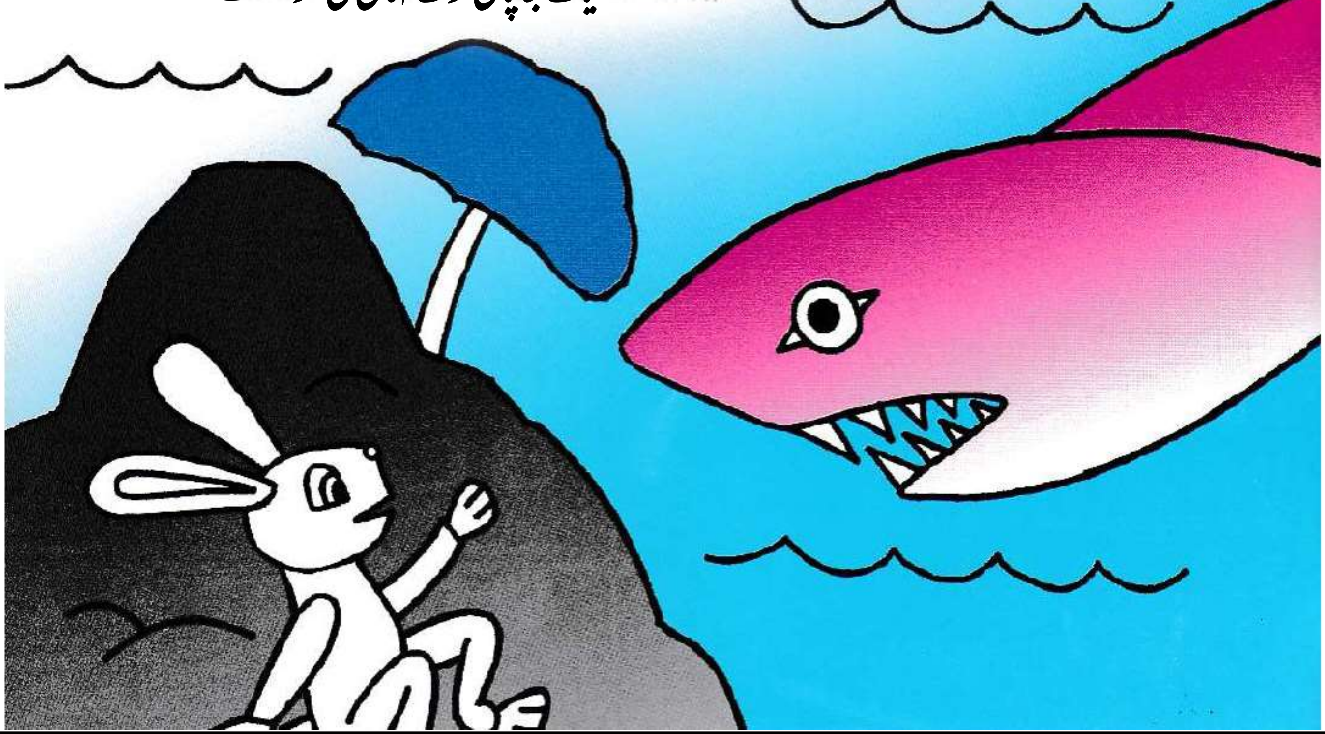
"ٹھیک ہے،" شارک نے کہا۔

"اپنے رشتے داروں کی کل تعداد مت بھولنا!" خرگوش نے کہا. پھر یہ جزیرے کی تلاش کے لیئے بھاگا۔

چند ہفتوں کے بعد اس نے واپس آنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ساحل پر گیا اور شارک کو بلایا۔ لیکن صرف چھلکتی لہروں نے اس کی پکار کا جواب دیا۔

گھر واپس کیسے جائے؟ خرگوش ایک چٹان پر بیٹھا اور سوچا... ایک دن اسے ایک نیا خیال آیا...

ایک جاپانی لوک کہانی کی موافقت



© Katha Jharna 2008 | **Publisher** Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati | V. Vijayakanthi | **Urdu** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi | S. Rajalakshmi | **Artist** Uma Krishnaswamy

ہم کون ہیں؟



زمین پر پھول ابھی تک مسکرا رہے ہیں۔
جبکہ پھل زمین کے اندر چھپے ہوئے ہیں!

ہم اپنی پتلی سیاہ کھالوں میں چھپ جاتے ہیں۔
بھگونے کے بعد، ہماری کھالیں پھٹ جاتی ہیں۔
مقوی اڈلی اور ڈوسا بنانے کے لیئے تیار رہے۔

اس کے لمبے تنے پر ہلنا اور ناچنا
یہ سر جھکا لیتا ہے۔
اور اس کے سنہری جھالر کو لہراتا ہے۔



میں کریم رنگ یا موتی سفید ہوں۔
میں تیل سے بھرا ہوا ہوں۔
میرے پاس گری دار میوے کا ذائقہ ہے۔
میں پروٹین اور روٹا منز سے بھرپور ہوں۔
تم میرے ایک ہزار کو ایک ہاتھ میں پکڑ سکتے ہو!

یہ ننھے میرون موتیوں کی مالا
کون ان کو اکٹھا کر سکتا ہے؟
اگر وہ گرے تو کون ان کو اکٹھا کر سکتا ہے؟

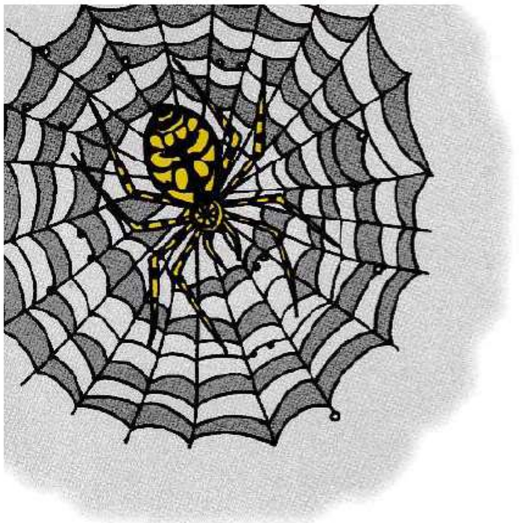
ریشمی پیلے رنگ کے پتے۔
ہلکی سبز شالوں کے اوپر:
ایک سنہرا خزانہ کھڑا ہے۔
ان دیواروں کے اندر

اگر یہ آپ کو مارتا ہے،
کیا درد!
اگر آپ اسے کھاتے ہیں،
کیا خوشی!



راگی، گنا، دھان، تل، مونگ پھلی، کالے چنے، مکئی





وہ مٹی میں پیدا ہوا ہے۔
وہ مٹی میں دھنستا ہے۔
وہ مٹی میں پلتا ہے
یہ ذہانت مٹی کو زرخیز بناتی ہے۔

میری بڑی آنکھیں ہر طرف دیکھ سکتی ہیں۔
میں گھر کے کسی بھی کونے میں اڑ سکتا ہوں۔
مجھے کھانا پسند ہے جو آپ تیار کر رہے ہیں۔
اور وہ کھانا جو آپ پھینک رہے ہو۔
اور اگر آپ مجھ پر حملہ کرتے ہیں تو میں ہمیشہ بچ سکتا ہوں!

مٹی سے بنے اپنے محل میں
چھوٹے گورے محنت کرتے ہیں۔
اندر جھانکیں : آپ کو کنڈلی میں سانپ مل سکتا ہے!



میں منڈلاتا ہوں اور ڈنک مارتا ہوں۔
میں اوپر اور نیچے تیزی سے آتا ہوں۔
میں آگے اور پیچھے اڑتا ہوں۔
میرے تیز پنکھ چپٹے ہوئے ہیں۔
پرواز میں بھی اور آرام میں بھی
میں سب سے تیز اور بہترین ہوں!



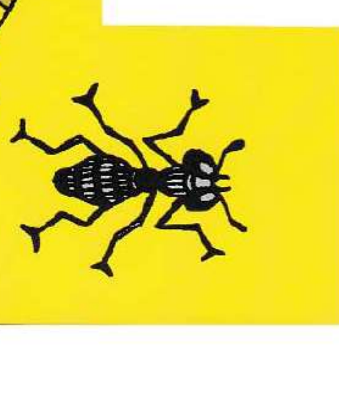
روشن اور رنگین اور ریشم کی طرح نرم
شکل کا مکرم اور کاغذ پتلا
کوئی انتظار کرتا ہے، کوئی پینے آتا ہے۔
کون سی پنکھڑی ہے اور کون سا بازو؟

یہ ایک چھوٹے سانپ کی طرح لگتا ہے۔
بھورے اور سرخ رنگوں میں
اس کی سینکڑوں ٹانگیں ہیں۔
اس کا کاٹنا زہریلا اور بہت تکلیف دہ ہے۔

میرے پاس ٹانگوں کے بے شمار جوڑے ہیں۔
لیکن میں بہت آہستہ حرکت کرتا ہوں۔
میں گرے ہوئے پتوں کو کھاتا ہوں۔
اگر تم مجھے چھو لو
میں ایک گیند میں رول کر سکتا ہوں۔

وہ روشنی کے رقص میں ایک ساتھ اڑتے ہیں۔
اندھیرے میں چمکتے اور ٹمٹماتے ہے۔
ان کا پیچھا کرنے میں بہت مزہ آتا ہے!

وہ اپنا دھاگہ گھماتی ہے۔
اور اپنا جال بُنتی ہے۔
وہ اپنے مہمان کو کھاتی ہے۔
اور آرام کرتی ہے۔







ایک ہزار لوگوں کے ساتھ محل میں
تمام طاقت صرف ایک خاتون کے پاس ہے۔

ہم بھورے رنگ کے ہیں۔
ہم نالیوں اور دراڑوں میں چھپ جاتے ہیں۔
ہم اندھیرے میں باہر آتے ہیں۔
لیکن اگر آپ اپنی لائٹ آن کریں تو ہم بھاگ جائیں گے۔

وہ ایک چھوٹا سا جیو ہے۔
گھنے جنگل میں گھومنا
وہ جس طرح چاہتا ہے شکار کرتا ہے۔
اس پر قابو پانے والا کوئی نہیں۔



ہماری کالونی کو کھانا کھلانا
ہم آرام کے بغیر محنت کرتے ہیں۔
اپنا بوجھ اٹھانا اور لے جانا
مل کر کام کرنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا
اور ہمیشہ کچھ نہ کچھ تلاش کرنا

وہ بدتمیز ڈاکٹر آیا اور مجھے انجکشن لگا دیا۔
پھر وہ اپنی فیس پی کر چلی گئی۔

چیونٹی، مکھی، مچھر، گوجر، جگنو، تتلی، جوآں، دیمک، ڈریگن فلائی، مکڑی، ملکہ
شہد مکھی، کیچوا، کنکھجورا، کاکروچ

© Katha Jharna 2008

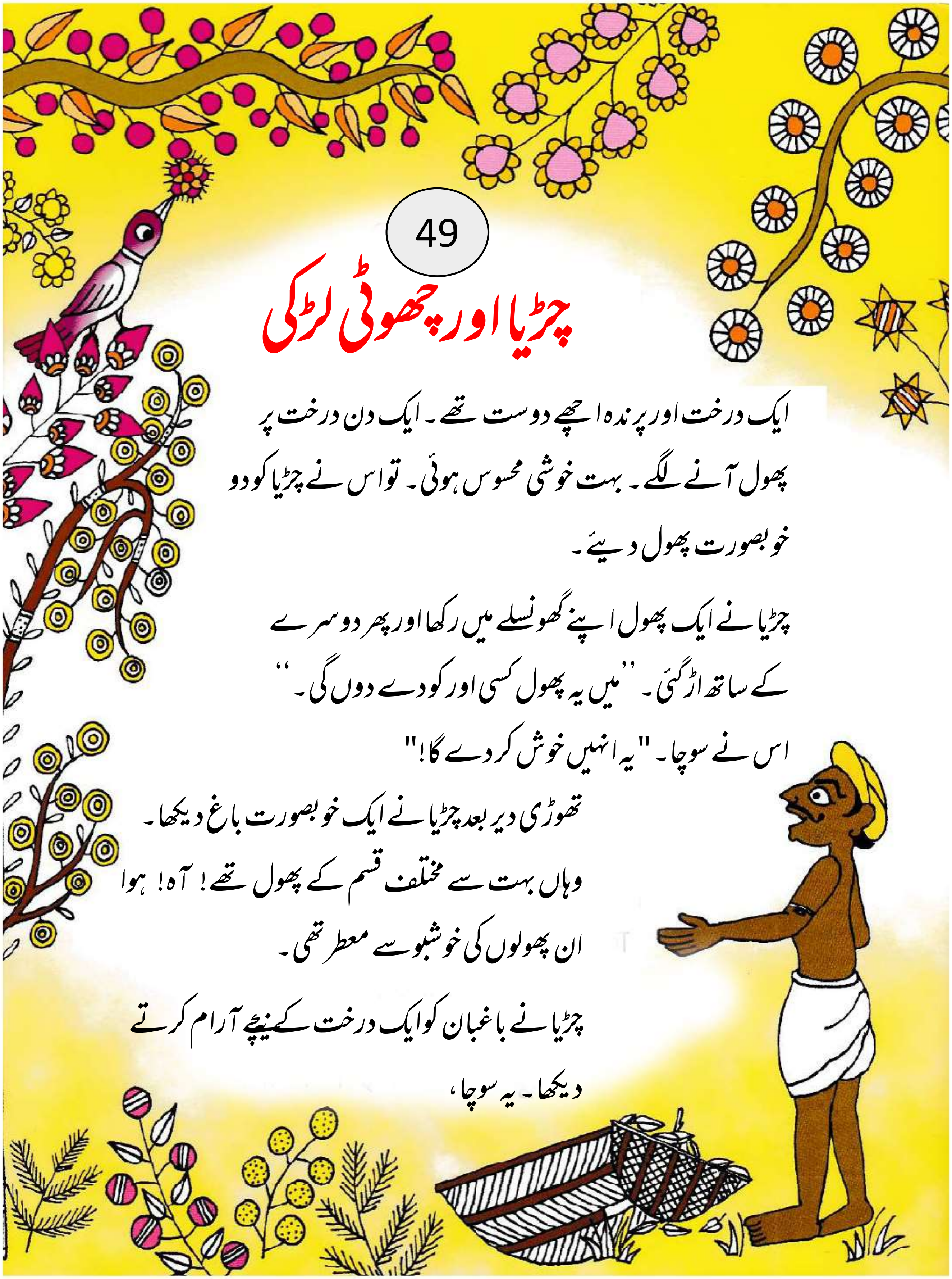
Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy



چڑیا اور چھوٹی لڑکی

ایک درخت اور پرندہ اچھے دوست تھے ۔ ایک دن درخت پر پھول آنے لگے ۔ بہت خوشی محسوس ہوئی ۔ تو اس نے چڑیا کو دو خوبصورت پھول دیئے ۔

چڑیا نے ایک پھول اپنے گھونسلے میں رکھا اور پھر دوسرے کے ساتھ اڑ گئی ۔ ''میں یہ پھول کسی اور کو دے دوں گی ۔'' اس نے سوچا ۔ "یہ انہیں خوش کر دے گا!"

تھوڑی دیر بعد چڑیا نے ایک خوبصورت باغ دیکھا ۔ وہاں بہت سے مختلف قسم کے پھول تھے ! آہ! ہوا ان پھولوں کی خوشبو سے معطر تھی ۔

چڑیا نے باغبان کو ایک درخت کے نیچے آرام کرتے دیکھا ۔ یہ سوچا ،

" اس باغبان کو پھول بہت پسند ہیں ۔ کیا میں اسے اپنا پھول دوں ؟ "

چڑیا اڑ کر ایک شاخ پر جا بیٹھی ۔ باغبان نے اسے دیکھا تو وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا ، "کیا شاندار پھول ہم نے پکڑ رکھا ہے ، براہ کرم یہ مجھے دے دو! میں اسے ایک پیالے میں رکھ دوں گا جہاں سب اسے دیکھیں گے ۔ وہ سوچیں گے کہ میرا باغ دنیا کا بہترین باغ ہے ۔ "



یہ سن کر چڑیا غصے سے اڑ گئی ۔ لیکن جلد ہی یہ پر سکون ہو گیا اور دوبارہ اپنی تلاش شروع کر دی ۔

تھوڑی دیر بعد اس نے رنگوں کا ایک جھرمٹ دیکھا - بہت سارے خوبصورت رنگ ! چڑیا نے قریب آ کر دیکھا کہ ایک آدمی کپڑے پر کڑھائی کر رہا ہے ۔



چڑیا نے سوچا، "یہ آدمی خوبصورتی کی بہت تعریف کرتا ہے، میں اسے پھول دوں گی۔" یہ اڑ کر قریب ہی بیٹھ گئی۔

چڑیا کو دیکھ کر آدمی خوش ہوا۔ اس نے کہا، "آہ! تمہارے پاس اتنا شاندار پھول ہے! برائے مہربانی اسے مجھے دو۔ میری کڑھائی میں اس مخصوص ڈیزائن کی کمی ہے۔ اگر میں اسے شامل کروں تو میری کڑھائی دنیا میں سب سے بہترین ہوگی۔ میں یہ کپڑا بادشاہ کو تحفے میں دوں گا اور ہر کوئی میرے بارے میں جان جائے گا!"



چڑیا غصہ پھر سے ہوئی اور وہ اڑ گئی۔ پھر نیچے جھانک کر دیکھا تو کبوتروں کا جھنڈ نظر آیا۔ ایک عورت انہیں اناج کھلا رہی تھی۔ ''لگتا ہے یہ خاتون پرندوں کی دلدادہ ہے۔ میں اسے پھول دوں گی۔'' اس نے سوچا۔

چنانچہ یہ اُڑ کر بھوکے کبوتروں کے پاس جا بیٹھی۔ اس خاتون نے چڑیا کو دیکھا اور چیخ کر بولی، "ارے! تمہارے پاس بہت خوبصورت پھول ہے، براہِ کرم اسے مجھے دے دو، میں اسے دیوتاؤں کو پیش کروں گی اور میری تمام خواہشات پوری ہو جائیں گی۔"

چڑیا پھر غصے سے اڑ گئی



اچانک اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی اکیلی چل رہی ہے ۔ وہ سر پر پانی کا برتن اٹھائے ہوئے تھی ۔ چڑیا تیزی سے نیچے اڑ کر اس کے کندھے پر بیٹھ گئی ۔ پھر اس نے خوبصورت پھول اس کے بالوں میں ڈال دیا ۔

لڑکی چڑیا کو دیکھ کر حیران رہ گئی ۔ اور اس سے بھی زیادہ حیران ہوئی جب اسے اپنے بالوں میں پھول پھسلتے ہوئے محسوس ہوا ۔

چڑیا نے اس سے کہا، "یہ تمہارے لیے ہے! تمہاری کوشش کے لیے جو اس پھول کی طرح خوبصورت ہے ۔"

سشمیتا بنرجی ۔

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

میرا نام کیا ہے؟

ایک گرم، دھوپ والے دن، امی، مکھی، ایک کھیت میں بھنبھنا رہی تھی۔ اچانک اپنا نام بھول گئی! مکھی اڑ کر ایک بچھڑے کے پاس گئی اور پوچھا، "موٹے بچھڑے! موٹے بچھڑے! میرا نام کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا،" بچھڑے نے کہا۔ "میری ماں سے پوچھو!" تو مکھی گائے کے پاس گئی اور کہنے لگی، " موٹے موٹے بچھڑے کی ماں! میرا نام کیا ہے؟"

گائے نے کہا میں نہیں جانتی۔ اس چرواہے سے پوچھو جو مجھے پالتا ہے۔ تو مکھی چرواہے کے پاس گئی اور کہنے لگی، "میں موٹے موٹے بچھڑے اور بچھڑے کی ماں سے آئی ہوں : اے گائے کو پالنے والے چرواہے! میرا نام کیا ہے؟"

میں نہیں جانتا،" چرواہے نے کہا۔ "میری چرواہے کی چھڑی سے پوچھو۔" تو مکھی چھڑی پر بیٹھ گئی اور نعرہ لگایا، میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوںاور بچھڑے کی ماں اور گائے کو پالنے والا چرواہا :
اے چرواہے کے ہاتھ میں لاٹھی! میرا نام کیا ہے؟
' میں نہیں جانتی،' چھڑی نے کہا، "لیکن وہ درخت ہے جس سے میں نے کاٹا تھا۔ جا کر پوچھو۔" تو مکھی درخت کے پاس اڑ گئی اور نعرہ لگایا،



میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔۔۔
اے درخت جس نے لاٹھی دی!
میرا نام کیا ہے؟

"میں نہیں جانتا،" درخت نے کہا۔ "اس سارس سے پوچھو جو میری شاخوں میں بیٹھی ہے۔" تو مکھی سارس کے پاس گئی اور نعرہ لگایا،

میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔۔۔
اے درخت میں بیٹھی سارس!
میرا نام کیا ہے؟

"میں نہیں جانتا،" سارس نے کہا۔ "تالاب سے پوچھو جہاں میں رہتا ہوں۔" تو مکھی تالاب کی طرف اڑ گئی اور نعرہ لگایا،

میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔۔۔
اے تالاب جہاں سارس رہتا ہے!
میرا نام کیا ہے؟

"اس بڑی مچھلی سے پوچھو" تالاب نے کہا۔ تو مکھی مچھلی کے پاس گئی اور نعرہ لگایا،

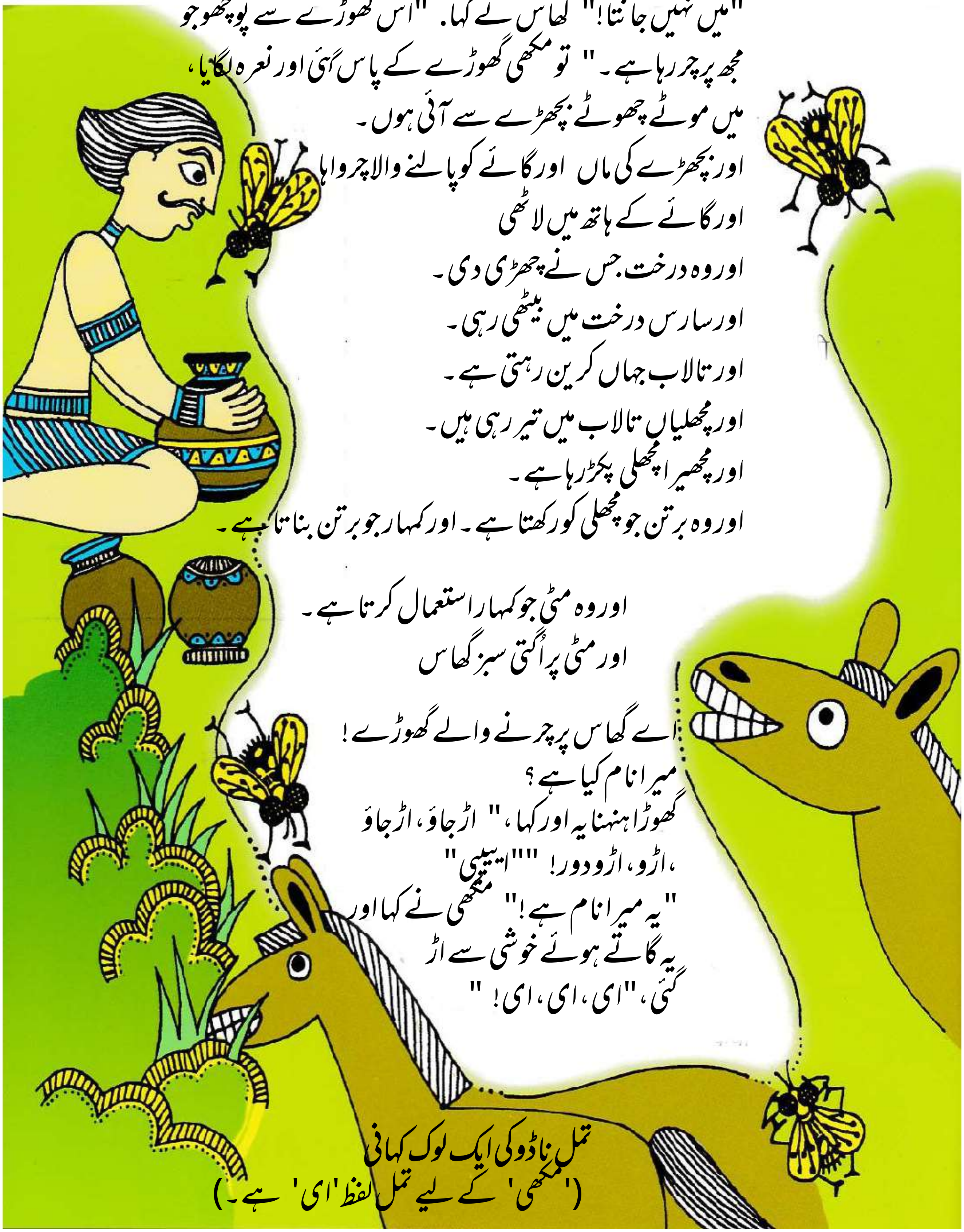
میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔۔۔
اے تالاب میں تیرنے والی مچھلی!
میرا نام کیا ہے؟

"مجھے کیسے پتہ چلے گا؟" مچھلی نے کہا۔ "ماہی گیر سے پوچھو۔" تو مکھی مچھیرے کے پاس گئی اور نعرہ لگایا،



میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔۔۔
اے مچھلیاں پکڑنے والے مچھیرے!
میرا نام کیا ہے؟
ماہی گیر نے کہا، "میرے مچھلی پکڑنے کے برتن سے پوچھو۔" تو مکھی مچھلی پکڑنے کے برتن کی طرف اڑ گئی اور نعرہ لگایا،
میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔۔۔ اے مچھلی کو پکڑنے والے برتن!
میرا نام کیا ہے؟
"معاف کرنا!" مچھلی کو پکڑنے والے برتن نے کہا۔ "جاؤ کمہار سے پوچھو جس نے مجھے بنایا ہے۔" پس مکھی اڑتی رہی یہاں تک کہ کمہار کے شیڈ پر پہنچی اور نعرہ لگایا:
میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔۔۔ اے برتن بنانے والے کمہار!
میرا نام کیا ہے؟
کیا ہے؟
"میں نہیں جانتا،" کمہار نے کہا۔ "میں جو مٹی استعمال کرتا ہوں اس سے پوچھو۔" تو مکھی مٹی کی طرف اڑ گئی اور نعرہ لگایا،
میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔ اے مٹی جسے کمہار استعمال کرتا ہے!
میرا نام کیا ہے؟
"میں نہیں جانتی،" مٹی نے کہا۔ "مجھ پر اگنے والی گھاس سے پوچھو۔" تو مکھی گھاس کے اوپر اڑتی چلی گئی نعرہ لگاتے ہوئے،
میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔۔۔
مٹی پر اُگتی سبز گھاس!
میرا نام کیا ہے؟





"میں نہیں جانتا!" گھاس نے کہا. "اس گھوڑے سے پوچھو جو
مجھ پر چر رہا ہے۔" تو مکھی گھوڑے کے پاس گئی اور نعرہ لگایا،
میں موٹے چھوٹے بچھڑے سے آئی ہوں۔
اور بچھڑے کی ماں اور گائے کو پالنے والا چرواہا
اور گائے کے ہاتھ میں لاٹھی
اور وہ درخت جس نے چھڑی دی۔
اور سارس درخت میں بیٹھی رہی۔
اور تالاب جہاں کرین رہتی ہے۔
اور مچھلیاں تالاب میں تیر رہی ہیں۔
اور مچھیرا مچھلی پکڑ رہا ہے۔
اور وہ برتن جو مچھلی کو رکھتا ہے۔ اور کمہار جو برتن بناتا ہے۔

اور وہ مٹی جو کمہار استعمال کرتا ہے۔
اور مٹی پر اُگتی سبز گھاس

اے گھاس پر چرنے والے گھوڑے!
میرا نام کیا ہے؟
گھوڑا ہنہنایا اور کہا، " اڑ جاؤ، اڑ جاؤ
، اڑو، اڑو دور! ""اییی"
"یہ میرا نام ہے!" مکھی نے کہا اور
یہ گاتے ہوئے خوشی سے اڑ
گئی، "ای، ای، ای! "

تمل ناڈو کی ایک لوک کہانی
('مکھی' کے لیے تمل لفظ 'ای' ہے۔)

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

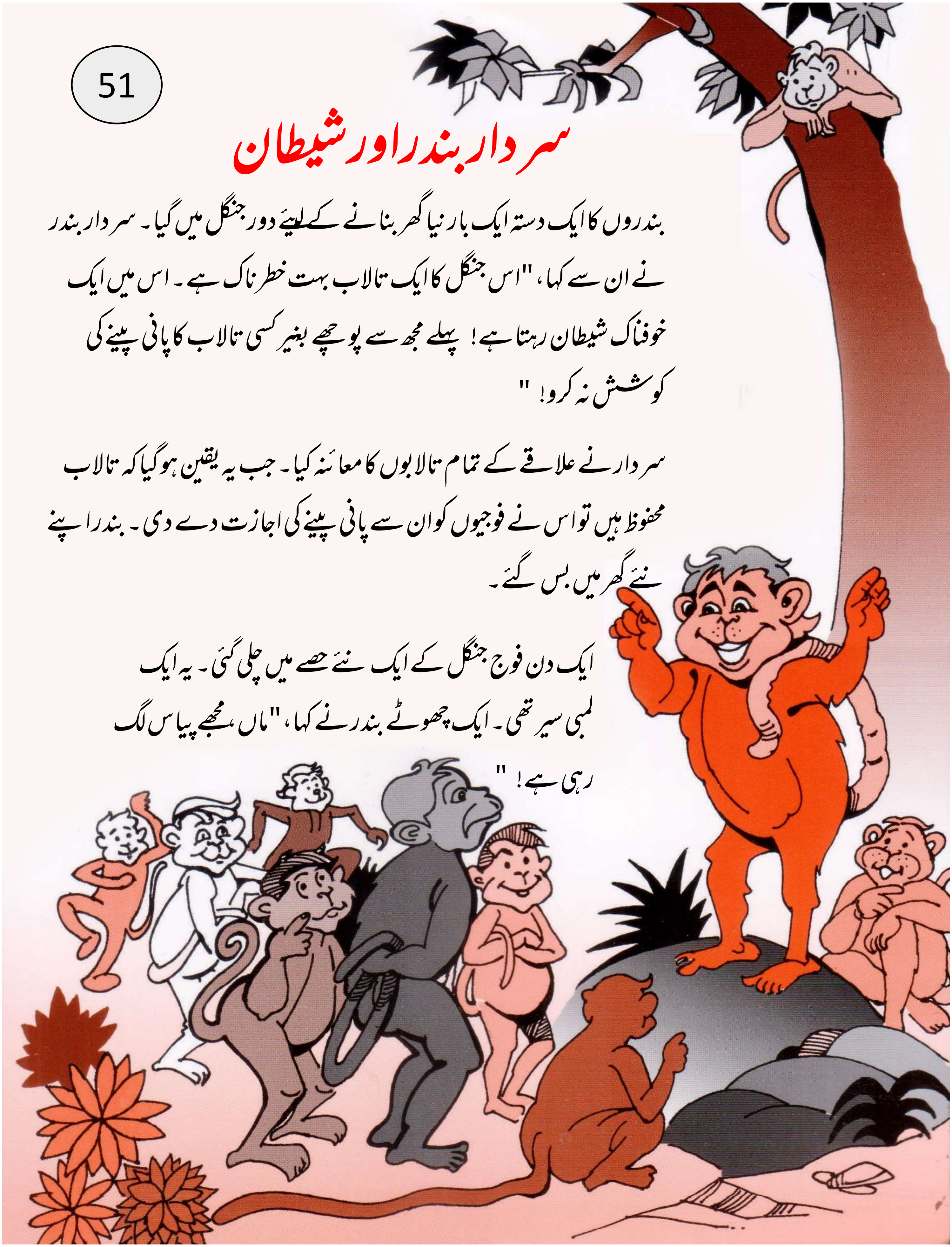
Artist Uma Krishnaswamy

سردار بندر اور شیطان

بندروں کا ایک دستہ ایک بار نیا گھر بنانے کے لیئے دور جنگل میں گیا۔ سردار بندر نے ان سے کہا، "اس جنگل کا ایک تالاب بہت خطرناک ہے۔ اس میں ایک خوفناک شیطان رہتا ہے! پہلے مجھ سے پوچھے بغیر کسی تالاب کا پانی پینے کی کوشش نہ کرو! "

سردار نے علاقے کے تمام تالابوں کا معائنہ کیا۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ تالاب محفوظ ہیں تو اس نے فوجیوں کو ان سے پانی پینے کی اجازت دے دی۔ بندر اپنے نئے گھر میں بس گئے۔

ایک دن فوج جنگل کے ایک نئے حصے میں چلی گئی۔ یہ ایک لمبی سیر تھی۔ ایک چھوٹے بندر نے کہا، "ماں، مجھے پیاس لگ رہی ہے! "





بغیر سوچے اس کی ماں نے جواب دیا، "دیکھو! مجھے ایک تالاب نظر آرہا ہے، چلو وہاں پانی پیتے ہیں۔"

"رکو! تالاب کے قریب مت جاؤ!" ایک اور بندر نے کہا۔ "کیا آپ ہمارے سردار کی وارننگ بھول گئے؟"

بندر سرداران کے پاس آیا۔ "کیا تم پانی چاہتے ہو؟ جب تک میں تالاب کی جانچ نہ کروں بس انتظار کرو۔"

اس نے تالاب کے کنارے جاکر اس کا باریکی سے معائنہ کیا۔ "آہا!" اس نے کہا۔ "تمام قدموں کے نشانات پانی میں چلے جاتے ہیں۔ کوئی قدموں کے نشانات ہیں نکلتے۔ یہ وہی تالاب ہوگا جہاں شیطان رہتا ہے!"

اس نے تمام بندروں کو بلایا۔ "سنو، سب" اس نے کہا۔ "یہ تالاب خطرناک ہے۔ کوئی اس کے قریب نہ جائے۔"

جیسے ہی سردار نے بات ختم کی، تالاب سے ایک خوفناک قہقہہ آیا: "ہاہاہاہاہاہا!" ایک بدروح پانی سے نکلا۔ اس نے دھمکی دی کہ جو بھی تالاب کے قریب آئے گا میں اسے مار ڈالوں گا۔

"لیکن اگر ہم تالاب میں داخل ہوں گے تب ہی آپ ہمیں جھنجوڑ سکتے ہیں۔ اور ہم میں سے کوئی بھی ایسا کرنے والا نہیں ہے۔" بندر کے سربراہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

""پھر تم سب مرنے والے ہو! یا پانی کے بغیر زندہ رہ سکتے ہو؟" شیطان نے طعنہ دیا

بندر کے سردار نے کہا، "ہرگز نہیں! ہم تمہارے تالاب کا پانی پی لیں گے۔"

"آپ ایسا کیسے کریں گے؟" شیطان نے پوچھا

"تم ذرا انتظار کرو اور دیکھو" چیف نے کہا۔

پھر اس نے کچھ بندروں کو بانس کی ڈنٹھلیاں جمع کرنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو اس نے تمام ڈنڈوں کو چیک کیا۔ ان میں سے کچھ سرے سے سرے تک کھوکھلے تھے۔ سردار نے ان کو رکھا اور باقیوں کو ایک طرف رکھ دیا

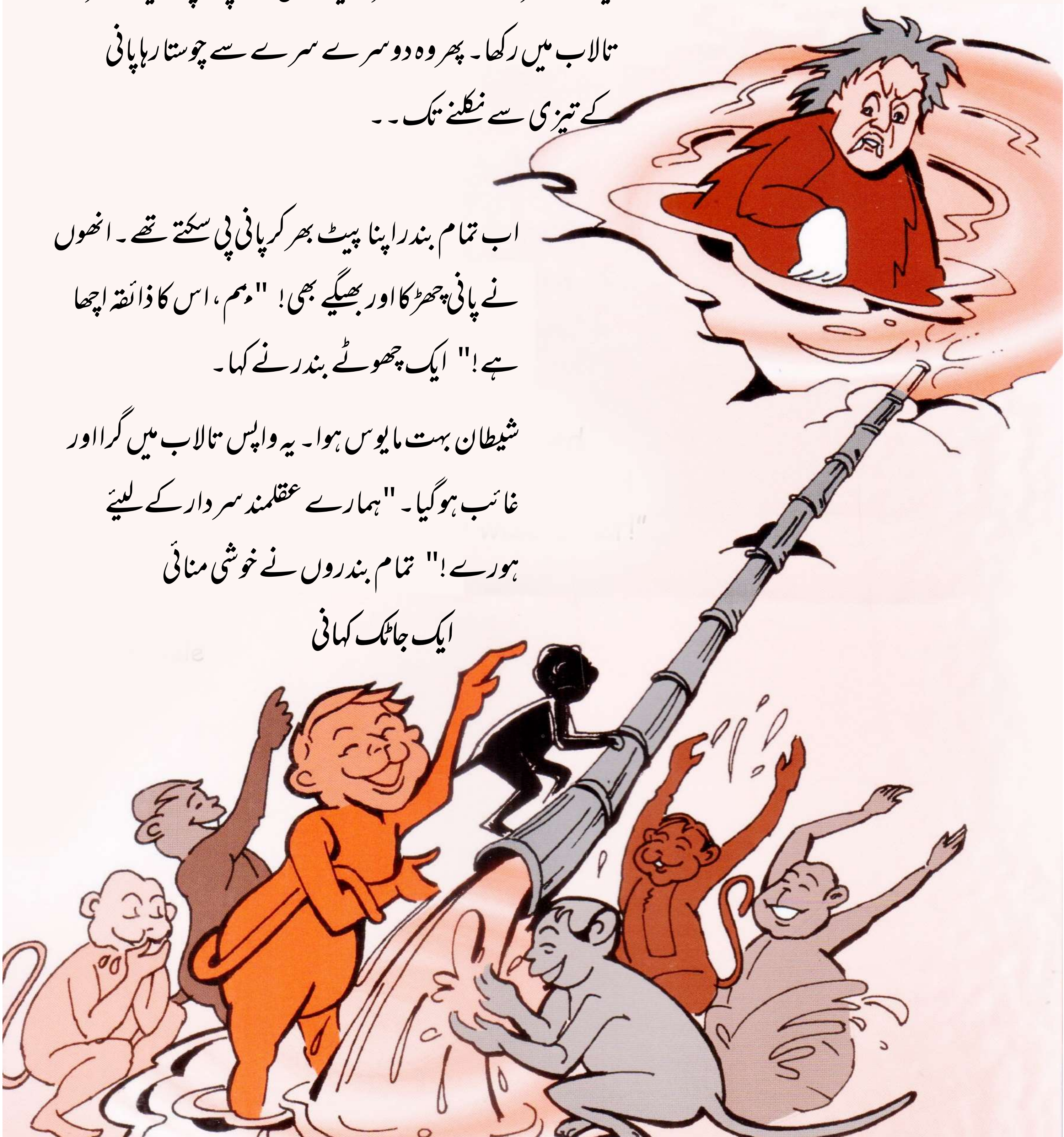


پھر، تمام کھوکھلے ڈنڈوں کو لے کر، یہ ایک لمبا پائپ بنانے کے لیے ایک دوسرے کے اندر سر کا دیا۔ اس نے پائپ کا ایک سرا تالاب میں رکھا۔ پھر وہ دوسرے سرے سے چوستا رہا پانی کے تیزی سے نکلنے تک۔۔

اب تمام بندر اپنا پیٹ بھر کر پانی پی سکتے تھے۔ انھوں نے پانی چھڑکا اور بھیگے بھی! "ہم، اس کا ذائقہ اچھا ہے!" ایک چھوٹے بندر نے کہا۔

شیطان بہت مایوس ہوا۔ یہ واپس تالاب میں گرا اور غائب ہو گیا۔ "ہمارے عقلمند سردار کے لیئے ہورے!" تمام بندروں نے خوشی منائی

ایک جاتک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

مریم خوش ہے

دیپا کمرے میں آئی تو مریم کاغذ کا ورق اٹھائے ہوئے تھی۔ "اوہ، ایک تصویر!" دیپا نے کہا۔ "کیا میں دیکھ سکتی ہوں؟"

پھر اس نے اپنے دوست کے چہرے کی طرف دیکھا۔ مریم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں! دیپا چونک گئی۔ "رومت!" اس نے کہا. "کیا ہوا؟"

"میں تمہارے باغ میں تھی، ڈرائنگ کر رہی تھی،" مریم نے روتے ہوئے کہا۔ "رگھو نے آکر میری تصویر کی طرف دیکھا۔ وہ مجھ پر ہنسا، دیپا! "



"اوہ، مریم!" دیپا نے کہا۔ مریم نے اپنے آنسو روکنے کی کوشش کی۔ "اس نے کہا کہ میری تصویر اچھی نہیں تھی!" وہ جاری رکھی۔ "میں کبھی نہیں، کبھی دوسری تصویر نہیں کھینچوں گی! کبھی نہیں!"

"لیکن یہ شاندار ہے!" دیپا نے کہا۔ احتیاط سے اس نے مریم سے ڈرائنگ لی۔ اس نے اسے غور سے دیکھا۔

"کمال ہے!" اس نے دوبارہ کہا۔ "سنو۔ میرے بیوقوف بھائی کی وجہ تمہیں رونا نہیں چاہیئے! یاد رکھو، ہم سب دنیا کو اپنے اپنے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم ایک جیسے نہیں دیکھتے اور نہ ہی ایک جیسا سوچتے ہیں، اس لیے ہم سب مختلف طریقے سے کھینچتے ہیں۔ تم بس جو کچھ تمہارے ذہن میں آتا ہے کھینچتی رہو! "

مریم نے اپنا چہرہ صاف کیا۔ وہ مطمئن دکھائی دے رہی تھی، اور دیپا خوش تھی

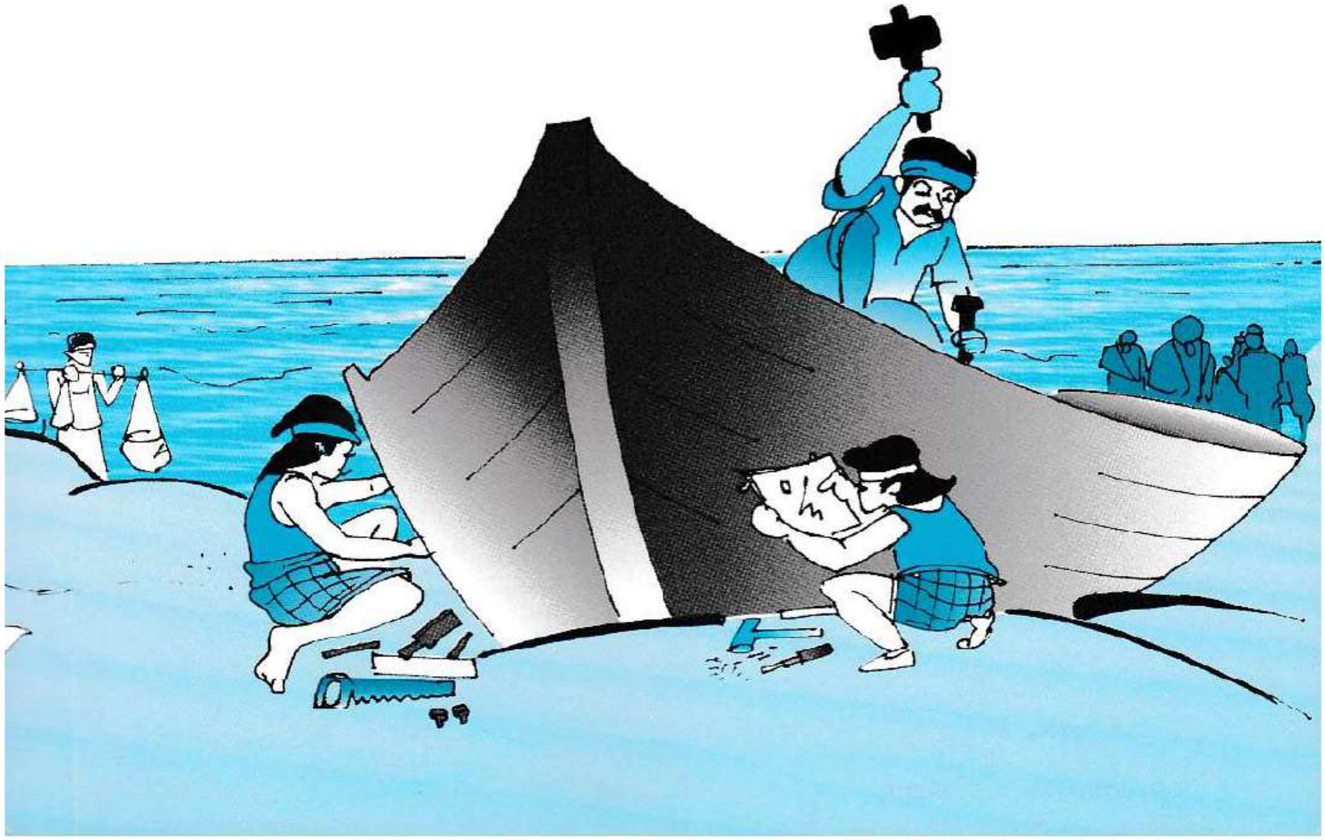


اگلے ہفتے دیپا کے رشتہ دار ملنے آئے۔ مریم اور دیپا ساحل سمندر پر ایک دن کے لیئے ان کے ساتھ شامل ہوئیں۔ دیپا پنسل اور کاغذ اور پینٹ اور برش ساتھ لے آئی۔

ان کے چاروں طرف ساحل سمندر سرگرمی سے ہلچل مچا رہا تھا۔ کچھ ماہی گیر ایک کشتی کی مرمت کر رہے تھے۔ دوسرے اپنی پکڑی ہوئی مچھلیاں لا رہے تھے۔ مریم اور دیپا اور اس کے گھر والے خوش تھے! سب نے کچھ سامان اٹھایا اور اپنی تصویریں پینٹ کرنے چلے گئے۔

صرف مریم ہچکچائی۔ "میں نہیں جانتی کہ کس طرح ڈرائنگ کرنا ہے!" اس نے کہا. کچھ دیر وہ دوسروں کو دیکھتی رہی۔ لیکن جلد ہی وہ بھی ڈرائنگ میں ڈوب گئی۔

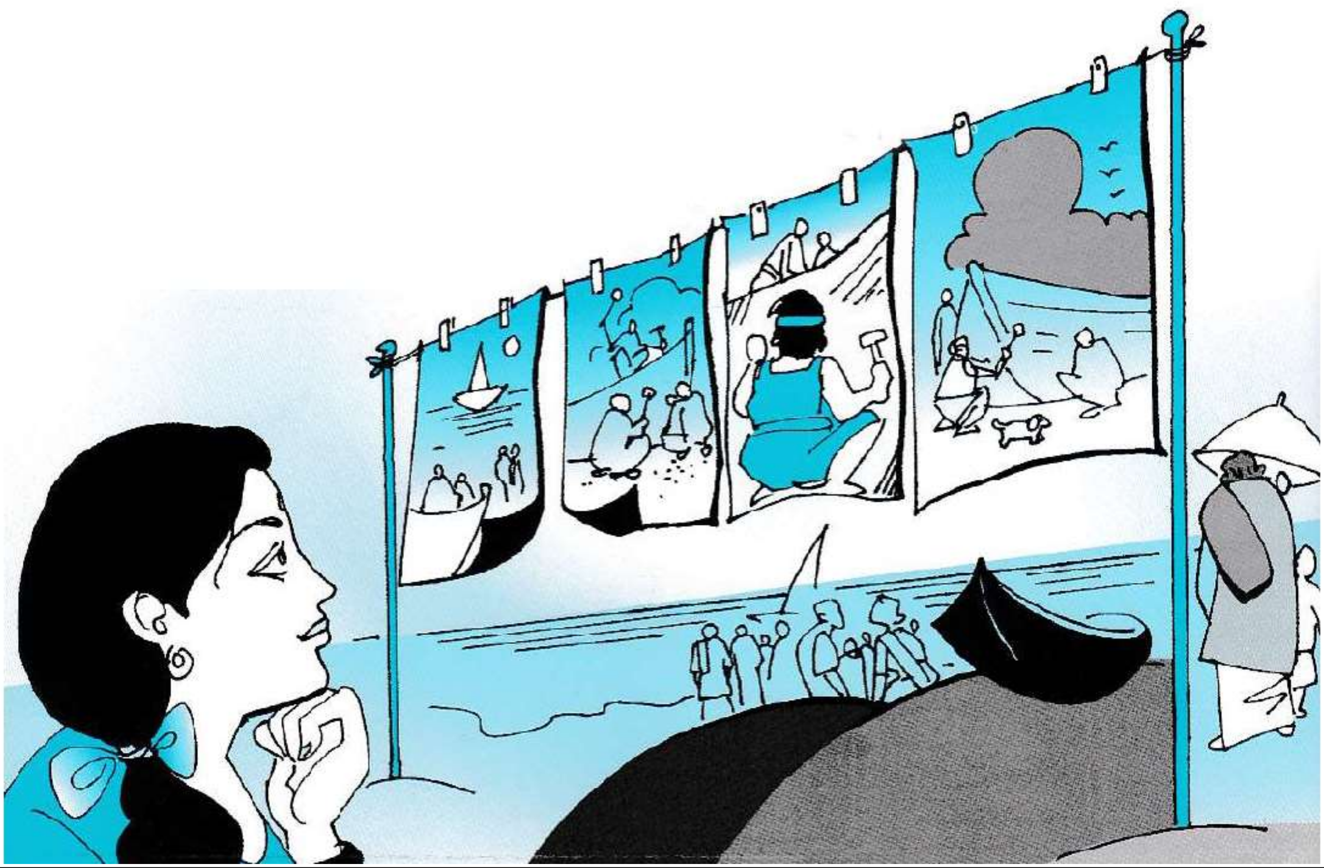
ایکساتھ وہ سب ختم کر چکے تھے۔ پینٹنگز کو خشک کرنے کے لیے لٹکا دیا گیا تھا۔ ڈرائنگ ہر ایک کے پاس بھیجی گئی۔ وہ سب دلچسپی سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔ حیرت ہوئے!



بالکل وہی منظر ان کے سامنے تھا۔ لیکن ہر ایک نے اسے اپنے اپنے طریقے سے کھینچا اور پینٹ کیا تھا۔
مریم کو دیپا کی باتیں یاد آگئیں۔ "ہم سب ایک ہی طرح سے نہیں دیکھتے، یا اسی طرح سوچتے ہیں، اور ہم سب ایک ہی طرح سے نہیں کھینچتے ہیں! "

"دیپا ٹھیک کہہ رہی ہے!" اس نے کہا۔ بے تابی سے اس نے اپنی تصویر کھینچی۔ وہ اس کے بارے میں ایک کہانی سنانے لگی۔ دیپا اور دوسرے حیران رہ گئے۔ "تم کتنی شاندار کہانی سنانے والی ہو، مریم!" انھوں نے اسے بتایا۔ وہ دن مریم کے لیے خوشی کا دن تھا۔

اس کے بعد سے، مریم ہمیشہ چیزوں کو اسی طرح کھینچتی ہے جیسے وہ اسے دکھائی دیتی ہیں۔ وہ اس بات کی فکر نہیں کرتی کہ دوسرے لوگ کیا کہیں گے۔ اس کا اعتماد بڑھ گیا ہے اور وہ خود سے لطف اندوز ہو رہی ہے۔ اور اپنی تصویریں ختم کرنے کے بعد، وہ ان کے بارے میں بہت سی کہانیاں سناتی ہے!



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

زمین پھٹ رہی ہے!

ایک دن ایک چھوٹا خرگوش تاڑ کے درخت کے سائے میں جھپکی لے رہا تھا۔

قریب ہی ایک لمبے بیل کے درخت نے اپنا ایک پھل گرادیا۔ پھل تاڑ کے درخت کے پتوں سے ٹکرا کر زمین پر گرگیا۔ 'کریک' اس کے خول کے چٹان سے ٹکرانے کی آواز آئی۔

خرگوش جھٹکے سے جاگ گیا۔ "اوہ، نہیں!" اس نے سوچا. "زمین پھٹ رہی ہے!" چلنا شروع ہوگیا۔

ایک ایک کر کے دوسرے خرگوش پیچھے ہو گئے۔ ان میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیوں بھاگ رہے ہیں!

ایک ہرن نے انہیں آتے دیکھا۔ "تم سب کیوں بھاگ رہے ہو؟" اس نے پوچھا. "کیا کچھ تمہارا پیچھا کر رہا ہے؟" چھوٹے خرگوش نے جواب دیا، "زمین پھٹ رہی ہے، بھاگو! بھاگو!" تو ہرن بھاگنے لگا۔



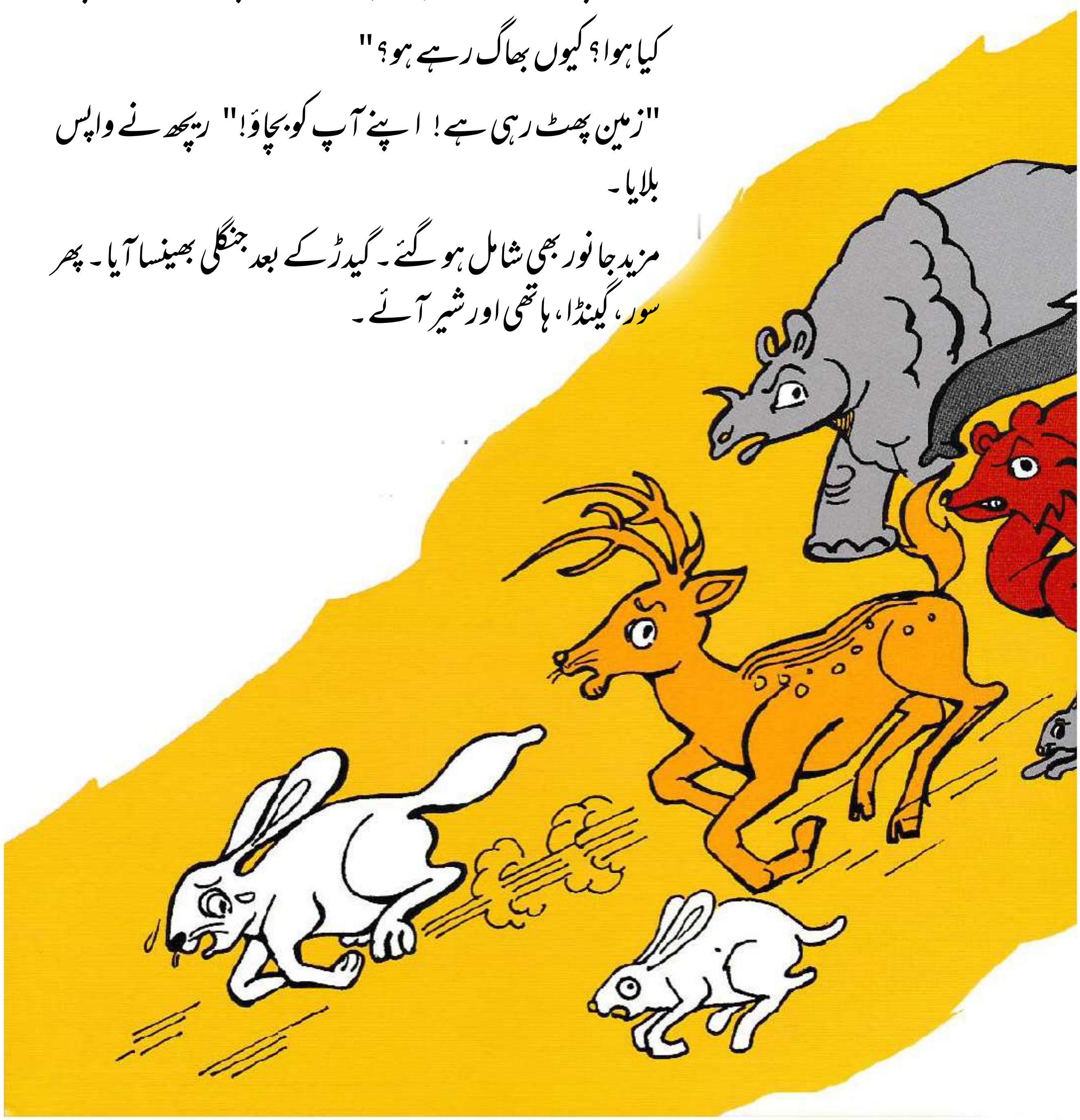
راستے کے کنارے ایک ریچھ کھڑا تھا۔ "ہرن تم ایسے کیوں بھاگ رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"تم بھی بھاگو! زمین پھٹ رہی ہے!" ہرن نے کہا. یہ ریچھ کے پاس سے چھلانگ لگا کر بھاگا۔

اب ریچھ بھاگنے لگا۔ ایک گیدڑ نے اسے پکارا، "بھائی ریچھ! کیا ہوا؟ کیوں بھاگ رہے ہو؟"

"زمین پھٹ رہی ہے! اپنے آپ کو بچاؤ!" ریچھ نے واپس بلایا۔

مزید جانور بھی شامل ہو گئے۔ گیدڑ کے بعد جنگلی بھینسا آیا۔ پھر سور، گینڈا، ہاتھی اور شیر آئے۔





شیر نے انہیں دیکھا اور سوچا یہ کیا ہے ؟ شیر اور ہرن ، ریچھ اور سور، گیدڑ اور خرگوش - سب ایک ساتھ چل رہے ہیں ؟

"رکو!" اس نے کہا. "تم سب کیوں بھاگ رہے ہو؟ "

شیر نے جواب دینے کے لیے بس اتنا ہی سانس لیا تھا، "زمین پھٹ رہی ہے ! بھاگو! بھاگو"

"پھٹ رہی ہے ؟ زمین ؟" شیر نے سوچا. "مجھے یقین نہیں آتا یہ جانور گھبرائے ہوئے ہیں۔ کسی چیز نے انہیں گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے... مجھے اس پر روک لگانی چاہیے ! "

پھر دھاڑا۔ ایک بار نہیں ، دو بار نہیں ، بلکہ تین بار : "روووورررر! روووورررر! روووورررر! "

اور آخر کار دوڑتے جانوروں کا ہجوم رک گیا۔ "تمہیں کس نے بتایا کہ زمین پھٹ رہی ہے؟" شیر نے ان سے پوچھا۔

شیر آگے بڑھا۔ "ہاتھی نے مجھے بتایا،" اس نے کہا۔ شیر نے ہاتھی سے پوچھا تم سے کس نے کہا کہ زمین پھٹ رہی ہے؟ "گینڈے نے مجھے بتایا،" ہاتھی نے کہا۔

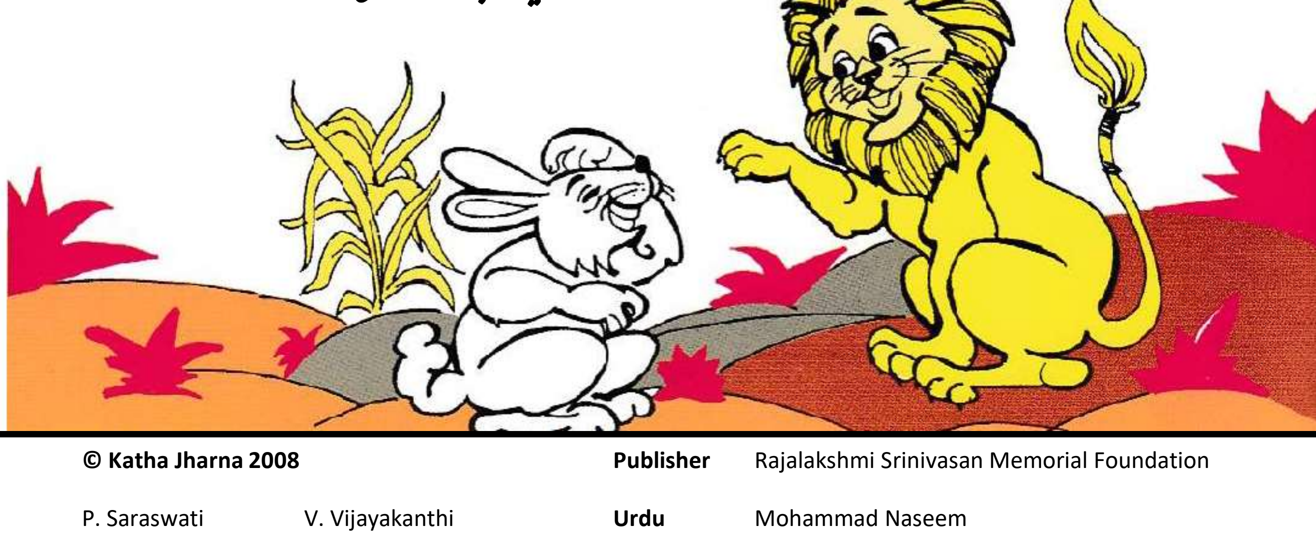
پھر گینڈے، سور، جنگلی بھینسا، گیدڑ، ریچھ اور ہرن نے ایک دوسرے کا نام لیا۔ اب خرگوش کی باری تھی۔ "ہاں!" اس نے کہا. "میں نے خود زمین کو پھٹتے ہوئے سنا! "

"یہ کہاں تھا؟" شیر نے پوچھا. "مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں تم نے آواز سنی تھی۔" خرگوش تاڑ کے درخت کی طرف لے گیا۔ اور وہاں سب کے دیکھنے کے لیے بیل کا پھل تھا جو گر کر پھٹ گیا تھا۔

اسی وقت بیل کا ایک اور پھل تاڑ کے پتوں سے زمین پر گر پڑا۔ یہ 'کریک' کے ساتھ کھلا۔

"یہ وہی آواز ہے جو خرگوش نے سنی تھی،" شیر ہنسا۔ خرگوش اس کے ساتھ ہنسا۔ پھر دوسرے تمام جانور بھی شامل ہو گئے۔ "مذاق ہم پر ہے!" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا، اور ہنستے رہے۔

ایک جاتک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

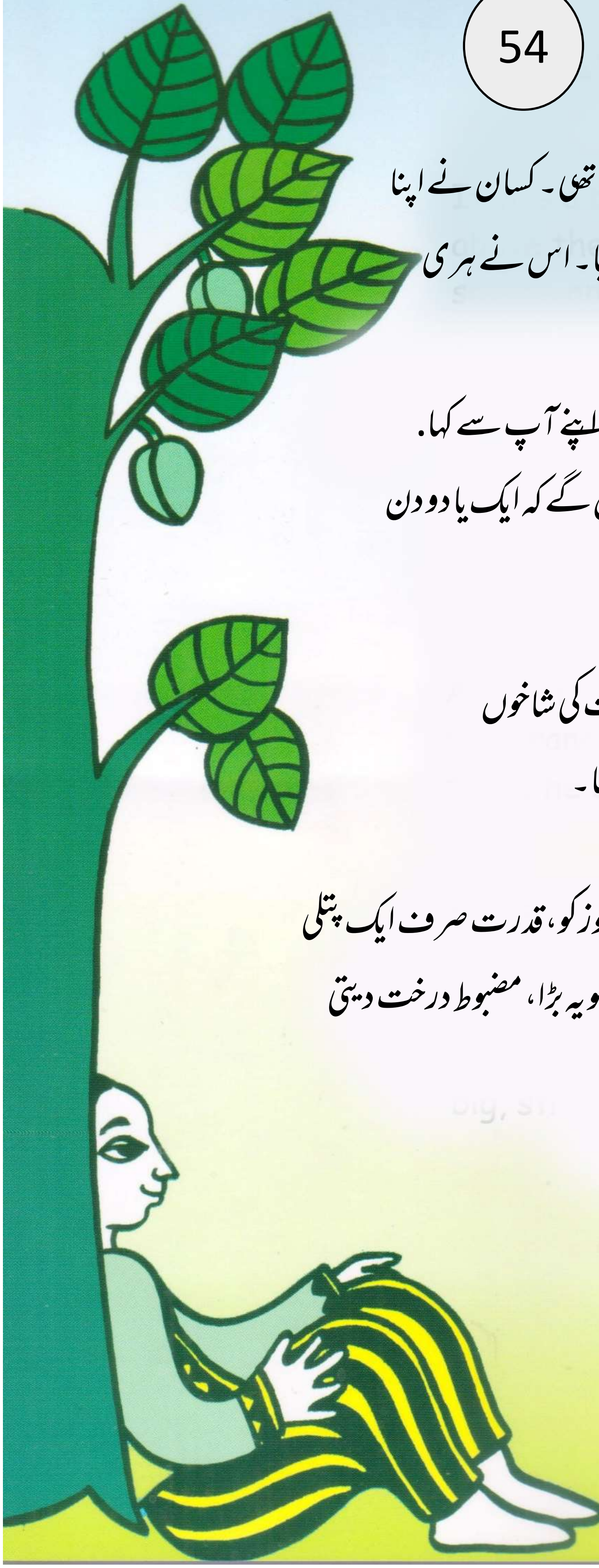
P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

قدرت کے عجوبے



یہ ایک خوبصورت دن تھا۔ میدان کے اوپر ہوا تھرک رہی تھی۔ کسان نے اپنا دانہ نیچے رکھا اور بادام کے درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔ اس نے ہری بھری ہر چیز کو خوشی سے دیکھا۔

"اب، یہ ایک خوبصورت تربوز کا کھیت ہے!" اس نے اپنے آپ سے کہا.
"ان پکے ہوئے پھلوں کو دیکھو۔ وہ اتنے بڑے ہو جائیں گے کہ ایک یا دو دن میں لے جا سکیں گے! "

ایک گلہری اس پر چہچہاتی رہی۔ اس نے بادام کے درخت کی شاخوں میں جھانکا۔ ادھر ادھر وہ بادام کے لٹکے پھل دیکھ سکتا تھا۔

اچانک وہ ہنسنے لگا۔ اس نے کہا، "تربوز کو، قدرت صرف ایک پتلی بیل دیتی ہے، جبکہ وہ چھوٹے بادام کو یہ بڑا، مضبوط درخت دیتی ہے! "

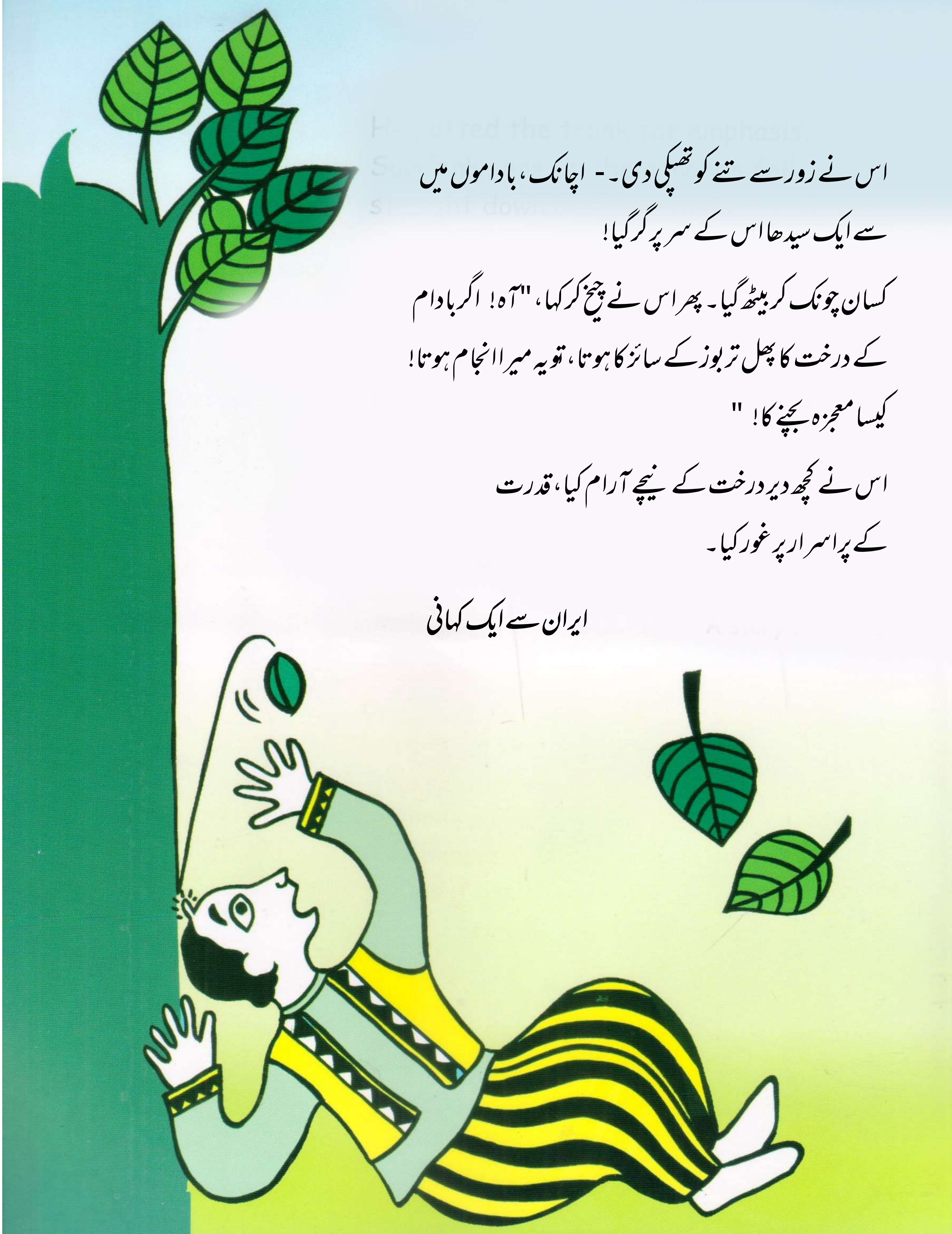


اس نے زور سے تنے کو تھپکی دی۔ - اچانک، باداموں میں
سے ایک سیدھا اس کے سر پر گر گیا!

کسان چونک کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے چیخ کر کہا، "آہ! اگر بادام
کے درخت کا پھل تربوز کے سائز کا ہوتا، تو یہ میرا انجام ہوتا!
کیسا معجزہ بچنے کا! "

اس نے کچھ دیر درخت کے نیچے آرام کیا، قدرت
کے پراسرار پر غور کیا۔

ایران سے ایک کہانی



مسافر اور ناریل

مارکوس کسانوں کی منڈی میں ناریل کا بوجھ لارہا تھا۔ وہ جلدی میں تھا۔ اس نے گلی میں ایک لڑکے کو دیکھا تو اپنا گھوڑا روکا اور پوچھا کہ مجھے بازار پہنچنے میں کتنا وقت لگے گا؟

لڑکے نے غور سے گھوڑے کی پیٹھ پر پڑے ناریلوں کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا، "اگر تم جلدی جاؤ گے تو تمہیں کافی وقت لگے گا۔ لیکن اگر تم آہستہ جاؤ گے تو تم جلد ہی وہاں پہنچ جاؤ گے۔"

مارکوس نے لڑکے کی طرف دیکھا۔ "یہ بیچارا بچہ کے ذہن سے باہر نکل چکا ہے!" اس نے سوچا. اپنے گھوڑے کو دیلکی رفتار پر لے کر، وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ پھر تباہی آئی! ناریل گھوڑے کی کمر سے اچھل کر زمین پر گرنے لگے!



بیچارے مارکوس نے گھوڑے کو روکا اور گرے ہوئے پھل لینے کے لیے بھاگا۔ انہیں تیزی سے باندھ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ اوہ! مزید ناریل نیچے اچھل گئے! وہ تمام سمتوں میں بکھر گئے۔

مارکوس نے گھوڑا روکا۔ اس نے گرے ہوئے پھلوں کو جمع کیا۔ پھر اس نے انہیں گھوڑے کی پیٹھ سے باندھ دیا۔

اب اس نے بھاگنا شروع کیا، گھوڑے کی رسی کو ہلانے کے لیے اسے جھٹک دیا۔ لیکن گھوڑا ہنہنا کر پیچھے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور اپنی پیٹھ سے سارے ناریل گرا دیے!

مارکوس رو سکتا تھا۔ لیکن اس کے بجائے، اس نے لڑکے کے الفاظ کے بارے میں سوچنے کے لئے ایک لمحہ لیا.

پھر، "میں سمجھتا ہوں!" انہوں نے کہا۔

تمام ناریلوں کو گھوڑے کی پیٹھ پر مضبوطی سے باندھ کر، اب وہ آہستہ اور آہستہ سے راستے پر چلا۔ یقینی طور پر، وہ بند ہونے کے وقت سے پہلے ہی مارکیٹ پہنچ گیا۔

اپنے تمام پھل بیچنے کے بعد مارکوس نے اپنے گھوڑے کو ایک اچھا، تازا سیب کھلایا۔ پھر خوشی خوشی گھر کی طرف روانہ ہوا۔



فلپائنی لوک کہانی کی موافقت

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

کنجوس اور پتھر دل

دریا کے کنارے ایک گاؤں میں دو پڑوسی رہتے تھے جو ہر وقت جھگڑتے رہتے تھے۔ جائیدادیا پیسے یا اس جیسی چیزوں سے نہیں۔ نہیں! وہ ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے کہ آسانی سے مل جل کر رہ سکیں۔

ایک پڑوسی کسی دوسرے کی مدد کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں دے گا۔ دوسرے پڑوسی کو اپنی مدد کے لیے ایک پیسہ بھی الگ کرنے سے نفرت تھی۔ اس نے چیزیں ادھار لینے کو ترجیح دی۔

گاؤں والوں نے انہیں عرفی نام دیا تھا۔ انہوں نے پہلے پڑوسی کو "پتھر دل" اور دوسرے کو" کنجوس "کہکر بلایا۔

بارش کے ایک دن، پتھر دل گھر آ رہا تھا جب کنجوس باہر جا رہا تھا۔

کنجوس نے کہا، "مجھے اپنی چھتری دے دو، پڑوسی، کیونکہ میرا اپنا کوئی نہیں ہے۔"





لیکن پتھر دل نے کہا، "میرے پیارے ساتھی! اگر میں تمہیں اپنی چھتری ادھار دوں تو تم اپنے لیے کبھی نہیں خریدو گے۔ تم اس وقت تک چھتریاں ادھار لو گے جب تک کہ تم بہت بوڑھے اور کمزور نہ ہو جاؤ اپنا گھر چھوڑنے کے لیے! "

کنجوس ویسے بھی خریداری کرنے گیا۔ اسکا جسم بھیگ گیا۔ لیکن اس نے چھتری نہیں خریدی!

ایک اور بار، دونوں نے ایک دوسرے کو پوسٹ آفس میں دیکھا۔ کنجوس ایک خط لکھنا چاہتا تھا۔ اس نے پتھر دل سے قلم مانگا۔ لیکن وہ پتھر دل ۔ ۔ کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس نے کیا کہا؟

"پیارے پڑوسی، اگر میں تمہیں چیزیں ادھار دیتا رہوں گا تو تمہارا کردار کبھی نہیں سدھرے گا! گھر جاؤ اور اپنا قلم واپس لاؤ! "

کنجوس نے کسی اور کا قلم ادھار لیا۔ "وہ پتھر دل انسان!" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "میں اسے ایک دن سبق سکھاؤں گا! "

اس کا موقع بہت جلد آیا۔ وہ دونوں اگلے گاؤں میں ملنے جا رہے تھے۔ جیسے ہی وہ دریا پر پل کو پار کر رہے تھے، پتھر دل ٹھوکر کھا کر گرا۔ وہ سیدھا پانی میں گر گیا

"مدد! مدد!" اس نے چلایا. "میں تیر نہیں سکتا"!

ٹھیک ہے، وہ کنجوس! اس نے جو کہا وہ یہ ہے: "میرے پیارے پتھر دل! اگر میں تمہیں بچا لوں تو تم کبھی تیرنا نہیں سیکھو گے! یہ تمہاری اپنی بھلائی کے لیے میں انکار کرتا ہوں!"

اور اپنے پڑوسی کو پانی پر چھوڑ کر، کنجوس چلا آیا!



کنجوس کے الفاظ پتھر دل کو چھو گئے۔ اس نے ان میں اپنی آواز سنی۔ اب اسنے کنجوس سے معافی مانگ لی۔ "مجھے معاف کر دو!"

اس نے پکارا. "میں نے آپ کو کئی بار لیکچر دیا ہے۔ میں دوبارہ کبھی ایسا نہیں کروں گا! برائے مہربانی مجھے ڈوبنے نہ دیں! "

فوری طور پر، کنجوس نے پانی میں غوطہ لگایا۔ اس نے اپنے پڑوسی کو پکڑا اور کھینچ کر دریا کے کنارے لے گیا۔ وہ اسے گھر لے آیا اور اسے پہننے کے لیئے نئے کپڑے دیے۔ اس نے اسے چائے پلائی۔ پھر اس نے بھی تازہ کپڑے پہن لیئے۔ وہ ایک ساتھ مل کر سورج کی شفا بخش شعاعوں کو جذب کرنے باہر گئے۔

جلد ہی دونوں پڑوسی تیز دوست بن گئے۔ اگر وہ جھگڑتے ہیں تو یہ ہمیشہ مذاق میں تھا. آہستہ آہستہ وہ دونوں بدلنے لگے۔ اور ایک دن، دوسرے گاؤں والے انہیں ان کے حقیقی ناموں، مروگن اور کندھن سے پکارنے لگے۔

تمل ناڈو کی ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

گمشدہ چاند

بچی کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔ اس نے منہ پھیر لیا۔

"اتنا اداس مت ہو کننمہ!" اس کے باپ نے نرمی سے کہا۔ "میں آپ کی سالگرہ سے پہلے واپس آؤں گا!" لیکن کننمہ نے مڑ کر نہیں دیکھا۔

"دیکھو! گوپورم مندر کے پیچھے چاند چمک رہا ہے!" انہوں نے کہا. "دیکھو آج کی رات یہ کتنا خوبصورت گول ہے۔ جلد ہی یہ اپنی اچھی گول شکل کھودے گا۔ یہ چھوٹا نظر آنے لگے گا۔ آخر کار یہ ایک پتلا ہلال بن جائے گا۔ پھر یہ بالکل غائب ہو جائے گا۔"

یہ دلچسپ لگ رہا تھا! کننمہ نے مڑ کر دیکھا اور چاندنی کی نرم روشنی میں آنسوؤں کے قطرے چمکنے لگے۔ اوہ، چاند خوبصورت تھا! اس کے والد نے جلدی سے اس کے مزاج میں تبدیلی کو سمجھ لیا اور کہا، "چاند پھر سے بڑھے گا، آہستہ آہستہ، جب تک کہ وہ اپنی خوبصورت گول شکل دوبارہ حاصل نہ کر لے! اور اسی وقت تمہاری سالگرہ آئے گی! "



کیا آپ جانتے ہیں، " اس کے والد نے اسے مسکرانے کی کوشش کی، "کہ لوگ کیلنڈر بنانے کے لیے چاند کی شکل کا استعمال کرتے ہیں؟ درحقیقت 'مہینہ' لفظ 'مون' سے آیا ہے! ہمم... شاید ہمیں 'مونتھ' کہنا شروع کر دینا چاہیے۔ "

کنمہ مسکرائی! "جب میں چلی جاتی ہوں تو آپ چاند کیلنڈر کیوں نہیں بناتے؟" اس کے والد نے پوچھا.

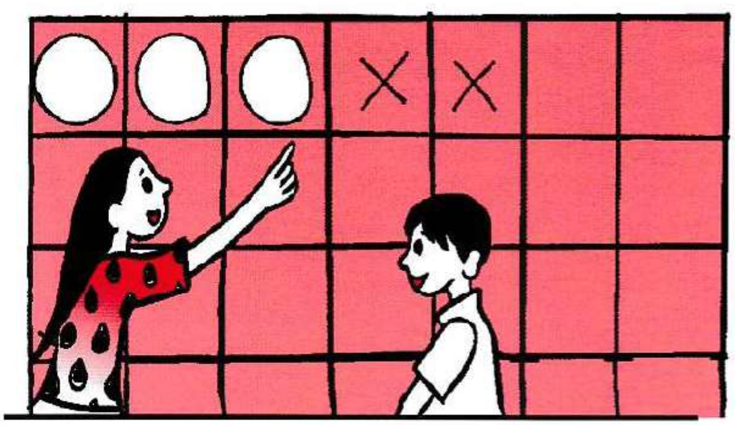
"یہاں آپ کو کیا کرنا چاہیے۔ دیوار پر ایک جال بنائیں۔ یہ کیلنڈر کے صفحے کی طرح نظر آئے گا۔ جال کے پہلے مربع میں، چاند کی تصویر بالکل اسی طرح کھینچیں جس طرح آج رات نظر آتا ہے، گول اور کامل۔

"ہر رات، چاند کی شکل کا مشاہدہ کریں۔ کل کی رات یہ قدرے مختلف ہوگی۔ دوسرے مربع میں نئ شکل بنائیں۔ چاند ہر رات ایک نئ شکل کا حامل ہوگا۔ مربعوں کو نئی شکلوں سے بھرتے رہیں۔ میں آپ کا کیلنڈر ختم ہونے سے بہت پہلے واپس آؤں گا!" اس نے وعدہ کیا۔

ٹرین آتی ہے۔ کنمہ کے والد ٹرین پر چڑھ گئے۔ دیکھو! کنمہ خوشی سے ہاتھ ہلا رہی ہے۔ اس کے والد نے بھی ہاتھ ہلایا، تسلی دی۔

کنمہ کا نیا پروجیکٹ قابل آزمائش تھا۔ پہلے ایک جال کھینچنا تھا! اگلے دروازے پر پڑوسی کا لڑکا تھامبی مدد کے لیئے بے چین تھا۔ انہوں نے مل کر جال کھینچا۔

کنمہ رات ہونے کا بے چینی سے انتظار کرتی رہی اور گوپورم مندر کے اوپر دیکھتی رہی۔ آخر کار، ایک لمبے انتظار کے بعد، وہیں تھا، چاند!



لیکن صرف ایک منٹ! یہ اب بھی گول لگ رہا تھا! کننمہ کو بہت مایوسی ہوئی۔ اس نے پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔ اوہ! باپ ٹھیک کہتا تھا! یہ بالکل گول نہیں تھا، اب اور نہیں!

کننمہ نے چاک کا ٹکڑا لیا اور اسے کھینچنے کے لیئے دیوار کی طرف بھاگی۔ لیکن چاند کا کون سا رخ مکمل طور پر گول نہیں تھا؟ وہ بھول گئی تھی۔ وہ دوبارہ دیکھنے کے لیئے واپس چلی گئی۔ آہ، اب وہ جانتی تھی! اس نے اپنی پہلی تصویر بالکل نہ گول چاند کی بنائی۔

اگلی شام وہ پروجیکٹ کو تقریباً بھول گئی تھی۔ پھر تھمبی دوڑتا ہوا آیا۔ "چاند مزید سکڑ گیا ہے! آؤ اور دیکھو!" اس نے بلایا. ہاں یہ سکڑ گیا تھا! کننمہ نے احتیاط سے چاند کی اپنی دوسری تصویر کھینچی۔

تیسری رات اسے گوپورم کے اوپر چاند نہیں ملا۔ وہ حیران رہ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس اندر چلی گئی۔ سونے سے ذرا پہلے وہ دوبارہ باہر چلی گئی، اور وہیں تھی- پہلے کی رات سے تھوڑا سا چھوٹا!

ہمم۔ پراسرار چاند! کننمہ نے سوچ سمجھ کر چاند کی تیسری تصویر کھینچی۔ چاند کیلنڈر بھرا جا رہا تھا!

چوتھی اور پانچویں رات بارش ہوئی۔ افسوس کی بات ہے کہ جال میں دو چوکوں کو خالی چھوڑنا پڑا۔ چھٹی رات آسمان صاف تھا۔ جب کننمہ باہر گئی تو آسمان پر سیکڑوں، نہیں، ہزاروں ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ لیکن چاند وہاں نہیں تھا! وہ بار بار چیک کرنے گئی۔ نہ چاند، نہ چاند، نہ چاند!

گیارہ بج چکے تھے۔ کننمہ مزید آنکھیں کھول نہیں سکتی تھی۔ اس رات اس نے خواب دیکھا کہ ایک بدروح نے چاند کو چرا لیا ہے۔ وہ ایک شروعات سے اٹھی۔ چاند کہاں گیا؟

کیا یہ کل واپس آئے گا؟

ایسا نہیں ہوا! یا اگلی رات! شاید چاند واقعی چوری ہوگیا تھا! تھمبی نے کہا، "جس نے چاند کو چرایا ہے وہ اسے ضرور واپس کر دے گا۔ یہ اتنا بڑا ہے کہ اسے لے جایا جاسکے۔"

پاگل لڑکی! کننمہ خود ہی ہنس پڑی۔ اس رات اس نے پھر جاگنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ چاند نظر نہیں آیا! جب وہ سونے کے لیے چلی گئی تو اس نے اپنی ماں کی آواز سنی۔ "ابا کل گھر ہوں گے۔" اس نے خواب دیکھا کہ اس کے والد نے جادوئی تلوار لہرائی اور چاند کو شیطان سے بچایا!

اگلی صبح کننمہ سوتے ہوئے گھر سے باہر چلی گئی۔ ٹھنڈی ہوا نے اسے پوری طرح جگایا اور اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ "ماں!" اس نے پکارا. "چاند واپس آگیا ہے! چاند واپس آگیا ہے!" کننمہ کی ماں دیکھنے دروازے پر آئی۔ "یہ اتنا سست ہے کہ صبح کے وقت ہی نکلا ہے!" اس نے کہا. وہ دونوں ہنس پڑے۔ چاند اب صرف آدھا دائرہ تھا! اور یہ مندر کے مینار کے اوپر نہیں تھا بلکہ ان کے بالکل اوپر تھا۔

کچھ فاصلے پر کننمہ اپنے والد کو گھر آتے ہوئے دیکھ سکتی تھی۔ زندگی کامل تھی۔ باپ واپس آگیا۔ چاند مل گیا۔ دیوار کیلنڈر کا انتظار تھا۔ کننمہ کا ذہن تصویروں اور سوالات سے بھر گیا۔ وہ اب صبح سویرے سُست چاند کو تلاش کرتی!

نروپما راگھون



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ڈم ڈم، ڈھول!

بم ڈم، ڈم ڈم.... راجو برآمدے سے چھلانگ لگا کر آواز کی طرف بھاگا۔ وہاں! کونے کے ارد گرد آتے ہوئے ایک شور، رنگین جلوس!

راجو بھاگ کر گھر واپس آیا۔ "ماں! ماں!" اس نے بلایا. "براہ کرم مجھے ایک ڈرم لاؤ!" اس کی ماں ابھی بازار کے لیے نکلی تھی۔ "میں کوشش کروں گی، راجو،" اس نے کہا۔

بازار میں اس نے اپنا سارا سامان بیچ دیا اور روٹیاں بنانے کے لیے آٹا اور نمک خرید لیا۔ لیکن.... اب ڈھول خریدنے کے لیۓ پیسے نہیں تھے! وہ بوجھل دل کے ساتھ گھر کی طرف چل پڑی۔

لیکن دیکھو! وہاں سڑک کے کنارے لکڑی کا ایک عمدہ ٹکڑا پڑا تھا۔ یہ چھونے میں چکنا اور گہرے رنگ کا تھا۔ شاید راجو اس کے ساتھ کھیلنا پسند کرے گا۔ جی ہاں! جب اس نے اسے دیا تو وہ بہت خوش ہوا۔ "شکریہ!" انہوں نے کہا. پھر اس نے اسے ہوا میں اچھالا اور پکڑ لیا۔ یہ لکڑی کا ایک اچھا ٹکڑا تھا!



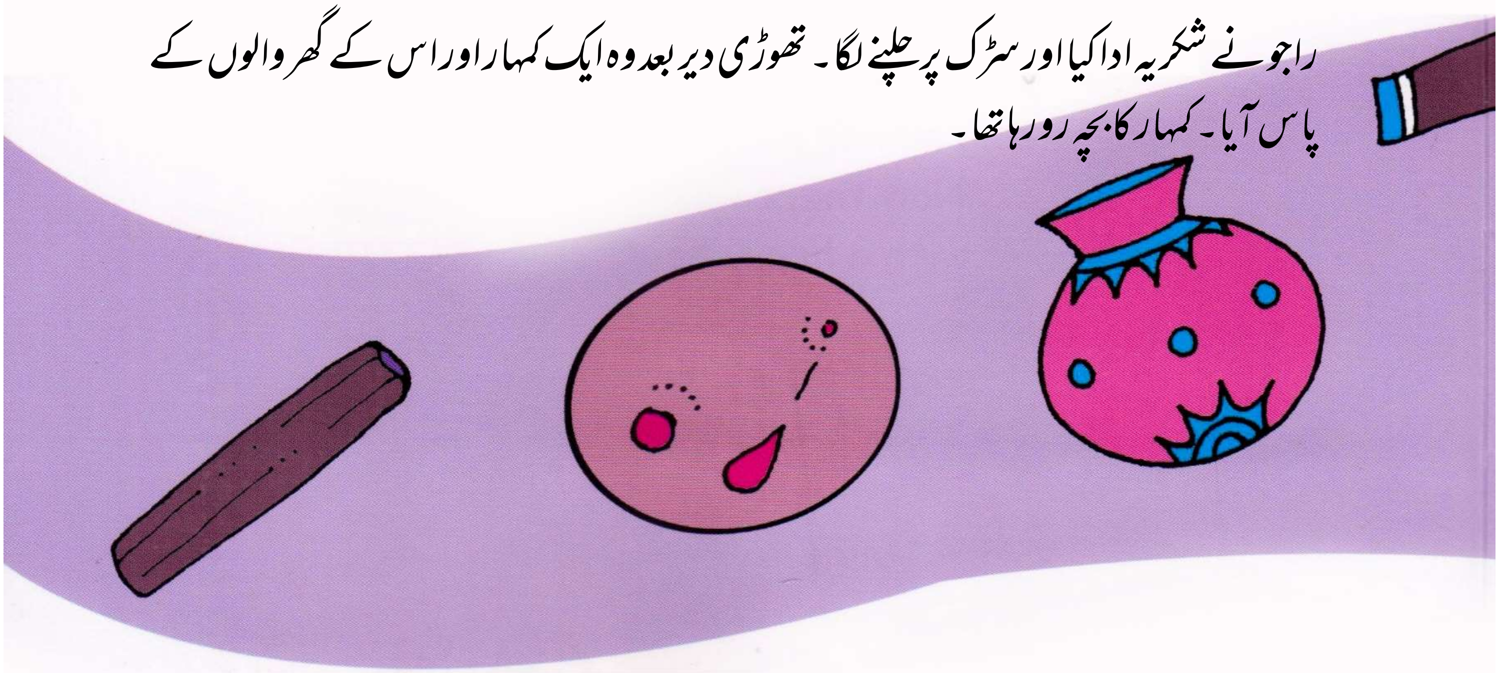
راجو اپنے نئۓ کھلونے کے ساتھ کھیلنے باہر گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت سڑک کے کنارے ایک چولہے میں اوپلہ ڈال رہی ہے۔

چولہے سے دھوئیں کا بادل اٹھ رہا تھا۔ آگ نہیں جلتی! راجو نے بوڑھی عورت کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ "دادی!" انہوں نے کہا۔ "تم رو کیوں رہی ہو؟"

"میں رو نہیں رہی!" بوڑھی عورت نے کہا۔ "یہ اوپلے گیلے ہیں، آگ نہیں جلے گی، اور میں اپنا کھانا پکا نہیں سکتی!"

"کیا یہ سب ہے؟" راجو نے کہا۔ "میرے پاس لکڑی کا ایک اچھا ٹکڑا ہے۔ براہ کرم اسے لے لو! آپ اسے آگ سلگانے کے لیئے استعمال کر سکتی ہیں۔" بوڑھی عورت بہت خوش تھی! اس نے لکڑی کا ٹکڑا لیا اور راجو کو روٹی دی۔

راجو نے شکریہ ادا کیا اور سڑک پر چلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمہار اور اس کے گھر والوں کے پاس آیا۔ کمہار کا بچہ رو رہا تھا۔



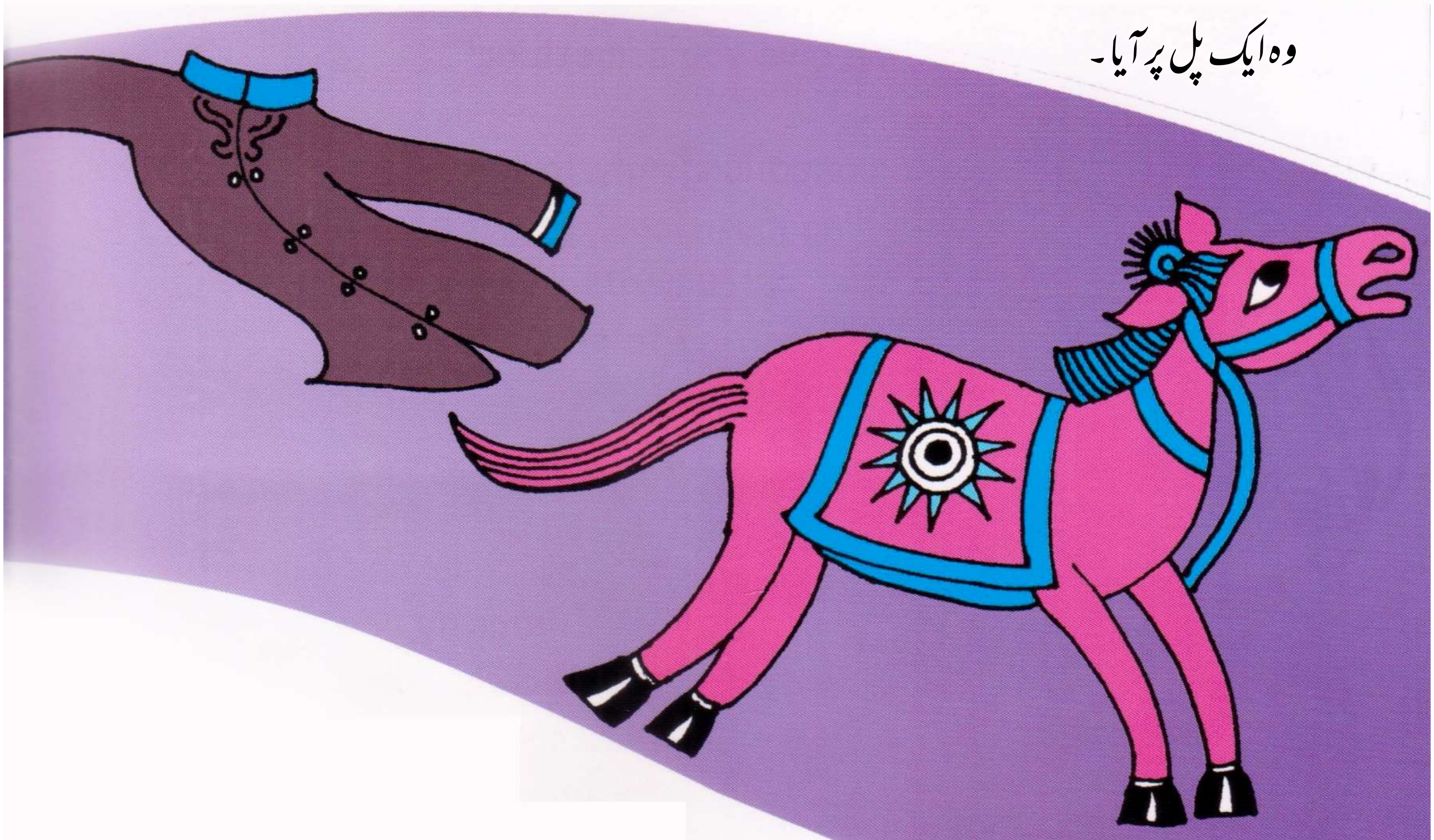
آپ کا بچہ کیوں رو رہا ہے؟" راجو نے پوچھا۔ "بھوک لگی ہے!" کمہار نے جواب دیا۔ "میرے پاس روٹی ہے!" راجو نے کہا۔ "یہ لو!" اس نے بچے سے کہا۔ کمہار کی بیوی نے راجو سے کہا، "اچھا بچہ! یہ تمہارے لیئے ایک برتن ہے۔" اور اس نے اسے دعا دی۔

راجو اپنا برتن لے کر سڑک پر چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک دریا کے کنارے آیا۔ وہاں اس نے ایک دھوبی اور اس کی بیوی کو دیکھا۔

دھوبی کہہ رہا تھا، "ہمارا آخری برتن ٹوٹ گیا ہے! ہمارے پاس پانی ابالنے کے لیے کوئی دوسرا برتن نہیں ہے۔ ہم کپڑے کیسے دھوئیں گے؟"

"فکر نہ کرو!" راجو نے کہا۔ "یہ برتن لے لو!" دھوبی نے بار بار اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے اسے نرم اونی قمیض دی۔

قمیض بہت دلکش تھی! راجو نے اسے پہنا۔ وہ بہت اچھا محسوس کرتے ہوئے چلا! تھوڑی دیر بعد وہ ایک پل پر آیا۔



اس کے سائے میں ایک آدمی بیٹھا تھا جو سردی سے کانپ رہا تھا۔ اس کے پاس قمیض نہیں تھی! راجو نے حیرت سے اس شخص کو دیکھا۔ پھر اس نے اپنی اونی قمیض اتار کر اسے دے دی۔

تم بڑے دل والے ہو!" آدمی نے کہا. "میں تمہیں کچھ دینا چاہوں گا... یہاں!" اس نے راجو کو لگام کا سرہ دے دیا۔ "میرا گھوڑا لے لو!" انہوں نے کہا۔

اپنے نئے گھوڑے کے ساتھ جلدی کرتے ہوئے، راجو ایک شادی کی تقریب میں پہنچا۔ گھر والے پریشان اور سسکیاں لے رہے تھے۔ ایک چھوٹی بچی نے اپنی ماں سے پوچھا کہ وہ انتظار کیوں کر رہے ہیں۔ "ہم گھوڑے کے بغیر شادی کا جلوس شروع نہیں کر سکتے!" اس کی ماں نے اسے بتایا۔



"میرا لے لو!" راجو نے کہا۔ اوہ، وہ مسکراہٹ جو سب کے چہروں پر کھل گئی! دولہے نے راجو کا شکریہ ادا کیا اور کہا، "براہ کرم مجھے آپ کو کچھ دینے دو! "

راجو نے گھور کر شادی کے موسیقاروں کے ٹولی کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اپنے آلات کو ایک طرف رکھ دیا تھا۔ یہ کتنے دعوتی انداز میں کھیلے جانے کے انتظار میں بیٹھے تھے! "کیا آپ اپنے موسیقاروں سے ڈھول مانگیں گے؟" راجو نے کہا۔

"خوشی سے!" دولہا نے کہا۔ وہ موسیقاروں کی طرف متوجہ ہوا اور ڈھول منگوایا۔ فوراً ہی ایک راجو کے ہاتھ میں آگیا! اور وہ ڈم ڈم، ڈم ڈم، ڈم کے ساتھ گھر کی طرف چلا گیا۔

شمالی بھارت کی ایک لوک کہانی

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

یہ کس کی پونچھ ہے؟

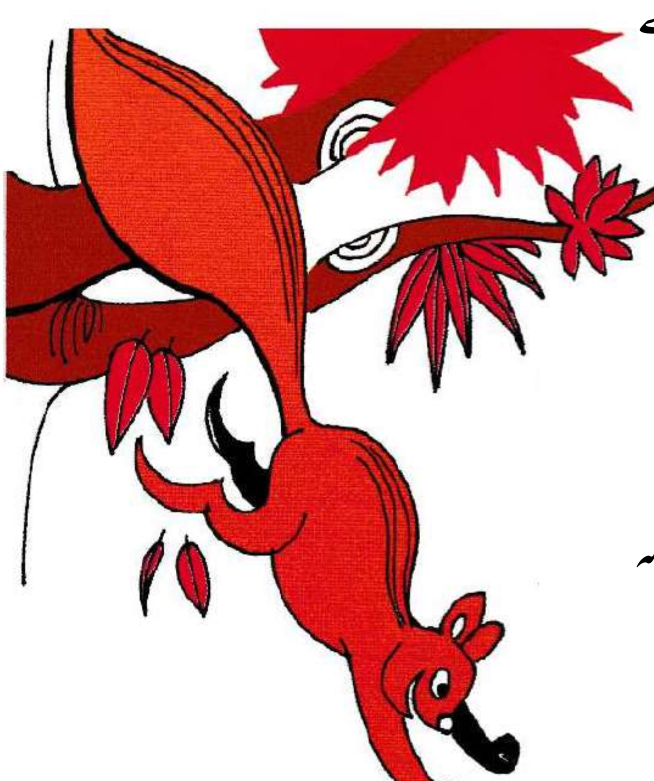
ایک دھوپ والے دن، ایک چھوٹا بندر ایک درخت سے نیچے کود پڑا اور چاروں طرف دیکھا۔ اچانک اس نے چونک کر دیکھا۔ ایک پونچھ تھی، جو خود ہی زمین پر پڑی تھی!

"یہ کس کی پونچھ ہے؟" بندر نے بلند آواز میں پوچھا۔ "میں بہتر معلوم کروں گا!" اس نے پونچھ اٹھایا اور جنگل کے راستے پر چل پڑا۔

قریب کے تالاب سے ایک مچھلی اٹھی۔ "کیا یہ تمہاری پونچھ ہے؟" چھوٹے بندر نے پوچھا۔

"نہیں، ایسا نہیں ہے!" مچھلی نے کہا. "کیا میں اپنی پونچھ کے بغیر اس طرح تیر سکتی ہوں؟" اور وہ اپنی پونچھ کو آگے پیچھے کرتے ہوئے تیزی سے دور ہوئی؛ پانی میں تیرتے ہوئے۔





"پھر یہ کس کی پونچھ ہے؟" چھوٹے بندر نے حیرت سے پوچھا۔ ایک جوابی آواز آئی: "کھٹ! کھٹ! کھٹ!" اوہ! یہ کیڑے مکوڑوں کے لیئے چونچ مارنے والا تھا۔"

"کیا یہ تمہاری پونچھ ہے؟" چھوٹے بندر نے پوچھا۔

"یہ رہی میری پونچھ۔ کیا تم دیکھ نہیں سکتے؟" ہدہد نے کہا۔ "اس کے بغیر، کیا میں اس طرح بیٹھ سکتی ہوں؟" یہ اوپر اور نیچے اور اطراف میں اچھلتی ہوئی، اپنی سخت پونچھ سے درخت کے تنے پر توازن برقرار رکھتی ہے کیونکہ اسے چھال میں کیڑوں کی تلاش تھی۔

اچانک ایک گلہری درخت سے نیچے آ گئی۔ یہ چھوٹے بندر کے پاس اتری اور ایک گری دار میوے لینے کے لیے بھاگی۔

"کیا یہ تمہاری پونچھ ہے؟" چھوٹے بندر نے پوچھا۔ "نہیں!" گلہری نے کہا. "یہ رہی میری خوبصورت پونچھ! اس کے لمبے بال چاروں طرف کھڑے ہو کر، میں درختوں میں اڑ کر زمین پر اتر سکتی ہوں!"



چھوٹے بندر نے درخت کی چوٹیوں میں جھانکا۔ یہ اوپر چڑھنے اور کھیلنے کی آرزو رکھتا تھا! لیکن اس پونچھ کے مالک کو اس کی ضرورت تھی۔ تو چھوٹا بندر آگے چل دیا۔

"دیکھو تم کہاں جاتے ہو!" ایک آواز نے کہا. چھوٹے بندر نے نیچے دیکھا۔

اوہ، نہیں! یہ ایک ناراض بچھو تھا!

براہ کرم مجھے معاف کر دیں "چھوٹے بندر نے کہا۔ "کیا یہ تمہاری پونچھ ہے؟""

"تم میری پونچھ کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہو نا؟" بچھو نے جواب دیا۔ اور اس نے اپنی پونچھ سیدھے چھوٹے بندر کی طرف اشارہ کیا! "اگر میں نے تمہیں ڈنک مارا تو تم مر جاؤ گے!" اس نے خبردار کیا، "بھاگ جاؤ! بھاگو! "

چھوٹے بندر نے عمل کیا۔

جیسے ہی یہ چل رہا تھا، ایک ماں خرگوش اپنے بچوں کے ساتھ اس سے گزری۔ وہ سب اپنے اپنے بل میں کود کر غائب ہو گئے۔

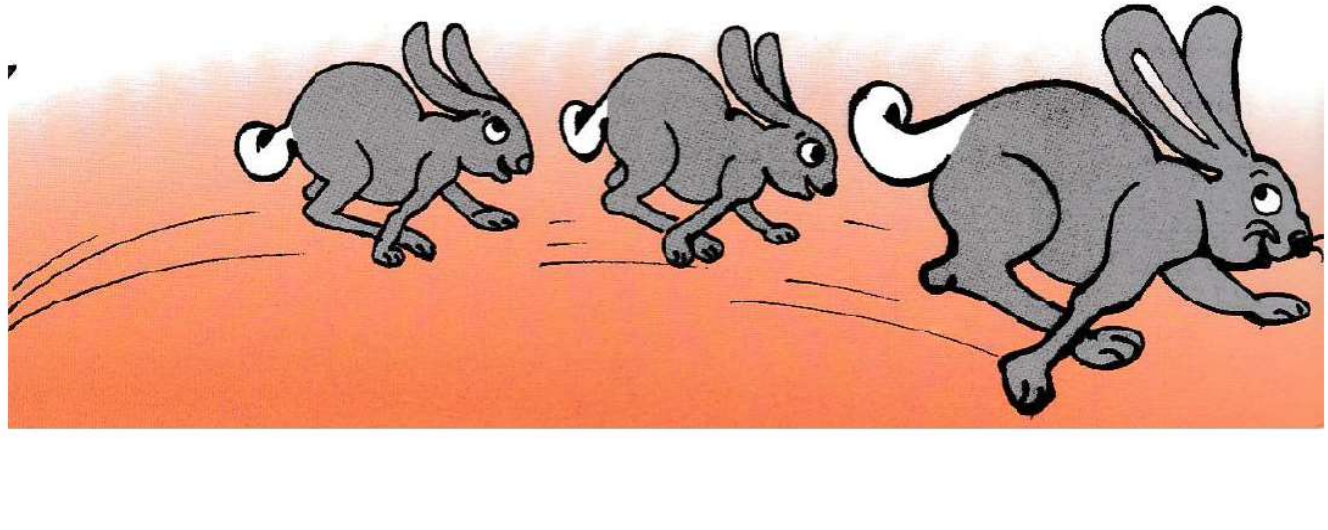
ماں خرگوش!" چھوٹے بندر نے نیچے بلایا۔ "کیا تم اپنی پونچھ ڈھونڈ رہے ہو؟"

خرگوش کی ماں بل سے باہر آئی۔ "یہ رہی میری پونچھ۔ دیکھو میں اسے کیسے مروڑتی ہوں!" اس نے کہا۔

"اوہ!" چھوٹے بندر نے کہا۔ "آپ کی کھال بھوری اور سرمئی ہے، لیکن آپ کی پونچھ سفید ہے۔ یہ بہت چھوٹی اور ملائم ہے!

"ہاں، واقعی!" خرگوش نے کہا. "جب میں دوڑتی ہوں، میں اسے ایک طرف سے دوسری طرف گھماتی ہوں۔ یہ میرے دشمنوں کی توجہ ہٹاتا ہے- اور میں بچ جاتی ہوں! "

"کتنی مفید پونچھ ہے!" چھوٹے بندر نے سوچا۔



تبھی کوئی نیا آیا۔ یہ ایک چھپکلی تھی جس کی پونچھ نہیں تھی! چھوٹا بندر اس کی طرف بھاگا۔ "مجھے تمہاری پونچھ مل گئی! یہ رہی! "

"وہ میری پونچھ تھی،" چھپکلی نے کہا۔ "لیکن اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے؟" چھوٹے بندر نے پوچھا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بغیر پونچھ کے مچھلی تیر نہیں سکتی، ہدہد درخت کے تنے پر توازن نہیں رکھ سکتا، گلہری زمین پر نہیں چل سکتی، بچھوا اپنا دفاع نہیں کر سکتا، خرگوش اپنے شکاریوں سے بچ نہیں سکتا، اور ہیں، میں درخت کے درمیان اسکے بنا جھول نہیں سکتا! ہر ایک کو پونچھ کی ضرورت ہے! "

"اور میں بھی،" چھپکلی نے کہا۔ "لیکن کل ایک سانپ نے مجھے پکڑلیا اور مجھے اپنی پونچھ کو گرا دینا پڑا۔ جب وہ زمین پر گھومتے ہوئے مڑ گیا، تو سانپ نے اسے ڈس لیا۔ اس لیئے میں وہاں سے بچ سکی! "

"یہ حیرت انگیز ہے!" چھوٹے بندر نے کہا۔ "لیکن تم اسے واپس کیوں نہیں چاہتی؟"

"دیکھو!" چھپکلی نے کہا۔ "میں پہلے ہی ایک نیا بڑھا رہی ہوں"

"اوہ!" چھوٹے بندر نے کہا۔ "آپ کے پاس سب سے حیرت انگیز پونچھ ہے! "



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

تیوہار میں

اس دن ہماری کلاس میں کافی ہلچل مچی ہوئی تھی! گھنٹی بجنے کے بعد، میں جتنی جلدی ہوسکتا تھا گھر پہنچا۔

"اماں! اماں!" میں نے فون کیا۔ "اگلے ہفتے اسکاؤٹ کیمپ لگے گا۔ کیا میں جا سکتا ہوں؟"

" مجھے اس کے بارے میں مزید بتائیں،" میری ماں نے کہا۔

"ٹھیک ہے،" میں نے کہا، "یہ سالانہ میلے کے دوران شہر میں منعقد کیا جائے گا۔ دیہاتوں سے بہت سے لوگ آئیں گے۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ آنے والوں کی رہنمائی کریں اور ان کی حفاظت کا خیال رکھیں۔"

"یہ بہت اچھا لگتا ہے، مانی،" میری ماں نے کہا۔ "لیکن تم نے کبھی گھر سے دور رات نہیں گزاری، میں کیسے فکر کروں!"

"کملا، رحیم اور باقی لوگ جائیں گے۔" میں نے انہیں یقین دلایا۔ "پلیز، کیا میں بھی جا سکتا ہوں؟"



"اچھا، اگر وہ بھی جا رہے ہیں تو..." اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی میں نے انہیں گرم جوشی سے گلے سے لگا لیا۔ "شکریہ اماں!" میں نے دل سے کہا۔

سفر کے دن ہم سب اسکول کے میدان میں ملے۔ ہم نے اپنے بھاری بیگ کو بس میں اٹھا لیا۔ ھاتھ لہرا کر اور الوداع کے بعد، ہم اسکول کے گیٹ سے باہر نکل آئے۔ جلد ہی ہم مین روڈ پر تھے۔ ہم نے پورے راستہ شہر تک گانے گائے۔

جب ہم پہنچے تو تقریباً اندھیرا ہو چکا تھا۔ لیکن ہم نے کیسے دیکھا! کھانے پینے کی اشیاء کے عارضی دوکان اور دستکاری کے سامان کی دوکان کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں نے ایک ساتھ اتنے زیادہ لوگوں کو، یا اتنی ہلچل والی سرگرمی کبھی نہیں دیکھی تھی۔

جیسے ہی ہم بس سے اترے، ہمیں ایک بڑے میدان میں لے جایا گیا جہاں ہمارے خیمے لگائے جانے کے منتظر تھے۔ پھر ہمیں اگلے دن کی ڈیوٹی کے مطابق گروپس میں تقسیم کر دیا گیا۔

کملا واقعی پرجوش تھی۔ وہ طبی عملے کی مدد کرنے جا رہی تھی۔ رحیم ٹرانسپورٹ پولیس کی مدد کرنے جا رہا تھا۔ یہ سن کر ہم سب ہنس پڑے، کیونکہ وہ اسکول میں ہمارا بہترین تندرست بالر تھا۔ صرف اس کی نظر کسی بھی مصیبت میں ڈالنے والوں کو روک دے گی۔



میں بھی اپنی ذمہ داری سے خوش تھا۔ یہ نئے آنے والوں کو اپنا راستہ تلاش کرنے میں مدد کرنا تھا۔ مجھے ہمیشہ لوگوں کو دیکھنا اور سننا پسند تھا، اور اب مجھے ایسا کرنے کا ایک اچھا موقع ملے گا۔

اگلا دن تیزی سے گزر گیا، پھر بھی اس میں بہت سی یادیں ہیں! ہم نے بہت محنت کی اور ہم سب نے بہت کچھ سیکھا۔ جب ہمیں خیموں میں واپس بھیجا گیا تو ہم واقعی تھک چکے تھے۔

ایک ساتھ چلتے ہوئے، رحیم اور میں نے اپنے دن کے بارے میں بات کی۔ ہمیشہ کی طرح اس کے پاس ایک مضحکہ خیز کہانی سنانے کو تھی۔ جیسے ہی وہ ختم ہوا، ہم دونوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت مندر کی سیڑھیوں کے پاس کھڑی ہے۔ اس کے ساتھ ایک بھاری بیگ تھا۔ یقیناً، ہم اس کی مدد کے لییٔ دوڑے۔ رحیم نے اس کا بیگ اٹھایا جب میں نے اس کا بازو تھاما اور اسے سہارا دیا جب وہ سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ سب سے اوپر اس نے ہمارا شکریہ ادا کیا اور ہمیں "اچھے لڑکے" کہا۔ اپنے حصے کے لییٔ، ہم نے اپنا فرض ادا کرنے پر خوشی محسوس کی۔

اچانک ایک زور سے چھپاک کی آواز آئی۔ ایک چھوٹا لڑکا تالاب میں گر گیا تھا! رحیم سیڑھیوں سے نیچے اترا، اپنی سینڈل اتار کر پانی میں غوطہ لگا لیا۔ وہ جلدی سے تیر کر بچے کے پاس پہنچا اور اسے محفوظ مقام پر لے آیا۔ اب میری باری تھی۔ میں نے لڑکے کو آہستہ سے ریت پر بٹھایا اور ابتدائی طبی امداد دی۔ خوش قسمتی سے، اس نے زیادہ پانی نہیں نگلا تھا۔



اسی دوران ایک ہجوم جمع ہو گیا۔ لوگ دیکھنے کے لیئے اندر داخل ہو رہے تھے۔ رحیم نے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ "لڑکے کو ہوا چاہئیے!" اس نے اونچی آواز میں کہا. "براہ کرم فاصلہ پر رہیں!" اب لڑکے کے والدین اس تک پہونچ سکتے تھے۔ وہ اس کے پاس بھاگے۔ اس کے باپ نے اسے اٹھا کر مضبوطی سے بازوؤں میں جکڑلیا۔

ٹاؤن ہسپتال قریب ہی تھا۔ رحیم اور میں فیملی کو وہاں لے آئے۔ ہم بے چینی سے انتظار کرتے رہے جب تک ڈاکٹر نے بچے کا معائنہ کیا۔ آخرکار اس نے اوپر دیکھا اور ہماری طرف مسکرا دیا۔ "تم لڑکوں نے اچھا کام کیا! تم نے اسے وقت پر پانی سے نکالا۔ تمہاری ابتدائی طبی امداد نے اس کی جان بچائی!" والدین نے روتے ہوئے ہمارا شکریہ ادا کیا۔



ہسپتال سے نکلتے ہی ہم نے کملا کو دیکھا۔ وہ وہیل چیئر پر کسی کو لا رہی تھی۔ اس نے ہمیں دیکھا اور ہمیں انتظار کرنے کے لیئے ہاتھ لہرایا۔ ایک منٹ میں وہ ہمارے ساتھ شامل ہو گئی اور ہم ساتھ ساتھ چل

ہم نے بہت کچھ کیا اور دیکھا! اور ہم سب نے اپنی اسکاؤٹنگ کی مہارت کا استعمال کیا تھا! ہم میں سے ہر ایک کے پاس سنانے کے لیئے بہت سی کہانیاں تھیں۔

ہم جاگتے رہے اور رات تک باتیں کرتے رہے۔

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

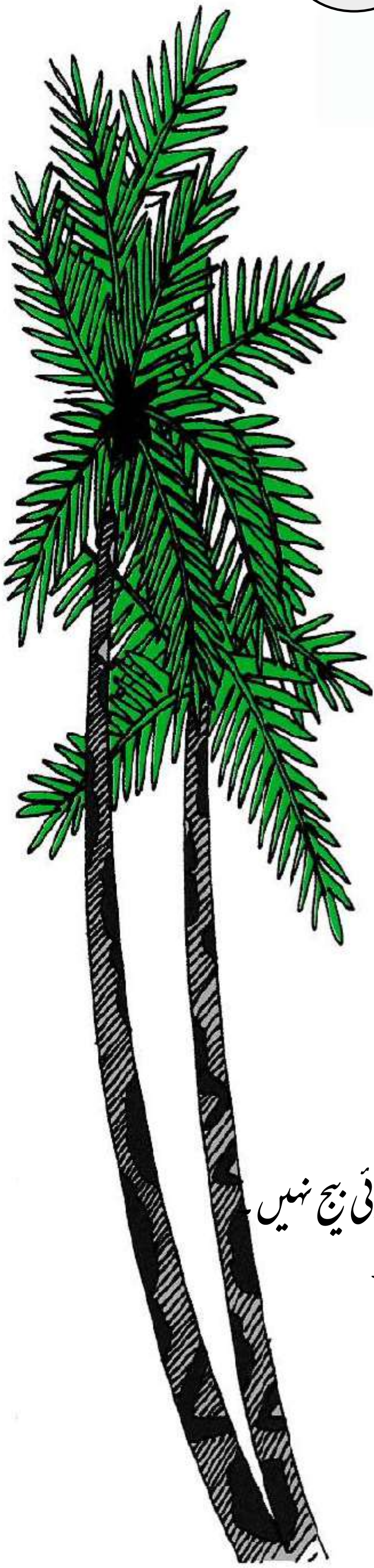
P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu i Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ہم کون ہیں؟





درخت ایک ہے۔
اس کے ستون بہت ہیں۔

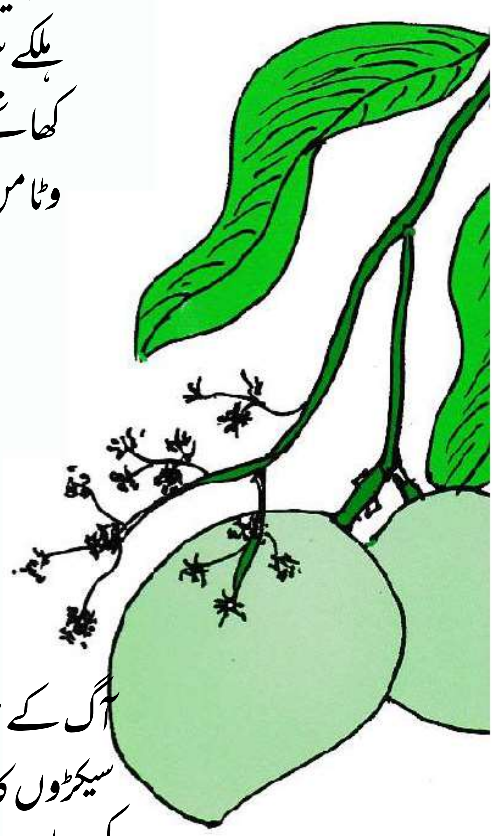
میں ایک چھوٹا کانٹوں والا درخت ہوں۔
چمکدار پیلے رنگ کی گیندوں سے ڈھکا ہوا ہے۔
میرے پتے چمکدار سبز اور خوشبودار ہیں۔
میرے پھل کھٹے رس سے بھرے ہوئے ہیں۔
جسے آپ پانی، چینی اور نمک کے ساتھ پیتے ہیں۔

چوڑے، پنکھے کی طرح پتوں والا ایک لمبا درخت
نرم، گودے والا پھل جو میٹھا ہوتا ہے۔
اور رنگ میں متحرک نارنجی
کالی مرچ کی طرح کے بیجوں کے ساتھ

ان کے پتے ہیں- لیکن شاخیں نہیں ہیں۔
ان کے پاس پھول ہیں- لیکن خوشبو نہیں ہے۔
ان کے پاس پھل ہیں- لیکن پودے لگانے کے لییٔ کوئی بیج نہیں
اور ایک مضبوط تنا- لیکن عمارت کے لیے لکڑی نہیں۔
ان کے پاس نوجوان کافی مقدار میں ہیں!

موتی سفید پھولوں کا جھرمٹ
لمبی، پتلی سبز سبزیاں لٹک رہی ہیں۔
ملائم سبز پتے کھانا پکانے میں استعمال ہوتے ہیں۔
اس درخت پر کھانے کے لیے کوئی پکا ہوا پھل نہیں!

درمیانے سے چھوٹے سائز کا درخت
ہلکے سبز کھٹے پھلوں کے ساتھ،
کھانچے دار اور حصوں میں تقسیم،
وٹامن سی کے گودام



میں لمبا ہوں جس کے بڑے پتے سرخ ہو جاتے ہیں۔
میرا بیج آنکھ کی شکل کا ہے۔
اس کا بیرونی خول توڑنا مشکل ہے۔
لیکن اسے کھانے سے صحت اچھی رہتی ہے۔

آگ کے سرخ رنگ کے سرخ کھلتے ہیں۔
سیکڑوں کانٹوں سے جڑی ٹہنیاں
کیپسول نما پھل جو پھٹ جاتے ہیں۔
چھوٹے پیراشوٹ کو ہوا کے ساتھ اڑنے دینا
درخت کے ارد گرد برفانی سفید قالین بنانا

اس کے دل کی شکل والے پتوں کے نیچے
ایک ٹھنڈا اور خوشگوار سایہ



میں شہروں اور دیہاتوں میں بڑھتا ہوں۔
میں سب کو سایہ دیتا ہوں۔
میرے پھول سرخ ہیں۔
میں خوبصورت ہوں!

اس کے بڑے ، پنکھے کی شکل کے پتے سر سراہٹ کرتے ہیں-
وہ ایسا شور مچاتے ہیں!
اس کا تنا سیدھا اور شاخوں کے بغیر ہے!
کالے ریشے دار پھل کو کاٹ دیں۔
اور بڑے ،میٹھے اور رسیلی بیجوں کا مزہ لیں۔



جوان پھل سبز رنگ کے ہوتے ہیں۔
پکنے والے مرجان سرخ ہوتے ہیں۔
پھل کا لطف اٹھائیں، اور سخت بیج کو تھوک دیں-
اور کانٹے دار شاخوں پر نظر رکھو!

بلند و بالا درخت سورج کی طرف بڑھتے ہیں،
ان کی خوشبو ہر طرف پھیل رہی ہے۔
تنگ سرمئی پتوں کو کچل کر ان پر رگڑیں۔
اور آپ کا سر درد دور ہو جائے گا۔

آپ مجھے ریتیلے ساحلی علاقوں میں دیکھ سکتے ہیں۔
میرے پاس پتلی کھردری پتے ہیں۔
میری شاخیں ھار سٹیلس کی طرح نظر آتی ہیں۔
میرے پھل کانٹے دار گیندیں ہیں۔
وہ بہت خوبصورت ہیں- لیکن کوئی بھی انہیں نہیں کھائے گا!

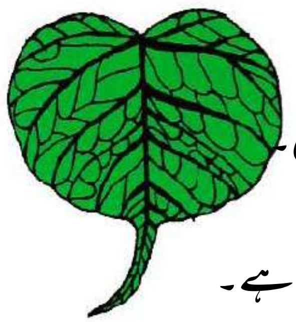


سیدھا اور مضبوط یہ اوپر کی طرف ٹاور کرتا ہے۔
گہرا زمینی پانی
یہ کیا پیتا ہے۔
ہمارے لیے یہ پانی لے جاتا ہے۔
اس کے سر پر گھڑے میں

ان کے میٹھے کھٹے پھل ہمارے کھانا پکانے کا ذائقہ دیتے ہیں۔
اطمینان سے انہوں نے ہماری سڑکوں پر اپنے وسیع سائے ڈالے۔
وہ بھی خوشگوار باغوں میں جمع ہوتے ہیں
ان کی بھوری پھلیاں لالچ سے لٹک رہی ہیں۔

میری گہری جڑیں مجھے لنگرانداز کرتی ہیں۔
مضبوط سیاہ پتے مجھے ٹھنڈا رکھتے ہیں۔
میں اپنا بھاری سامان موٹے تنوں پر لے جاتا ہوں۔
جو کاٹتے وقت چپچپا دودھ نکلتا ہے۔
میرے پھل ہزاروں کا پیٹ بھرتے ہیں۔

بچے پتے بہت نازک لگتے ہیں۔
چھوٹے گچھے سفید پھولوں کے اگتے ہیں۔
پھر، نوجوان سبز پھل - بہت مزیدار اگر نمک کے ساتھ کھایا
آخر میں لاجواب اگر پکے ہیں۔۔
وہ پھلوں کے بادشاہ ہیں!



اس کی چھال کڑوی ہوتی ہے۔
اس کے پتے کڑوے ہوتے ہیں۔
اس کا پورا وجود تلخ ہے!
یہ جراثیم اور بیماریوں کو دور رکھتا ہے۔

بنیان کا درخت، نیبو کا درخت، پپیتا کا درخت، کیلا، کپاس کا درخت، ڈرم اسٹک (مورینگا)
کا درخت، گوزبیری کا درخت (آملہ)، بادام کا درخت، سلک کا درخت، پیپل کا درخت، گل
موہر کا درخت، پامیرا (تاڑ) کا درخت، بیر کا درخت، یوکلپٹس کا درخت،
(جھبکو) کاسوارینا، ناریل کا درخت، املی کا درخت، جیک فروٹ کا درخت، آم کا درخت،
انڈین نیم کا درخت،

© Katha Jharna 2008 | **Publisher** Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati | V. Vijayakanthi | **Urdu** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi | S. Rajalakshmi | **Artist** Uma Krishnaswamy

بیربل دیر کیوں ؟

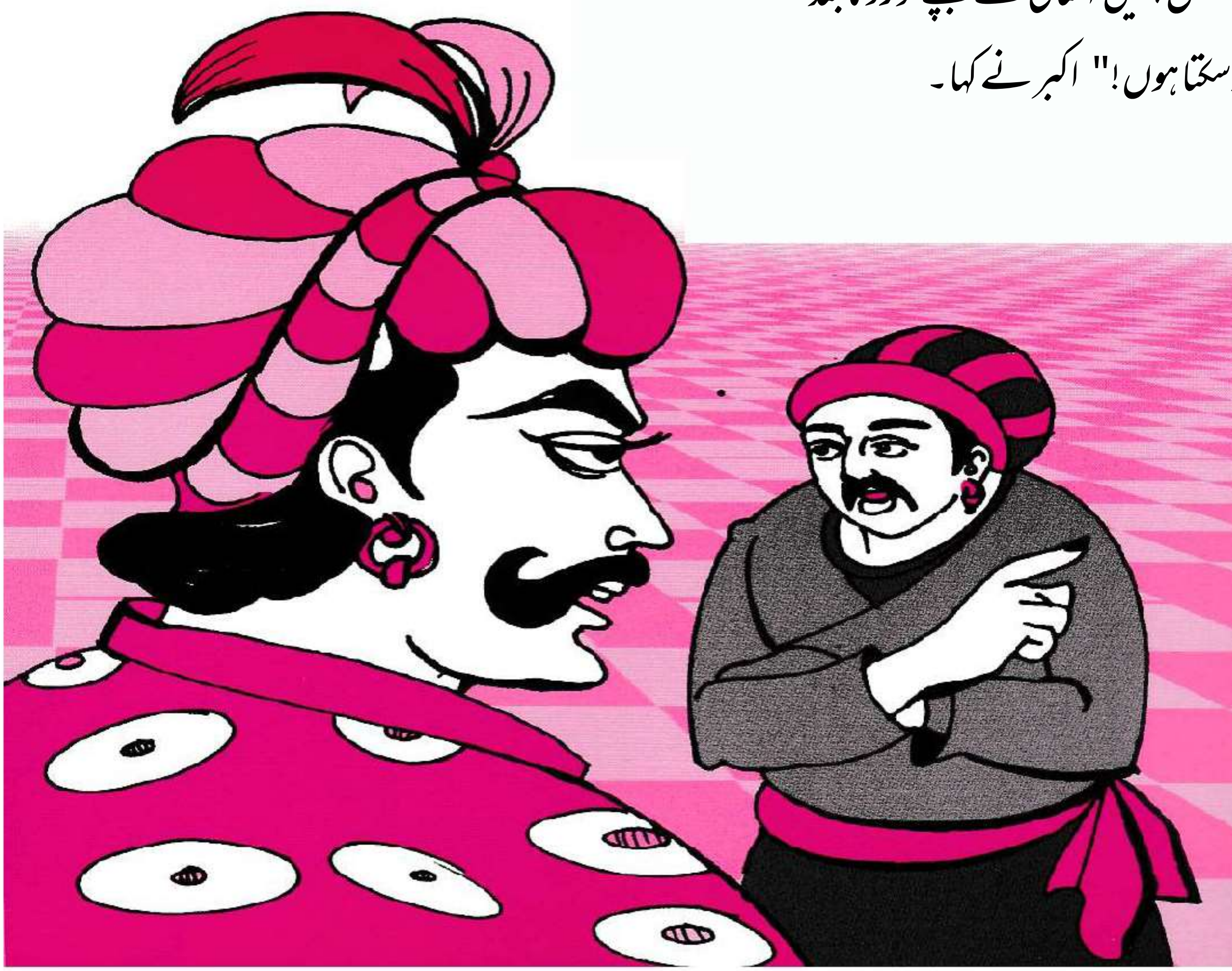
ایک دن اکبر اپنے وزیر بیربل کے محل میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ بیربل کو بہت دیر ہو چکی تھی، اور اکبر غصے میں تھا۔ جب وہ آیا تو اس سے پوچھا کہ تم اتنی دیر کیوں کر رہے ہو؟

"اے بادشاہ!" بیربل نے کہا۔ "میرا بیٹا میرے جاتے ہی رونے لگا۔ میں اسے چپ کروانے کے لیئے کھڑا رہا۔ اسی لیئے مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"مذاق کر رہے ہو؟" اکبر نے کہا۔ "کیا واقعی روتے ہوئے بچے کو پرسکون کرنے میں اتنی دیر لگتی ہے؟"

"یہ واقعی کرتا ہے، اے بادشاہ!" بیربل نے کہا۔ "روتے ہوئے بچے کو تسلی دینا بہت مشکل ہے۔"

"مشکل؟ میں آسانی سے بچے کو رونا بند کر سکتا ہوں!" اکبر نے کہا۔



"کیا ایسا ہے؟" بیربل نے پوچھا۔ "کیا ہم ایک چھوٹا سا ڈرامہ کریں؟
میں بچے کا کردار ادا کروں گا، آپ میرے والد بنیں۔"

اکبر نے کہا میں آپ کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ "چلو شروع کرتے ہیں!"

بیربل فرش پر لیٹ گیا۔ وہ ایک بچے کی طرح جھک کر رونے لگا۔

"تم رو کیوں رہے ہو میرے بچے؟" اکبر نے پوچھا۔ اس کی آواز نرم اور ہمدردی سے بھرپور تھی۔

"وا! وا! مجھے گنے چاہییے!" بچہ بیربل پکارا



"رومت!" اکبر نے کہا۔ "تمہیں گنا ملیگا!" اس نے اپنے نوکروں کو بلایا۔ ایک منٹ میں وہ گنے لے کر آ گئے۔



جب بچہ بیربل نے گنے کے ڈنٹھل دیکھے تو اس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں سے فرش کو مارا اور نشان لگا دی۔ اس کے رونے کی آواز مزید تیز ہو گئی۔ "وا! وا!" آواز ناقابل برداشت تھی!

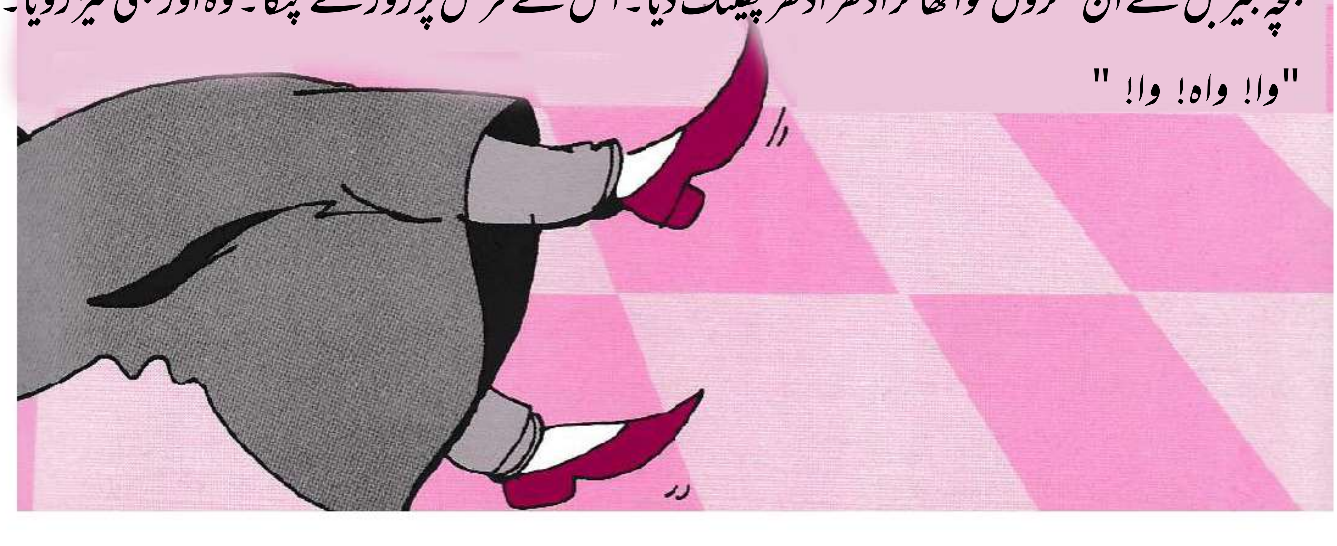
"یہ گنا ہے بچے۔ تم ابھی تک کیوں رو رہے ہو؟" اکبر نے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ دیا جائے!" بچہ بیربل پکارا۔ "وا، وا!"

"کیا یہ سب ہے؟" اکبر نے پوچھا۔ "میں اسے ابھی کاٹ دوں گا!"

اکبر کے نوکروں نے گنے کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ انہوں نے اسے بچے کو پیش کیا۔ لیکن بچہ بیربل نے ان ٹکڑوں کو اٹھا کر ادھر ادھر پھینک دیا۔ اس نے فرش پر زور سے پٹکا۔ وہ اور بھی تیز رویا۔

"وا! واہ! وا!"



باپ اکبر پریشان ہوگیا۔ اس نے پوچھا، "اب تم کیوں رو رہے ہو؟ تمہارے پاس گنے کے ٹکڑے ہیں جو تم نے مانگے تھے! "

"ان ٹکڑوں کو دوبارہ ایک ساتھ جوڑ کر رکھو!" بچہ بیربل پکارا۔ "مجھے گنے کی پورا ڈنٹھل چاہیے! "

اس موقع پر اکبر نے صبر کھو دیا۔ "میں گنے کو دوبارہ ایک ساتھ جوڑ کر کیسے رکھ سکتا ہوں؟ گنے کے ٹکڑوں سے ڈنٹھل بنانا ممکن نہیں! "

اوراس طرح بیربل کے دعوے کی حقیقت اس پر آشکار ہوئی۔ اس نے کہا، "تم ٹھیک کہتے ہو، میرے دوست! روتے ہوئے بچے کو تسلی دینا بالکل آسان نہیں ہے۔"

بیربل مسکرایا۔ اپنے کپڑوں سے دھول صاف کرتے ہوئے وہ فرش سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "آج صبح میرے بیٹے نے ایسا ہی سلوک کیا۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیا کرنا ہے! درحقیقت جب میں گھر سے نکلا تو وہ اب بھی رو رہا تھا۔"

اکبر چونک گیا۔ "اس وقت گھر واپس جاؤ اور اپنے بچے کو دیکھو!" انہوں نے کہا۔



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

نندا ریہ کی قربانی

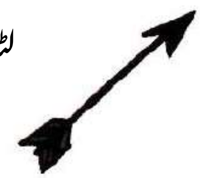


آنکھیں بند کرو۔ آپ اپنے من میں ایک لمبا، بہتے دریا کی تصویر بنائیں۔ یہ دریائے گنگا ہے۔ دیکھو! دریا کے کنارے آم کا ایک بہت بڑا درخت کھڑا ہے۔ بندروں کا ایک دستہ اس کے پھل کھا رہا ہے۔ وہ کتنے خوش قسمت ہیں، جہاں ہر کھانا ذہنی مسرت کا باعث ہے!



اس کے باوجود فوج کے سربراہ نندا ریا پریشان ہیں۔ آم کے درخت کی ایک شاخ دریا کے اوپر تک پھیلی ہوئی ہے۔ اگر آم پانی میں گر جائے تو کیا ہوگا





نندا ریا اپنے قبیلے کو اکٹھا کر کے کہتے ہیں۔ "دیکھو یہ ایک شاخ دریا کے اوپر کیسے لٹکتی ہے۔ ہمیں اس سے کسی آم کو پانی میں نہیں گرنے دینا چاہیے۔"

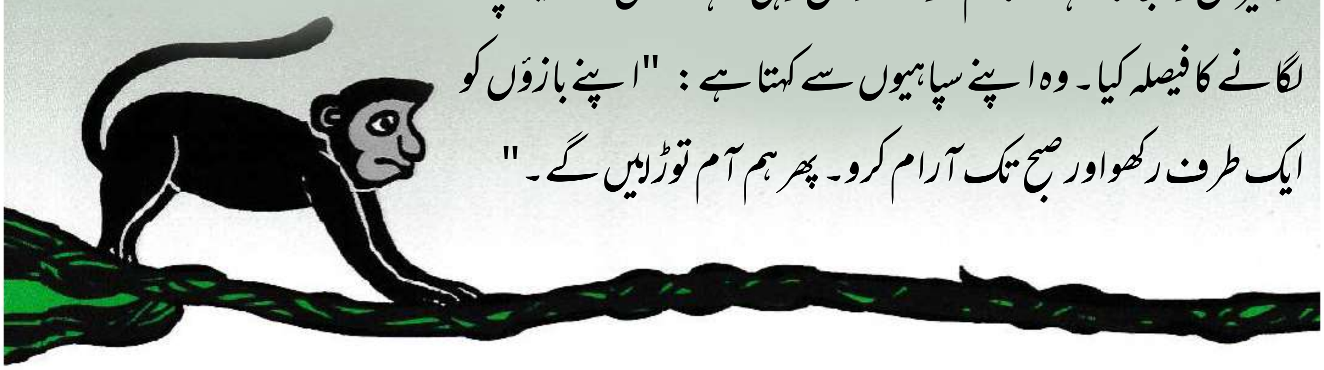
"اگر آم گر جائیگا تو وہ انسانوں کے ہاتھ میں آجائیگا۔ انسان اس درخت کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے جو اتنا لذیذ پھل دیتا ہے۔ وہ یہاں آکر ہمیں دیکھ کر بھگا دینگے۔"



"اس شاخ پر کڑی نظر رکھو! پھل پکتے ہی توڑ دو!" نندار یا پر زور کہتا ہے۔ "آم کو کبھی گرنے نہ دیں!"

لیکن ایک آم، نادیدہ، دریا میں گر جاتا ہے۔ لہروں پر ٹھوکر کھاتے ہوئیے، ڈوبتا اور لڑھکتا ہوا، یہ بہاؤ میں تیرتا ہے۔ کسی نہ کسی طریقے سے یہ بادشاہ کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ "یہ آم کہاں سے آئے؟" وہ حیرت زدہ ہے، اس کے ذائقے اور خوشبو سے خوش ہے۔ وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ درخت کو تلاش کرنے کے لییۓ نکلا۔

وہاں آکر بادشاہ درخت کی جسامت اور اس کے پھلوں کی کثرت کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ تاہم، رات ڈھل رہی ہے۔ اس نے کیمپ لگانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اپنے سپاہیوں سے کہتا ہے: "اپنے بازؤں کو ایک طرف رکھو اور صبح تک آرام کرو۔ پھر ہم آم توڑ لیں گے۔"



رات اندھیری ہے۔ آسمان پر بادلوں کی چادر چھائی ہوئی ہے۔ چاند کو سوئے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ نندار یا اور اس کا دستہ سوئے ہوئے سپاہیوں کے درمیان آہستہ سے گذرتے ہوئے درخت پر چڑھ جاتا ہے۔ وہ اطمینان سے دعوت کا مزہ لییتے ہیں۔

لیکن اپنی دعوتوں میں وہ اپنے نیچے سوئے ہوئے لشکر کو بھول جاتے ہیں۔ ان کی خاموشی سرگوشیوں میں بدل جاتی ہے، ان کی سرگوشیاں چہچہاہٹ میں بدل جاتی ہیں۔ بادشاہ کے محافظ بادشاہ کو جگاتے ہیں۔ "درخت بندروں سے بھرا ہوا ہے!" وہ اسے بتاتے ہیں. "ہم کیا کریں؟"

فوجیوں کو سونے دو،" بادشاہ نے جواب دیا۔ "صبح ہوتے ہی ہم بندروں کو بھگا دیں گے۔"

دو بندر بادشاہ کے منصوبوں کو سن رہے ہیں۔ وہ نندار یا کی طرف بھاگے۔

"خطرہ! خطرہ!" وہ خبردار کرتے ہیں۔

"فوجی ہم سب کو بھگانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں! اوہ، کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"فکر نہ کرو،" نندار یہ نے جواب دیا۔ "میں تمہیں سپاہیوں سے بچا لوں گا۔" وہ لٹکی ہوئی بیل کا ایک ٹکڑا اٹھاتا ہے اور اس کے ایک سرے کو آم کے درخت سے جوڑتا ہے۔ دوسرے سرے کو وہ اپنی کمر کے گرد باندھتا ہے۔ بڑی چھلانگ لگا کر وہ دریا پار کرتا ہے۔



افسوس! کٹی ہوئی بیل بہت چھوٹی ہے۔ نندار یا نے مخالف سمت میں ایک درخت کو پکڑ لیا۔ لیکن وہ بیل کو باندھنے کے قابل نہیں ہے۔ کوئی بات نہیں! ایک شاخ سے لٹکا ہوا، وہ اپنے جسم کو پھیلاتا ہے تاکہ اس کی کمی کو پورا کیا جا سکے۔ ایک پل بن گیا!

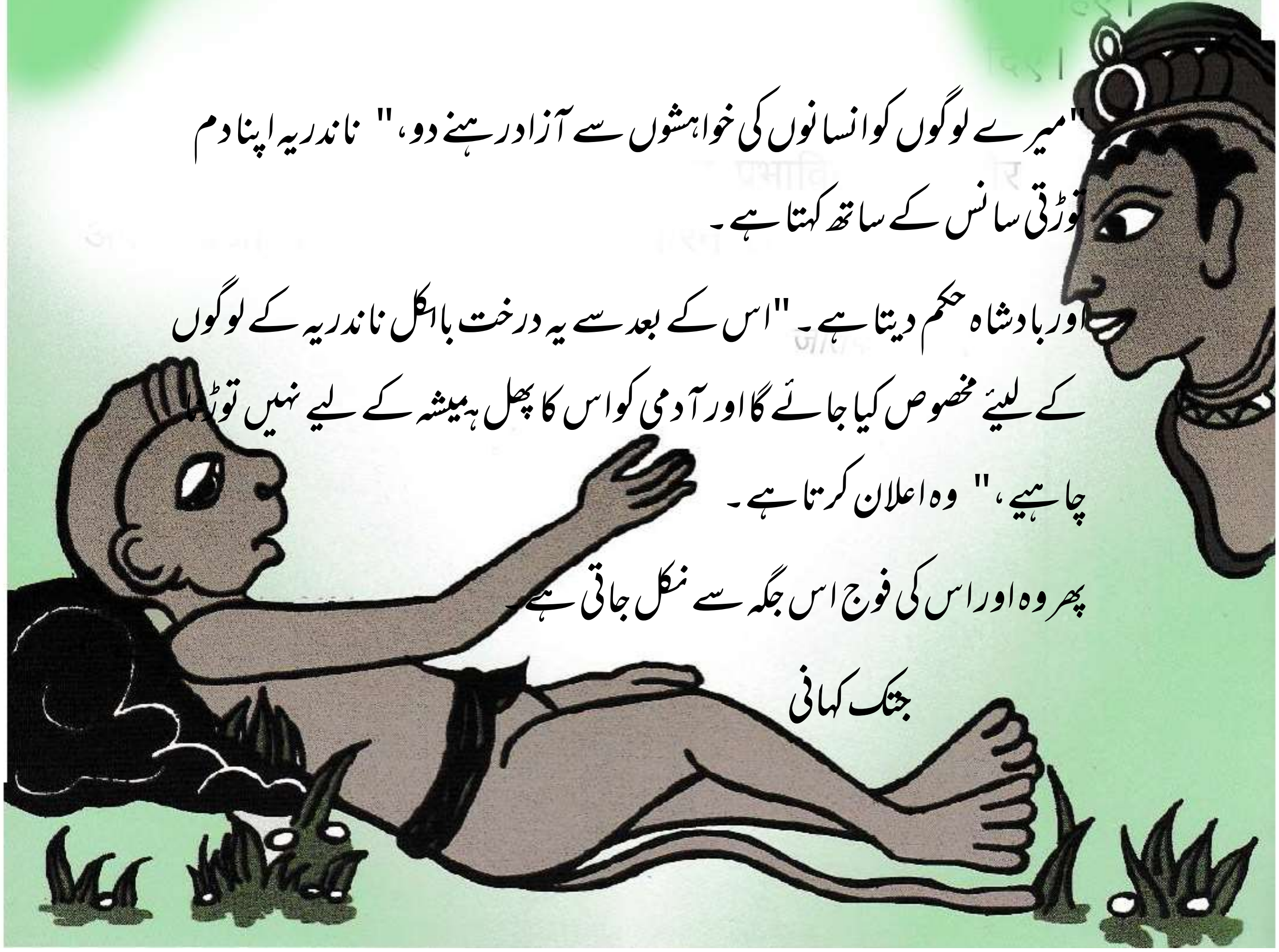
وہ اپنے دستے کو پکارتا ہے: "جلدی کرو! جلدی کرو! انگور کی بیل کے پیچھے چلو اور میرے جسم کے ساتھ ساتھ کنارے پر پہنچنے کے لیئے درخت پر چڑھ جاؤ۔ ابھی جلدی آؤ، تاکہ سب بچ جائیں!"

ایک ایک کر کے بندر دریا کے دوسری طرف جاتے ہیں۔ آخری بندر نندار یا کی پیٹھ پر زور سے چھلانگ لگاتا ہے اور بحفاظت چڑھ جاتا ہے۔ لیکن نندار یا شاخ پر اپنی گرفت کھو دیتا ہے! وہ درخت سے پھینکا جاتا ہے! نیچے، نیچے وہ دریا میں کنارے پر گرتا ہے۔

بادشاہ بندروں کے بھاگتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ اب وہ نندا ریا کی طرف بھاگا۔ لیکن نندا ریا مدد سے باہر ہے۔ اس کے جسم سے جان نکل رہی ہے۔ بادشاہ کہتا ہے کہ تم نے اپنے بارے میں سوچے بغیر اپنے لوگوں کو بچایا، میں نے ایسی قربانی کبھی نہیں دیکھی۔

لیکن نندا ریا نے جواب دیا، "جناب، ایک بادشاہ کو اپنی قوم کی فلاح و بہبود کو اپنی ذات سے بالاتر رکھنا چاہیے۔ میں نے جو کیا وہ صرف میرا فرض تھا۔"

"میں آپ کی عزت کرتا ہوں، بندروں کے مالک،" بادشاہ نے غمگین ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "اپنی آخری خواہش بتاؤ کہ میں اسے پورا کردوں۔"



"میرے لوگوں کو انسانوں کی خواہشوں سے آزاد رہنے دو،" ناندریہ اپنا دم توڑتی سانس کے ساتھ کہتا ہے۔

اور بادشاہ حکم دیتا ہے۔ "اس کے بعد سے یہ درخت بالکل ناندریہ کے لوگوں کے لیئے مخصوص کیا جائے گا اور آدمی کو اس کا پھل ہمیشہ کے لیے نہیں توڑنا چاہیے،" وہ اعلان کرتا ہے۔

پھر وہ اور اس کی فوج اس جگہ سے نکل جاتی ہے۔

جتک کہانی

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

63

تینالی رمن اور جادوگر

ایک دن ایک جادوگر وجئے نگر آیا۔ اس نے بادشاہ کے محل میں جادو کے کئی شاندار کرتب دکھائے۔ لوگوں نے مسحور ہو کر دیکھا۔ انہوں نے وقت گزرنے کا دھیان نہیں کیا۔

جادوگر نے ایک خالی ٹوکری زمین پر رکھ دی۔ اس نے اسے الٹا کر دیا۔ پھر اس نے اسے اٹھایا۔ پوف! ایک آم کا پودا تھا!

اس نے ایک میز پر پرندوں کا خالی پنجرا رکھا۔ اس نے پنجرے کا دروازہ کھولا۔ ایک کبوتر اڑ گیا! سب نے تالیاں بجائیں!



جادوگر نے کچھ چھوٹے پتھر اٹھا لیئے۔ زپ! وہ سونے کے سکوں میں بدل گئے! پھر اس نے اپنی آنکھیں مضبوطی سے بند کر لیں۔ بادشاہ کی انگلی سے انگوٹھی اڑ گئی۔ یہ سیدھا جادوگر کے پاس آئی! لوگ بہت اچھا وقت گزار رہے تھے! یہاں تک کہ بادشاہ نے بھی جادوگر کے ہنر کی تعریف کی۔ اس نے اسے تحفے اور انعامات سے بھری چاندی کی پلیٹ دی۔

لیکن جادوگر کو انعام سے زیادہ کچھ چاہیئے تھا۔ وہ ایک منصوبہ بنا کر وجےَ نگر آیا تھا۔ "کیا یہاں کوئی ہے جو جادو میں مجھ سے آگے نکل جائے؟ اگر ایسا ہے تو میں یہ سب تحفے چھوڑ دوں گا!" انہوں نے کہا۔ کوئی آگے نہیں بڑھا۔ ایسے ماہر جادوگر کو چیلنج کرنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔

پھر جادوگر نے کہا، "اگر کوئی مجھے ہرا نہیں سکتا، تو آپ کا ہوشیار وزیر، تینالی رمن، جب میں وجےَ نگر سے نکلوں گا تو میرے ساتھ آنا چاہیے!



تینالی رمن بھی سب کے ساتھ جادوگر کی کارکردگی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اپنا نام سن کر وہ چونک گیا۔ اس نے بادشاہ کی طرف دیکھا، جس کا مہربان چہرہ پریشانی سے چھا گیا تھا۔ "مجھے اس جادوگر کو پیچھے چھوڑنے کا کوئی طریقہ تلاش کرنا چاہیے،" اس نے سوچا۔

ایک لمحے کے بعد اس نے کہا، "اے عظیم جادوگر! میں آپ کا چیلنج قبول کرتا ہوں! میں تھوڑا سا جادو کروں گا جس کا آپ مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

"میرے کرتب دیکھانے بعد، آپ کو بھی وہی کرتب دیکھانی ہوگی۔ لیکن ہیں یہ کرتب آنکھیں بند کر کے کروں گا، جبکہ آپ کو آنکھیں کھلی رکھکر کرنی ہوگی۔ کیا آپ اتفاق کرتے ہیں؟"

جادوگر ہچکچایا۔ تینالی رمن بہت چالاک تھا! وہ سرپرائز پلان کر رہا ہوگا۔ اور پھر بھی... آنکھیں بند کر کے کرنے کے مقابلے میں کھلی آنکھوں سے کوئی چال کرنا کتنا مشکل ہو سکتا ہے؟ آخر میں اس نے کہا، "یہ آسان لگتا ہے! میں مانتا ہوں!"

تینالی رمن پھولوں کے برتن کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں کچھ مٹی لی۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں مضبوطی سے بند کر لیں۔ آہستہ آہستہ اور احتیاط سے اس نے اپنی پلکوں پر مٹی گرائی۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں کپڑے سے اچھی طرح صاف کیں۔ وہ جادوگر کی طرف متوجہ ہوا۔ "آئیے دیکھتے ہیں آپ یہ چال کھلی آنکھوں سے کیسے کرتے ہیں!" انہوں نے کہا۔



جادوگرا پنے یقین سے ڈگمگا گیا۔ وہ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکا۔ احتراماً اس نے سر جھکا لیا۔ پھر وہ وجئے نگر سے چلا گیا، کبھی واپس نہ آنے کے لیئے۔

"ہورے!" لوگوں نے کہا. "تینالی رمن نے ایک بار پھر فتح حاصل کی ہے!"

" آپ نے ہماری عزت کو برقرار رکھا!" بادشاہ نے کہا. اور اس نے تینالی رمن کو خوب انعام دیا۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

اپو اور اسکے دوست



اپو چھوٹے ہاتھی کے وسیع جنگل میں بہت سے دوست ہیں۔ اور یہ ان کے ساتھ کھیلنا پسند کرتا ہے۔ لیکن آج اپو اپنے دوستوں میں شامل نہیں ہوتا۔ وہ بغیر چلے یا بولے خود ہی بیٹھ جاتا ہے۔

اپو کے دوست اسے دیکھنے آتے ہیں۔ وہ اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

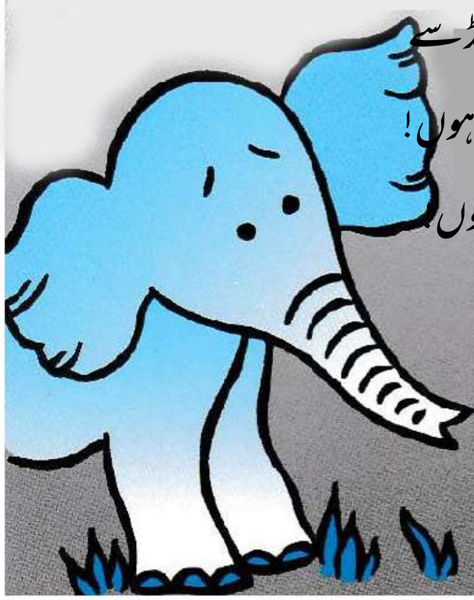


نیلی چڑیا : ہیلو، اپو۔ تم ہمارے ساتھ کھیلنے نہیں آئے۔ کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کیوں ؟

اپو خاموشی سے کھڑا ہے، اس کا بڑا سر جھک رہا ہے، اس کا سونڈ زمین کو صاف کر رہا ہے۔

نیلی چڑیا : میں جانتی ہوں! یہ آپ کا لمبا، لٹکتا ہوا سونڈ ہے- یہی چیز آپ کو اداس کر رہی ہے، ٹھیک ہے ؟

اپو : (سر ہلاتے ہوئے) نہیں! میں اپنے سونڈ سے محبت کرتا ہوں! میں اس سے بہت کام کر سکتا ہوں! میرے سونڈ کا شکریہ، میں ایک بہترین کارکن ہوں۔



بندر جھولتا ہوا آتا ہے۔

بندر : میں جانتا ہوں! یہ آپ کا چھوٹا، چھوٹا سا دم ہے- یہی آپ کو اداس کر رہا ہے، ٹھیک ہے؟ تم میری طرح درختوں میں جھول نہیں سکتے۔

اپو : (پاؤں پر مہر لگاتے ہوئے) میری دم چھوٹی ہے، لیکن یہ میرے لیے مفید ہے!
میں آپ کی طرح درختوں میں جھولنا نہیں چاہتا!



ہرن : میں جانتا ہوں! آپ کا مسئلہ آپ کی موٹی ٹانگوں کا ہے- وہ آپ کو اداس کر رہے ہیں، ٹھیک ہے؟ تمہاری ٹانگیں میری طرح خوبصورت اور پتلی نہیں ہیں۔

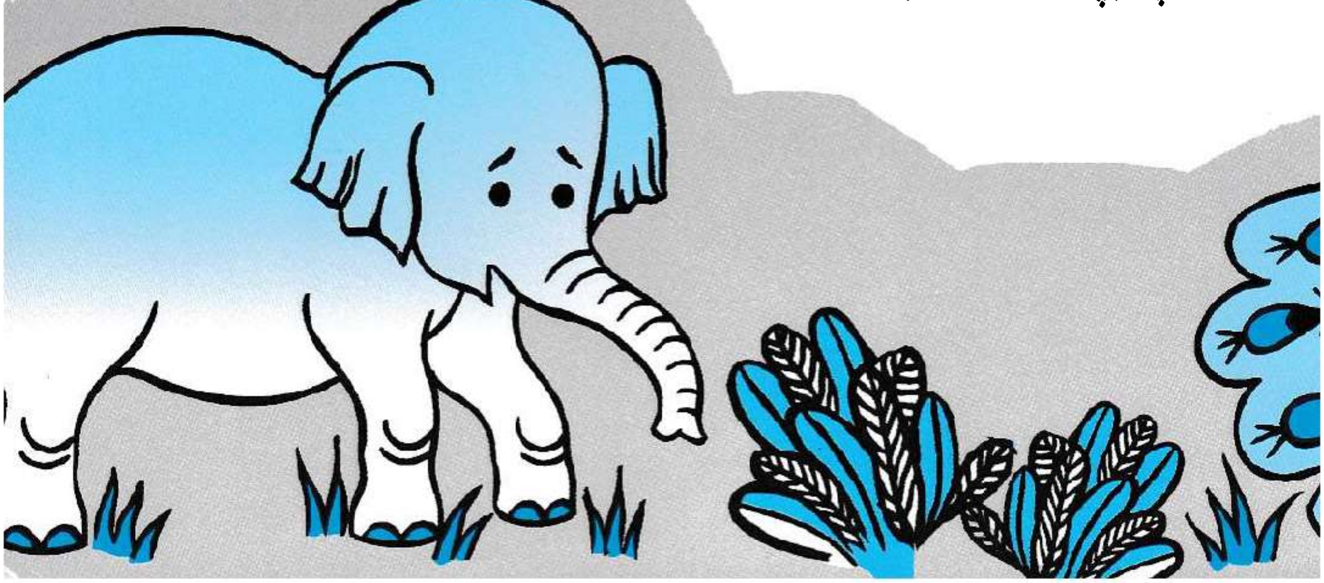
اپو : (آنکھیں گھماتے ہوئے) نہیں نہیں! مجھے اپنی ٹانگیں بہت پسند ہیں۔ وہ مضبوط اور شاندار ہیں۔ میں انہیں پسند کرتا ہوں جیسے وہ ہیں! ہمپف!!

اب مور اوپر اڑ کر آگیا۔

مور : میں جانتا ہوں! یہ آپ کا ہلکا بھوری رنگ ہے- یہی آپ کو اداس کر رہا ہے، ٹھیک ہے؟ آپ کو روشن سبز اور نیلا چاہتے ہیں جیسے میرے خوبصورت پروں پر ہیں۔

اپو : (زور سے ہنستے ہوئے) ہرگز نہیں! مجھے اپنا سادہ، سرمئی رنگ پسند ہے۔
یہ سست ہو سکتا ہے، لیکن یہ مجھے شکاریوں سے چھپانے میں مدد کرتا ہے.

بندر اوپر نیچے کودنے لگتا ہے۔



بندر : پھر اپنی مصیبت کو بھول جاؤ، جو بھی ہو! ہمارے ساتھ آؤ!
ہم کچھ گنے پر دعوت دینے جا رہے ہیں۔



اپو : (دکھ سے) نہیں! میں کسی چیز پر دعوت نہیں دینا چاہتا۔ میں بہت موٹا ہوں!

اب اپو رونے لگتا ہے۔

ریچھ : کیا یہ آپ کی پریشانی ہے؟ لیکن آپ بالکل بھی موٹے نہیں ہیں! آپ کا جسم بڑا اور مضبوط ہے، جیسا کہ ہاتھی کا ہونا چاہیے!

اپو : (مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے) موٹا تو نہیں؟ سنو۔ تین دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا! ایک کاٹنا نہیں! لیکن میں نے کوئی وزن کم نہیں کیا!

اچانک انہیں ایک چیخ سنائی دیتی ہے۔ "میری مدد کرو! کوئی میری مدد کرے!" جانور اپو کو چھوڑ کر آواز کی طرف بھاگتے ہیں۔ وہاں! ایک لومڑی رو رہی ہے! یہ ایک گرے ہوئے درخت کے نیچے پھنس گئی ہے!

لومڑی : آہ... آہ... اوچ! اوہ!! براہ کرم میری مدد کریں!

بندر، مور اور ہرن درخت کو دھکیلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن وہ ایک شاخ بھی نہیں ہلا سکتے!



سب : بیچاری لومڑی! کسی نہ کسی طرح ہمیں اسے بچانا ہے!

وہ اپو کے پاس بھاگتے ہیں اور اسے وہاں لے آتے ہیں جہاں لومڑی پھنسی ہوئی ہے۔

اپو : (اس کی سونڈ جھولاتے ہوئے) ہٹو تم سب! مجھے کوشش کرنے دو!

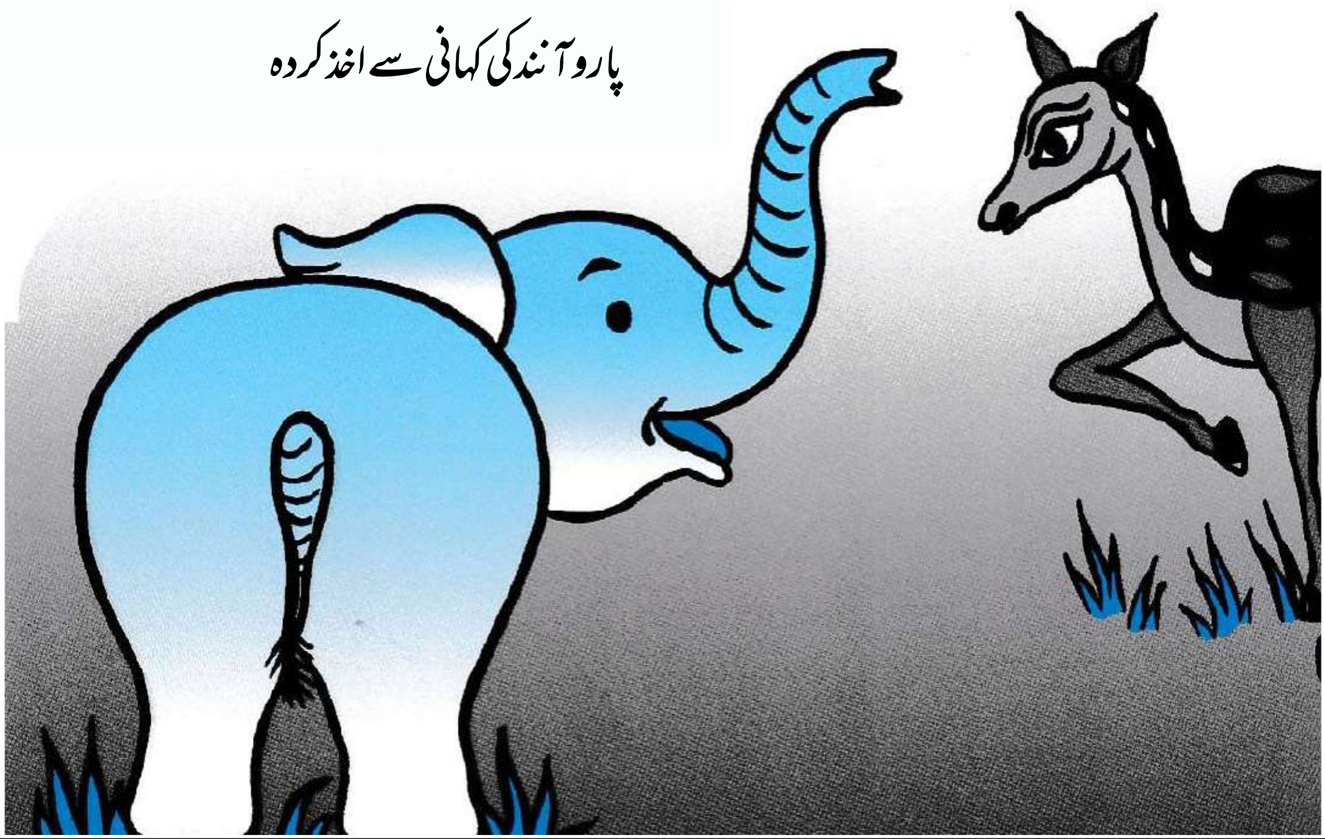
اپو تیزی سے درخت کو اپنے تنے کے ساتھ کھینچتا ہے۔ سوییش!

سب : یا! شاباش! دیکھو اپو! صرف آپ ہی لومڑی کو بچا سکتے ہیں!

بندر : اب سمجھ آیا؟ آپ کے سائز کا شکریہ، آپ جنگل میں سب سے طاقتور جانور ہیں!

اپو : (چنگھاڑ) ہاں! جی ہاں! میں ہوں! اور اب، چلو کھاتے ہیں : اس سارے کام نے مجھے بھوکا کر دیا ہے!

پارو آنند کی کہانی سے اخذ کردہ



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ہمارا لیڈر



ایک بار ایک گہرا، تاریک جنگل تھا۔ بہت سے جانور وہاں اکٹھے رہتے تھے۔ ان کا لیڈر شیر تھا۔

تمام جانور شیر کی عزت کرتے تھے۔ جب بھی انہیں کوئی پریشانی ہوتی تو وہ اس سے مشورہ لینے آتے۔ شیر نے ہر مسئلہ کو سمجھداری سے حل کیا، اور جانوروں نے خوشی سے اس کے فیصلوں کو قبول کیا۔

ایک دن شکاریوں کا ایک گروہ جنگل میں داخل ہوا۔ جانور سب گھبرا گئے! وہ شیر کی طرف بھاگے۔

"شکاری آرہے ہیں! شکاری آرہے ہیں!" انہوں نے اسے بتایا۔

شیر اپنے غار سے باہر نکلا اور کہا یہیں ٹھہرو، پرسکون رہو، میں شکاریوں سے لڑوں گا اور انہیں بھگا دوں گا۔

شیر نے جلدی سے شکاریوں کو ڈھونڈ نکالا۔ یہ ایک دھاڑ کے ساتھ ان کی طرف لپکا۔ کچھ شکاری بھاگے۔ لیکن چند لڑنے کے لیے ٹھہرے۔



انہوں نے شیر کو زخمی کر دیا! لیکن شیر نے ہمت نہ ہاری ۔ آخر کار اس نے شکاریوں کو شکست دی ۔ وہ جتنی جلدی ہو سکے جنگل سے باہر نکل آئے ۔

تمام جانوروں نے شیر کا شکریہ ادا کرنے کے لیے جلدی کی ۔ لیکن یہ کیا تھا؟ شیر درد سے کانپ رہا تھا ۔ اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں! جانوروں نے اسے اس کے غار میں واپس آنے میں مدد کی ۔ وہ بے چینی سے شیر کے بہتر ہونے کا انتظار کر رہے تھے ۔

کئی دن گزر گئے ۔ لیکن شیر کی ٹانگیں ٹھیک نہ ہوئیں ۔ تو جانوروں کو وہیل چیئر مل گئی ۔ شیر کرسی پر بیٹھتا اور آہستہ آہستہ جنگل کے چکر لگاتا ۔ جانور اسے روزانہ کھانا لاتے اور اس کی دیکھ بھال میں مدد کرتے ۔

تھوڑی دیر بعد کچھ جانور اس سے تھک گئے ۔ انہوں نے شیر کا کھانا لانا بند کر دیا ۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس سے مدد یا مشورہ لینا بھی چھوڑ دیا ۔



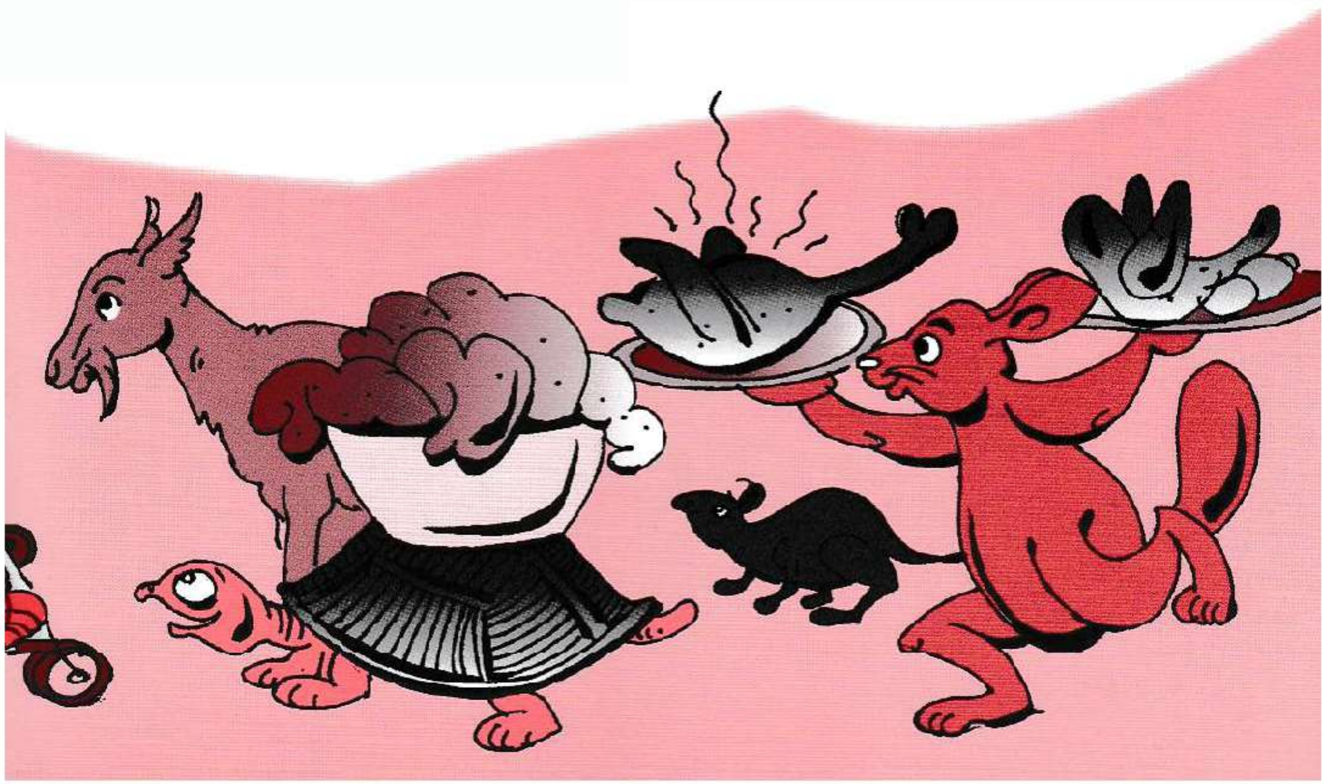
لیکن بہت سے جانور شیر کے وفادار رہے۔ اور یہ بدلے میں ہمیشہ ان کو دیکھنے کے لیئے بے تاب رہتا تھا۔ یہ جنگل کی ان کی خبروں کو شوق سے سنتا تھا اور ان کے مسائل حل کرتا تھا۔ اس نے ان کی ہر طرح سے مدد کی۔

ایک دن جنگل بہت پر سکون لگ رہا تھا۔ شیر بالکل اکیلا بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوسرے جانوروں کو ڈھونڈنے نکلا۔ وہ اپنی وہیل چیئر پر جنگل سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔

جلد ہی اسے جانور مل گئے۔ وہ سب ایک جگہ جمع تھے۔ کیا تعجب ہے! وہ میٹنگ کر رہے تھے۔ شیر نے ان کی گفتگو کو غور سے سنا۔

ایک جانور نے کہا، "اب وقت آگیا ہے کہ ہم ایک نیا لیڈر منتخب کریں!" "نہیں نہیں!" ایک اور نے کہا۔

"شیر ہمیشہ ہمارے مسائل حل کرتا ہے،" کسی نے کہا۔



"لیکن اس میں وہ طاقت نہیں ہے جو اس میں پہلے تھی!" کسی اور نے کہا۔ "یہ ہمیں خطرے سے کیسے بچا سکتا ہے؟"

تب ایک بوڑھے جانور نے کہا، "شیر کا جسم کمزور ہے۔ لیکن اس کا دماغ اب بھی مضبوط ہے۔ یہ طویل تجربے سے جنگل کے راستے جانتا ہے۔ اس لیے یہ مشکل وقت میں بھی ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔"

جانوروں نے کچھ دیر سوچا۔ پھر ان سب نے شیر کو اپنا لیڈر بنانے کا انتخاب کیا۔

شیر نے بحث کو غور سے سنا تھا۔ اب وہ اپنے غار میں واپس آ گیا۔ یہ بہت خاموشی سے اپنی وہیل چیئر پر بیٹھا انتظار کرنے لگا۔

جلد ہی کوئی مسئلہ لے کر آیا۔ شیر نے جلدی سے بہترین حل نکال لیا۔ اس کے بعد دو خرگوشوں کے درمیان جھگڑا ہوا تھا۔ یہ بھی آسانی سے حل ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد کوئی اور کھانا لے آیا۔

دن ایک عام دن میں بدل گیا۔ اور جنگل میں ہم آہنگی بحال ہو گئی۔



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

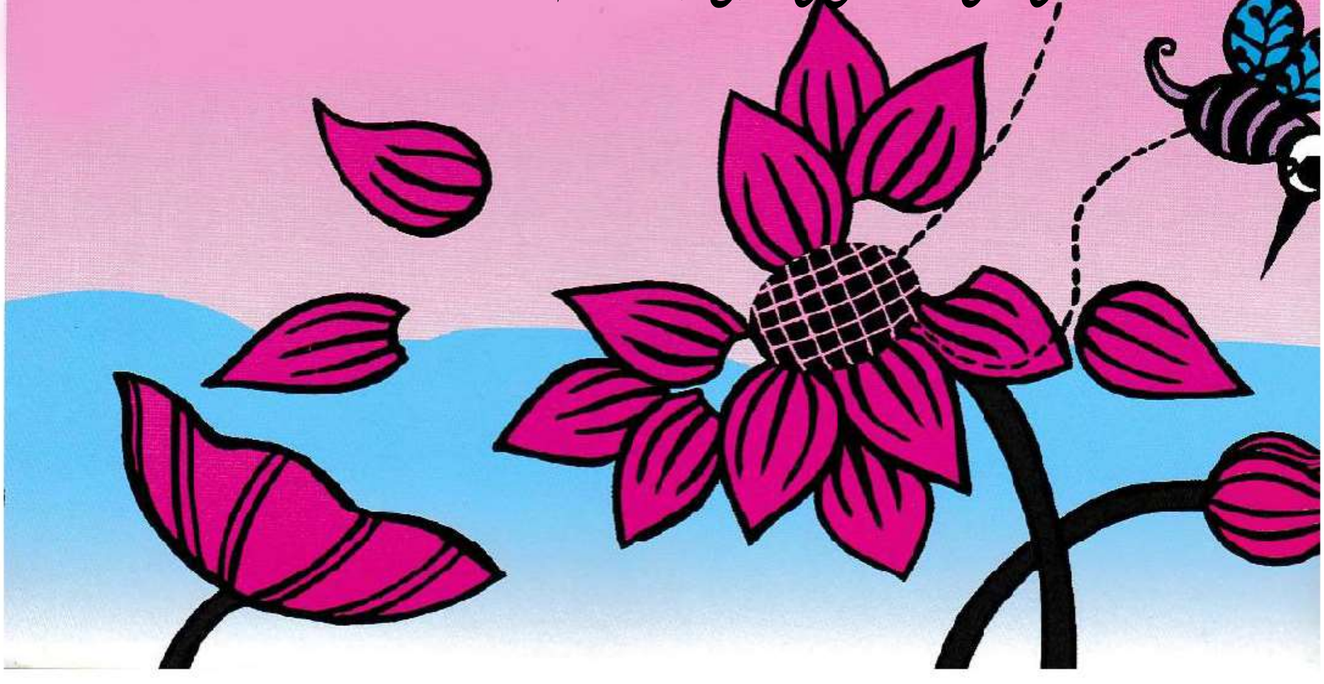
کمل ناراض کیوں ہے ؟

"سب شہد کی مکھیاں کہاں جاتی ہیں ؟ آج میں ان کا پیچھا کر کے معلوم کروں گی !" تجسس سے ، ایک چھوٹی شہد کی مکھی چھتے سے نکل گئی ۔

تھوڑی ہی دیر میں چھوٹی شہد کی مکھی ایک کمل کے تالاب بیں آ گئی ۔ وہاں اسے ایک خوبصورت کمل کا پھول نظر آیا ۔ یہ اڑ کر نیچے گری ۔ کمل کانپ گئی ۔ پھول سے ایک پنکھڑی ڈھیلی ہوئی تھی ۔ اس سے کمل ناراض ہو گئی ۔ "تمہارے لیۓ کوئی امرت نہیں !" اس نے کہا. "چلے جاؤ! "

"کمل مجھ سے ناراض کیوں ہے ؟" چھوٹی شہد کی مکھی کو حیرت ہوئی ۔ یہ جتنی تیزی سے ہو سکتا تھا اڑ گئی ۔

چھوٹی شہد کی مکھی درخت کی شاخ پر آرام کرنے آئی ۔ سورج پتوں سے چمک رہا تھا ۔ شہد کی مکھی نے سورج کی کرنوں کو دیکھا اور کہا ۔





خوبصورت، پیارا کمل نہیں دے گا

مجھے کوئی امرت۔

اوہ، روشن اور خوبصورت سورج کی کرنیں،

کیا آپ اس کا ذہن بدل سکتے ہیں؟



سورج کی کرنوں نے کہا، "فکر نہ کرو! ہم کمل پر چمکیں گے اور اسے خوش کر دیں گے۔" کمل کے پھول پر سنہری کرنیں چمک رہی تھیں۔ اس نے اپنی پنکھڑیوں کو دھوپ کے لیئے کھول دیا۔

لیکن اس نے چھوٹی شہد کی مکھی کو کوئی امرت نہیں پیش کیا!

کتنی مایوسی ہے! چھوٹی شہد کی مکھی کچھ دیر کمل کے پاس منڈلاتی رہی۔ پھر اداسی سے اڑگئ۔

اب تالاب پر نرم ہوائیں چلنے لگیں۔ چھوٹی شہد کی مکھی نے انہیں محسوس کیا اور کہا۔

خوبصورت، پیارا کمل نہیں دے گا مجھے کوئی امرت۔

اوہ، پیاری، نرم ہوائیں، کیا آپ اس کا ذہن بدل سکتی ہیں؟

ہواؤں نے جواب دیا، "فکر نہ کرو! ہم کمل پر ہلکے سے پھونک ماریں گے اور اسے تازہ اور ٹھنڈا محسوس کریں گے۔"

انھوں نے پھول پر آہستہ سے پھونک ماری۔ کمل نے خوشی سے اپنی پنکھڑیوں کو لہرایا۔ لیکن اس نے چھوٹی شہد کی مکھی کو کوئی امرت نہیں پیش کیا!



بیچاری چھوٹی شہد کی مکھی! "میں کمل کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟" اس نے تعجب کیا. تبھی کچھ بادل آسمان پر آ گئے۔

شہد کی مکھی نے ان کے سائے کو دیکھا اور اوپر دیکھا۔ اس نے کہا،
خوبصورت، پیارا کمل نہیں دے گا
مجھے کوئی امرت۔
اوہ، سیاہ اور خوبصورت بارش کے بادل،
کیا آپ اس کا ذہن بدل سکتے ہیں؟



"فکر نہ کرو" بادلوں نے کہا۔ "ہم کمل پر بارش کریں گے اور اسے اچھا غسل دیں گے۔" ایک ہلکی بارش تالاب پر پڑی۔ تمام پودے خوش ہو گئے اور تازہ دم ہو گئے۔ کمل نے بارش کی بوندوں میں نہایا اور اس نے بھی ترو تازہ محسوس کیا

لیکن اس نے چھوٹی شہد کی مکھی کو کوئی امرت نہیں پیش کیا!

چھوٹی شہد کی مکھی بہت تھکی ہوئی محسوس کی! یہ اداسی اور خاموشی سے اڑ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ ایک الّو درخت کی شاخ پر سو رہا ہے۔

اس نے اُلّو سے کہا،

خوبصورت، پیارا کمل نہیں دے گا

مجھے کوئی امرت۔

اوہ، عقلمند اور پیارا اُلو،

کیا آپ اس کا ذہن بدل سکتے ہیں؟

اُلو نے چھوٹی شہد کی مکھی سے کہا کہ قریب آؤ میں تمہیں ایک راز بتاتا ہوں۔ چھوٹی شہد کی مکھی اُلّو کے قریب پہنچی۔ اُلو نے چھوٹی شہد کی مکھی کے کان میں سرگوشی کی۔ اُلّو نے کیا کہا کسی اور نے نہیں سنا- حالانکہ انہوں نے کوشش کی۔

اب چھوٹی شہد کی مکھی امید کے ساتھ تالاب کی طرف اڑ گئی۔ بہت، بہت نرمی سے یہ کمل کے پھول پر بیٹھ گئی۔ بہت اچھے اور شائستگی سے پوچھا، "کیا تم مجھے کچھ امرت دو گے؟"

اچانک کمل کو مزید غصہ نہیں آرہا تھا۔ اس نے چھوٹی شہد کی مکھی کا استقبال کیا۔ "جتنا چاہو لے لو!" اس نے کہا۔

چھوٹی شہد کی مکھی نے دنیا کا سب سے بڑا راز جان لیا!



ایک ہندوستانی لوک کہانی، جو شوپتا پنجا کے دوبارہ بیان پر مبنی ہے۔

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

داداگاندھی

یہ 2 اکتوبر کا دن گاندھی جی کا یوم پیدائش تھا۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی انہیں "سالگرہ مبارک ہو!" کہنے اور پھولوں کا ہار پہنانے گئے۔

آشرم کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہر کوئی کھادی کے بنے ہوئیے کپڑے پہنے تھے۔ یہاں تک کی ٹوپیاں بھی کھادی کی تھیں!

ہم گاندھی جی کے پاس آئے اور انہیں ہار پہنائے۔ گاندھی جی مسکرائے۔ "اگلی بار کیا آپ مجھے واقعی اچھا تحفہ لائیں گے؟" انھوں نے پوچھا۔

"آپ کو کیا تحفہ چاہیے؟ ہمیں بتائیں، دادا!"



"مجھے اپنے ہاتھوں سے کاتا ہوا سوت سے بندھا ہوا مالا لاؤ۔ کیا آپ لائینگے ؟" انھوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن ہم نہیں جانتے کہ چرخہ سے سوت کیسے کاتا جاتا ہے !" میرے چھوٹے بھائی نے کہا۔ گاندھی جی نے جواب دیا، "اپنی ماں اور باپ سے کہیں کہ وہ آپ کو سکھا دینگے۔"

گھر کے راستے میں، میرے چھوٹے بھائی نے مجھ سے پوچھا، "دادا گاندھی کیوں چاہتے ہیں کہ ہم کاتنا سیکھیں ؟"

میں نے گاندھی جی کے خیال کی وضاحت کی جس طرح میں کر سکتا تھا۔ "کھادی کا کپڑا بُننے سے گاؤں والوں کو اپنے خاندانوں کا پیٹ پالنے کا ایک ذریعہ ملتا ہے۔ اگر ہم بیرون ملک سے کپڑا خریدیں گے، تو ان کے لیئے کم کام ہوگا۔ اسی لیئے دادا گاندھی چاہتے ہیں کہ ہم سوت کاتیں اور کھادی کے کپڑے پہنیں۔"



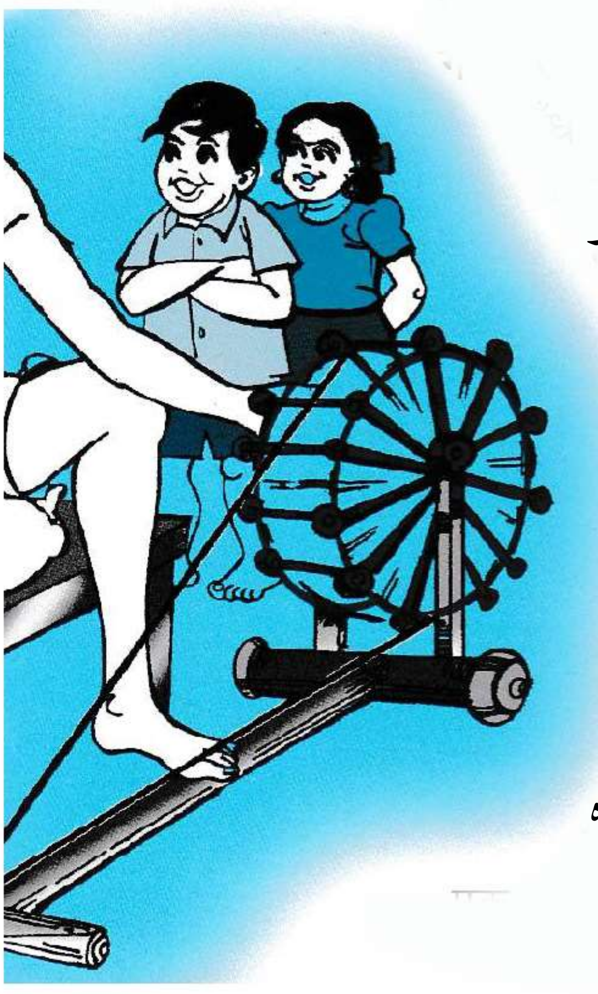
جب ہم گھر پہنچے تو ہم نے اپنی والدہ کو آشرم جانے کے بارے میں بتایا۔ انھوں نے گاندھی جی اور آزادی کی جدوجہد کے بارے میں کچھ اور وضاحت کی۔ انہوں نے کہا، "گاندھی جی برطانوی راج سے ہماری آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ کھادی اس کوشش کا ایک اہم حصہ ہے۔"

اسی دن ہم نے چرخہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔

گاندھی جی ٹرین میں بہت سفر کرتے تھے۔ انھوں نے پورے بھارت کا سفر کیا۔ ایک بار وہ ٹرین سے مدورائی گئے۔ انہوں نے بہت سے لوگوں سے بات کی اور انہیں کھادی استعمال کرنے کی تلقین کی۔ ان کے جواب نے انھیں دکھ دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کھادی خریدنے کے لیے اتنے غریب ہیں۔ "یہ بہت مہنگا ہے۔"

مدورائی میں، گاندھی جی نے بہت سے کسانوں کو کھیتوں میں اپنے لنگوٹے میں کام کرتے دیکھا۔ وہ ان کی غربت سے پریشان تھے۔

ایک دن وہ دریا میں نہانے گییٔ۔ وہاں ایک عورت اور اس کا بچہ تھا۔ عورت اپنی ساڑھی کا آدھا حصہ دریا میں دھو رہی تھی۔ اس نے باقی آدھا اپنے جسم کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔ اس کے پاس یہ واحد ساڑھی تھی! اور یہ بھی پھٹی ہوئی تھی!



عورت کی غربت نے گاندھی جی کے دل کو گہرائی سے چھوا۔ انھوں نے اپنی شال اتار کر اسے دے دی۔ اس نے اپنے پاس موجود تمام کپڑوں کے بارے میں سوچا۔

"ملک میں اتنے غریب لوگوں کے ساتھ، ہیں مختلف قسم کی قمیض کیسے پہن سکتا ہوں؟ یہ ٹھیک نہیں ہے۔"

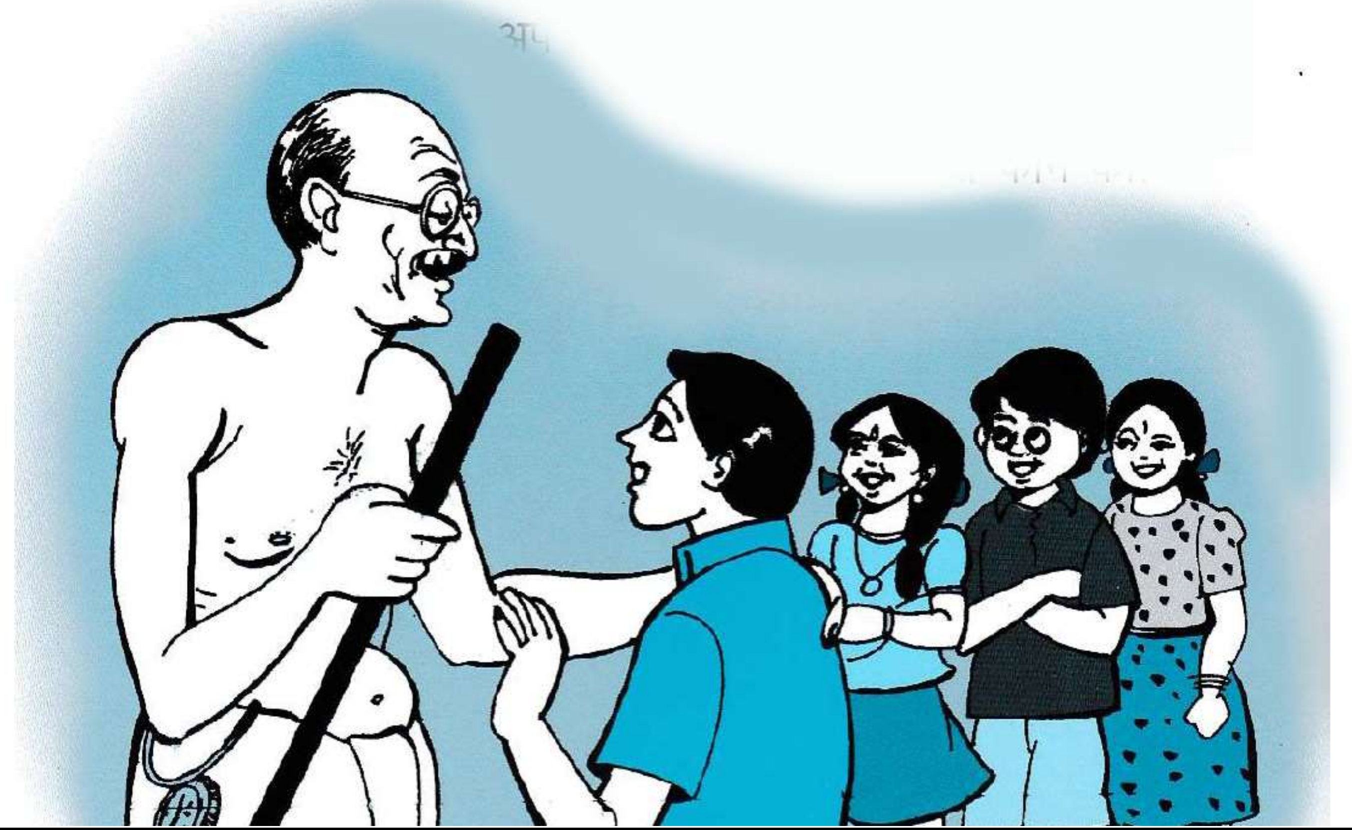
اس کے دماغ میں ایک طوفان برپا تھا۔ 22 ستمبر 1921 کو انھوں نے اپنا معمول کا لباس ترک کر دیا اور صرف ایک سادہ سفید لنگوٹ پہننا شروع کر دیا۔

ایک بار ایک چھوٹا لڑکا سابر متی آشرم میں گاندھی جی سے ملنے آیا۔ "دادا، آپ نے قمیض کیوں نہیں پہنی ہوئی ؟ کیا میں اپنی ماں سے آپ کے لیئے ایک سلائی کرنے کو کہوں ؟" اس نے پوچھا۔

گاندھی جی نے مسکرا کر جواب دیا، "آپ کی ماں میرے لیے کتنی قمیضیوں کی سلائی کر سکتی ہے ؟"

"یہ بتاؤ کہ دادا جان آپ کو کتنی قمیضیں چاہیے، میں انہیں آپ کے لیئے بنانے کو کہوں گا۔"

"میرے 40,00,00,000 بھائی بہن ہیں،" گاندھی جی نے کہا۔ "جب وہ قمیض کے بغیر ہیں تو میں کیسے پہن سکتا ہوں ؟" انھوں نے پیار سے پوچھا۔



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

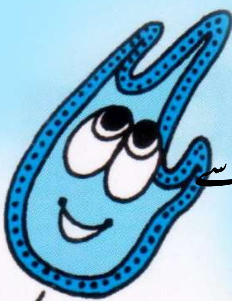
Artist Uma Krishnaswamy

پانی کے قطرے کا سفر



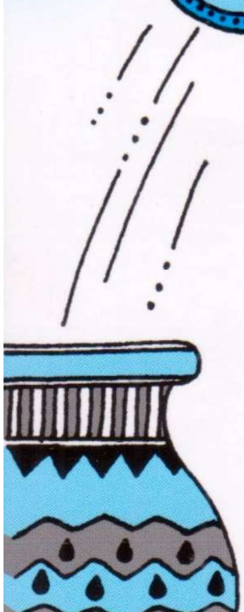
ایک دفعہ مٹی کا ایک برتن دھوپ میں رکھا رہگیا۔ اس کے اندر پانی اوپر تک بھرا تھا۔ ایک قطرہ سطح پر تیرنے لگا۔

قطرہ سورج کی کرنوں کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے روشنی کی طرف اٹھنے کے لیے دباؤ ڈالا۔ برتن کے کنارے کے ساتھ خود کو دباتے اور کھینچتے ہوئے، یہ کنارے کے اوپر چڑھ گیا!



بس ایک لمحے کے لیئے قطرہ کو خوف محسوس ہوا۔ پھر سورج کی طرف دیکھا! خوشی سے یہ بھاپ بن کر آسمان پر اٹھا۔

قطرہ بھاپ کی شکل میں اوپر کی طرف تیرتا رہا اور پھر کچھ پھیلے ہوئے سفید بادلوں پر جمع ہوگیا۔ اس نے ادھر ادھر دوسرے قطروں کو دیکھا۔ وہ سب اسی طرح آسمان پر اٹھے تھے۔ اس نے قریب ترین قطروں سے پوچھا کہ سورج تک کیسے جانا ہے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا۔



قطروہ کئی دنوں تک بادلوں کے درمیان بھٹکتا رہا۔ یہ ادھر ادھر بہکتا رہا۔ ایک دن اس نے ایک نئے بادل کو قریب آتے دیکھا۔ یہ بادل سفید اور پھولا ہوا نہیں تھا۔ یہ بڑا اور موٹا اور سیاہ تھا۔ قطرہ اچھل کر نئے بادل کی طرف بڑھ گیا۔

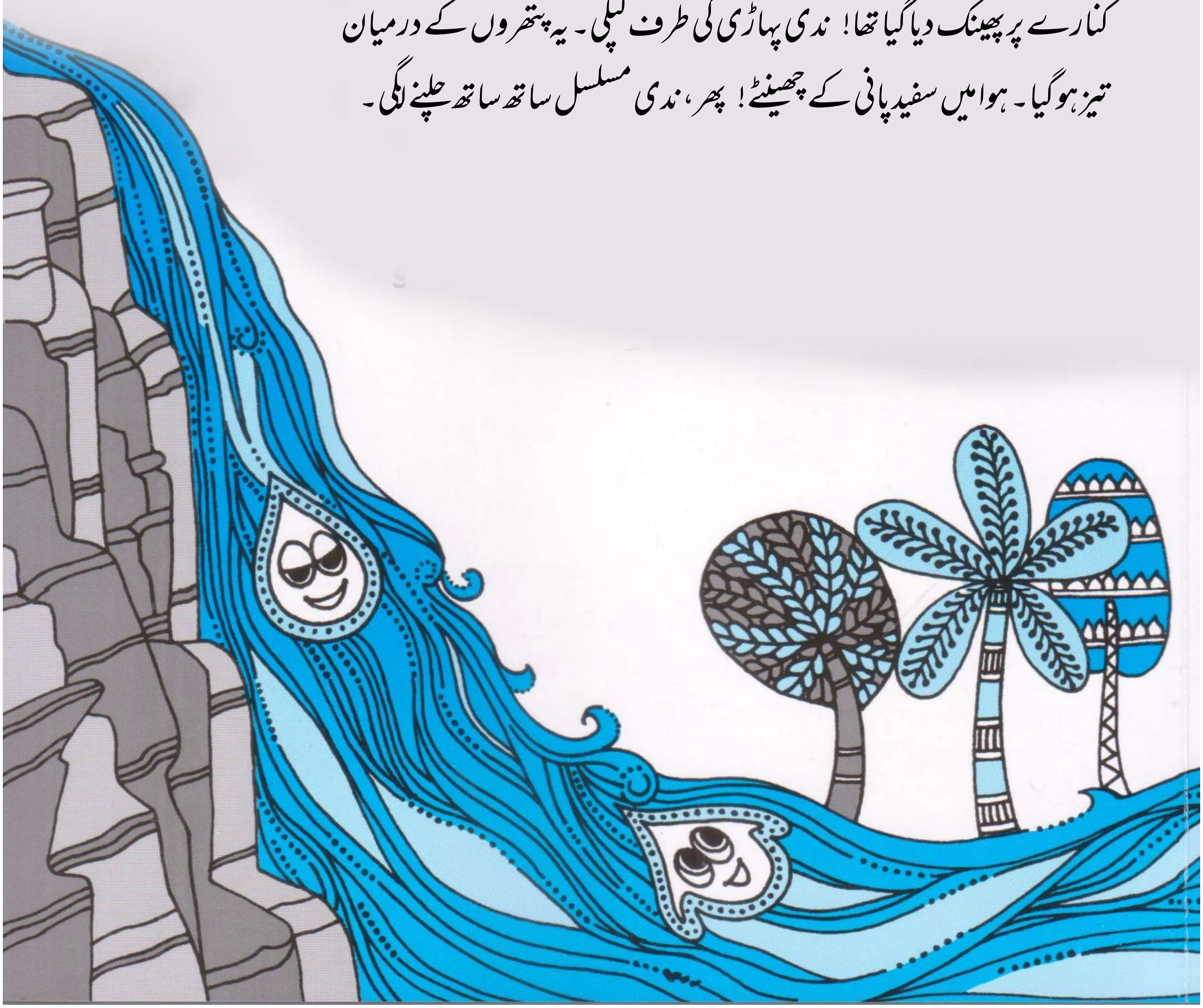




اس رات سیاہ بادل بے چین تھے۔ یہ مڑا اور مڑ گیا۔ یہ گرج چمک کے ساتھ لرز اٹھا۔ قطرہ کو احساس ہوا کہ وہ غلط جگہ پر آ گئی ہے۔

ایک تیز ہوا نے بادل سے بوند کو اڑا دیا۔ بارش کی بوندوں کے درمیان گرا تھا۔ بجلی چمکی! بارش کی بوندیں بہتی ہوئی ندی میں چھلک پڑیں۔

قطرہ کو محسوس ہوا کہ ندی کا پانی بڑھتا اور گرتا ہے۔ اچانک ایک پہاڑ کے کنارے پر پھینک دیا گیا تھا! ندی پہاڑی کی طرف لپکی۔ یہ پتھروں کے درمیان تیز ہو گیا۔ ہوا میں سفید پانی کے چھینٹے! پھر، ندی مسلسل ساتھ ساتھ چلنے لگی۔



قطرہ نے اپنے قریب موجود دیگر قطروں سے پوچھا کہ ندی کا رخ کہاں ہے۔ "یہ عظیم دریا میں شامل ہونے کے لئے دوڑ رہا ہے"، انھوں نے کہا۔

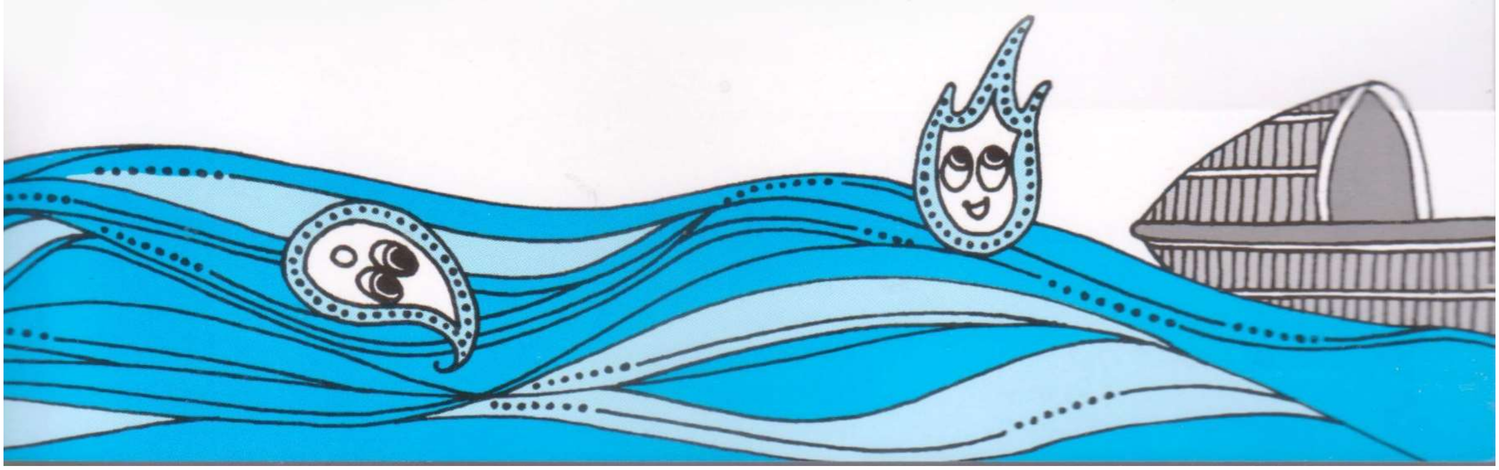
اور وہیں تھا، عظیم دریا۔ یہ وسیع اور بھرا ہوا تھا۔ درخت دونوں کناروں پر لٹک رہے تھے۔ سورج کی روشنی سایئوں کے درمیان چمک رہی تھی۔

قطرہ نے خوشی سے دیکھا۔ اس نے پانی کی تیز رفتار حرکت کو پسند کیا۔ سفر کا مزہ کیسا تھا! لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ یہ سفر زیادہ دیر نہیں چلے گا۔

اب دریا سمندر میں جا گرا۔ سمندر کے پانیوں نے ہر قطرہ کو آغوش میں لے لیا۔

لہروں کے نیچے سے قطرہ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آہ! ہلکے سفید بادل منڈلا رہے تھے۔ قطرہ کو یاد آیا کہ وہ کیسے مٹی کے برتن سے نکل کر ان سفید بادلوں بیں شامل ہو گیا تھا۔ اب اس نے سورج کی طرف دیکھا۔

اچانک قطرہ کو معلوم ہوا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے پانی کی سطح پر اپنا راستہ گھمایا۔ اوپر کی طرف تناؤ، یہ گرم سورج کی روشنی سے ملا۔ ایک بار پھر، یہ پانی کے بھاپ کی شکل میں آسمان پر اُٹھا۔





اب اس نے بے اختیار سورج کی طرف دیکھا۔ اور جب رات پڑی تو ستاروں کی چمک میں ڈوب گئ۔

ایک دن قطرہ نے زمین کی طرف دیکھا۔ اس نے وہ سمندر دیکھا جس سے یہ نکلا تھا۔ اس نے دریا اور بہتے ہوئے ندی کو دیکھا۔ ہر وہ چیز جو وہ گزری تھی اس کے سامنے چمک رہی تھی۔

قطرہ کے گرد چھوٹے چھوٹے بادل جھومنے لگے۔ اس نے خود کو اوپر کی طرف کھینچا اور ان کے اوپر آسمان کے بلند ترین مقام پر پہنچ گیا۔

پھر یہ دھند میں تحلیل ہو گیا۔ دھند پھیل گئ اور اردگرد کی ہوا میں ضم ہو گئ۔

کرسٹوفر ای جونز کے "پانی کا ایک قطرہ" سے اخذ کردہ

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

بچہ جو سورج کے ساتھ کھیلتا تھا۔





ہنومان جب چھوٹا تھا تو بہت شرارتی بندر تھا۔ وہ کسی بھی چیز سے ایک کھیل بناتا! اس کی ماں انجانا اسے بالکل سنبھال نہیں سکتی تھی۔

ایک بار ہنومان نے دیکھا کہ سورج کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی ہے۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ وہاں سورج تھا! یہ ایک بڑے سرخ پھل کی طرح تھا۔ اوپر، اوپر، اس نے اسے پکڑنے کے لئے چھلانگ لگائی۔ "میں تمہیں کھانے جا رہا ہوں!" اس نے کہا۔



سورج خوش نہیں تھا۔ اس نے بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن ہنومان نے پورے آسمان میں اس کا پیچھا کیا۔ دن رات میں بدل گئی اور رات دن میں بدل گئی۔ تعاقب جاری رہا۔ ہنومان کے لیے کتنا خوشگوار کھیل!

سورج جانتا تھا کہ اسے مدد کی ضرورت ہے۔ اس نے اندر کو پکارا۔ جب اندر نے دیکھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو اسے بہت غصہ آیا۔ اس نے ہنومان کو بجلی کی تیز چمک سے مارا! ہنومان کی سانس رک گئی۔ وہ گرنے لگا۔

ہنومان کے الٰہی باپ، وایو نے اسے درمیان میں پکڑ لیا۔ "تم ایک چھوٹے بچے کو ایسا کیسے مار سکتے ہو؟" اس نے اندر پر غصہ کیا۔

ہوا، وایو کی تیز رفتار، اب ایک گہرا سانس لیا اور دنیا کی تمام ہوا کو پی لیا۔ سمندری طوفان سائیکلون، ہریکین اور ٹورناڈو پوری زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لئے۔ پہاڑ ہلنے لگے! سب لوگ گھبرا گئے۔ وہ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگے۔

تب وایو بولا: "میرے بیٹے کی سانس بحال کرو، اور میں اسے دنیا میں بحال کروں گا۔"



وہ ہنومان کو زمین کے اندر لے گیا اور انتظار کرنے لگا۔

ہوائیں تھم چکی تھیں۔ درخت اور پھول اور جھاڑیاں اور بیلیں اور انسان اور جانور- تمام جاندار- سانس کے لیے ہانپ رہے تھے۔

جلد ہی کہیں سے کوئی آواز نہ آئی۔ ہوا کے بغیر زمین مر رہی تھی۔

دیوتا گھبرانے لگے۔ "براہ کرم اندر کو معاف کر دیں،" انہوں نے کہا، اور ہنومان نے دوبارہ زندگی کا سانس لیا۔

انہوں نے ہنومان کو محفوظ رکھنے کے لیے تحفہ بھی دیا:

"گرج اور بجلی آپ کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گی!"

"آپ جہاں بھی جانا چاہتے ہیں پرواز کر سکتے ہیں!"

"آپ اپنی مرضی سے اپنی شکل اور سائز تبدیل کر سکتے ہیں!"

اس طرح انہوں نے ہنومان کو خصوصی طاقتوں سے نوازا۔





لیکن وایو مطمئن نہیں تھا۔ "کیا میرا بیٹا ان خصوصی طاقتوں کو استعمال کرنا جانتا ہے؟ وہ عقل کے بغیر بیکار ہیں،" اس نے دیوتاؤں سے کہا۔

"فکر نہ کرو!" دیوتاؤں نے کہا. "ہنومان اپنی عقل کے ساتھ ساتھ اپنی جسمانی طاقتوں کے لیے بھی مشہور ہوں گے! "

آخر وایو نے سانس چھوڑی۔ ہلکی ہلکی ہوائیں چلنے لگیں۔ ساری زمین پر انسان، جانور اور پودے زندگی کی طرف لوٹ آئے۔



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

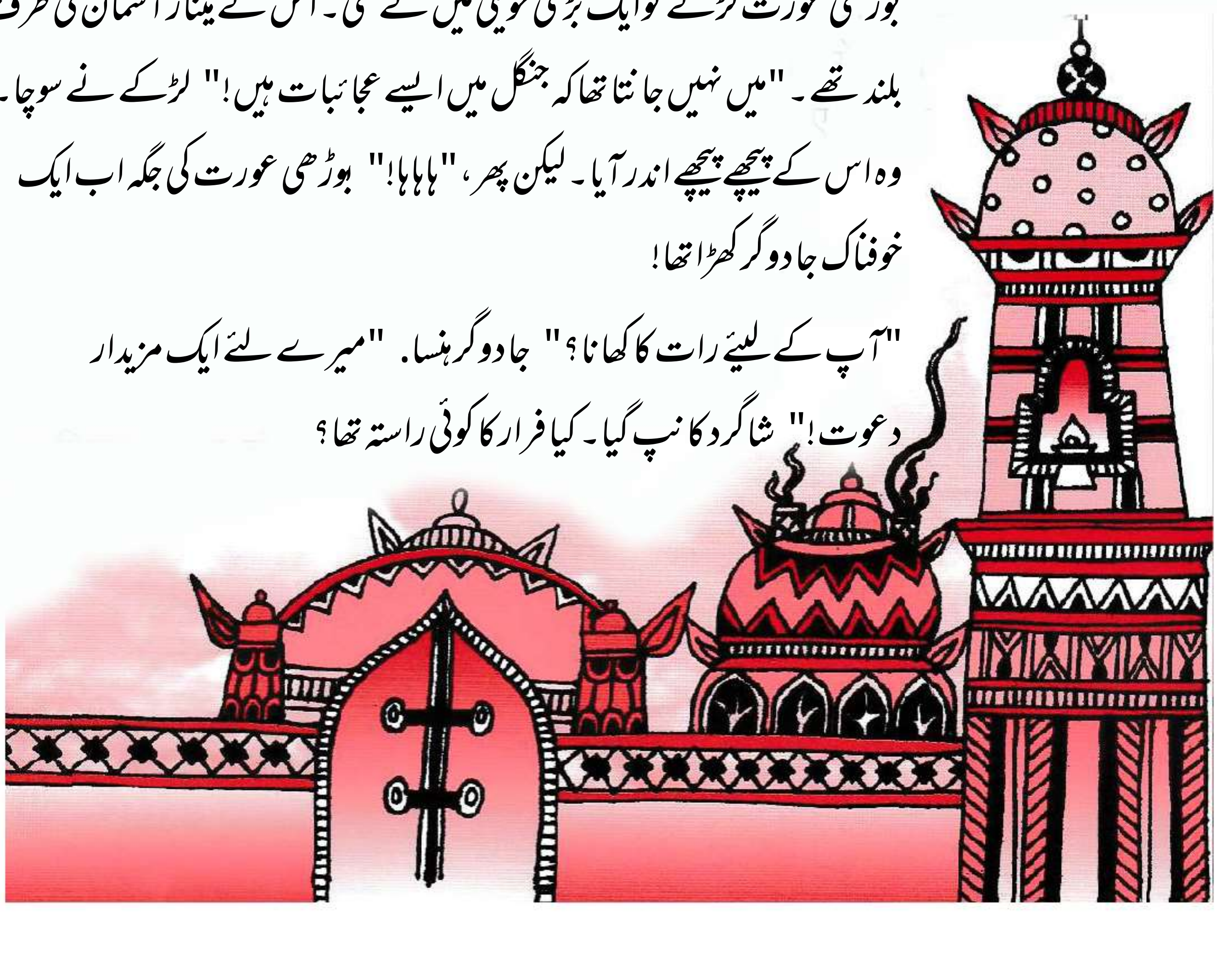
تین پنکھ

ایک دن ایک بابا نے اپنے شاگرد سے کہا، "آج تمہیں جنگل میں جا کر جڑی بوٹیاں اکٹھی کرنی ہیں، ان تینوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ، یہ تمہیں خطرے سے بچائیں گے۔" اور اُس نے اُسے تین پَر دیئے۔

شاگرد جنگل میں گھومتا رہا اور جڑی بوٹیاں اکٹھا کرتا رہا۔ چند گھنٹوں کے بعد اسے بہت تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ اس نے کچھ دیر آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اچانک اسے آواز آئی، "لڑکے! میرے ساتھ گھر چلو، میں تمہارے لیئے ایک اچھا کھانا بناؤں گی، اور پھر تم آرام کر سکتے ہو۔" یہ ایک چھوٹی بوڑھی عورت کی آواز تھی۔ وہ اسے دیکھ کر پیار سے مسکرائی۔

بوڑھی عورت لڑکے کو ایک بڑی حویلی میں لے گئی۔ اس کے مینار آسمان کی طرف بلند تھے۔ "میں نہیں جانتا تھا کہ جنگل میں ایسے عجائبات ہیں!" لڑکے نے سوچا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے اندر آیا۔ لیکن پھر، "ہاہاہا!" بوڑھی عورت کی جگہ اب ایک خوفناک جادوگر کھڑا تھا!

"آپ کے لیئے رات کا کھانا؟" جادوگر ہنسا. "میرے لئے ایک مزیدار دعوت!" شاگرد کانپ گیا۔ کیا فرار کا کوئی راستہ تھا؟



پھر اسے تین پنکھ یاد آئے۔ اس نے ایک منصوبہ بنایا۔ اس نے
جادوگر سے کہا، "اب مجھے نہ کھاؤ، میں جیسا گندا ہوں، پہلے مجھے نہانے
دو۔ میں تمہارے پاس صاف اور خوشبودار واپس آؤں گا!"



حمام کے کمرے میں شاگرد نے فرش پر پنکھ پھینکتے ہوئے کہا، "جادوگر جب بھی
پکارے، اس طرح جواب دو جیسے تم میں ہوں۔" پھر وہ کھڑکی سے چھلانگ لگا کر جتنی
تیزی سے بھاگ سکتا تھا بھاگ گیا۔

جلد ہی جادوگر نے شاگرد کو بلایا کہ جلدی کرو۔ جواب آیا، "میں ابھی آیا!" مگر کوئی شاگرد حمام سے نہ نکلا!
جادوگر نے دوبارہ پکارا تو وہی جواب آیا۔ لیکن پھر شاگرد باہر نہ آیا! بھوکا جادوگر اب مزید انتظار کرنے کے
لیئے بے صبرا تھا۔ اپنی جادوئی طاقت سے اس نے دروازہ توڑا۔ کمرہ خالی تھا! جادوگر غصے سے کانپ گیا۔
وہ چلاتے ہوئے حویلی سے باہر بھاگا، "میں تمہیں لینے جا رہا ہوں!"

شاگرد نے جادوگر کو اپنے پیچھے آتے ہوئے سنا۔ اس نے ایک اور پنکھ پکڑا اور کہا، "میرے اور جادوگر کے درمیان ایک دریا بنا دو!" فوراً ہی ایک دریا نمودار ہوئی۔ یہ جادوگر کو پانی بیں بہانے والی تھی! شاگرد نے سکون کا سانس لیا۔ "میں بچ گیا ہوں!" اس نے سوچا. "واہ!"

لیکن پھر، "گلگ، گلو" پانی کی آواز آئی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو شاگرد نے ایک خوفناک منظر دیکھا! جادوگر نے منہ کھولا ہوا تھا۔ وہ پورا دریا پی رہا تھا! پانی تیزی سے اس کے منہ میں داخل ہوگئ۔

شاگرد نے تیسرا پنکھ اٹھایا۔ "میرے پیچھے جنگل میں آگ لگا دو،" اس نے حکم دیا۔ ایک بڑی آگ بھڑک اٹھی۔ لیکن جادوگر نے پھر منہ کھولا۔ ووش! سارا پانی وہ
نگل لیا تھا باہر نکل آیا. ایک لمبی، تیز ہچکی سے آگ بجھ گئ۔



جنگل میں بھاپ کے بادل منڈرا رہے تھے۔ وہ درختوں کے درمیان گھوم کر غائب ہو گئے۔

بیچارہ شاگرد! اب اسکے پاس بھاگنے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا وہ دوڑا بہتری کی امید کے ساتھ۔ وہ سر جھکا کر ہوا کی طرح بھاگا۔ آخر کار وہ بابا کے گھر پہنچا۔

جادوگر اس کے بالکل پیچھے تھا۔ وہ دروازے پر رک گیا اور بابا سے پوچھا، "کیا آپ اپنے شاگرد کو چھوڑ دیں گے؟ یا اس کے بجائے میں آپ کو کھاؤں؟"

"خود پر اتنا یقین مت کرو!" بابا نے جواب دیا. "میں آپ کے جادو کا اپنے جادو سے جواب دے سکتا ہوں! چلو ایک مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر آپ جیت گئے تو آپ میرا شاگرد لے سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ چلو شروع کرتے ہیں،" جادوگر نے کہا۔

"کیا تم خود کو اس عمارت کی طرح اونچی بنا سکتے ہو؟" بابا نے پوچھا. فوراً ہی جادوگر اتنا لمبا ہو گیا۔ لیکن بابا اس سے متاثر نہیں ہوا۔ "کوئی بھی اپنے آپ کو لمبا بنا سکتا ہے۔" اس نے کہا۔ "اب، کیا آپ مٹر کے سائز میں بدل سکتے ہیں؟"

"اس میں اتنی مشکل کیا ہے؟" جادوگر نے پوچھا۔ وہ فوراً مٹر میں بدل گیا۔ بابا نے مٹر اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ ایک زور سے گھونٹ بھر کر اس نے اسے نگل لیا۔

اور یہ شیطانی جادوگر کا انجام تھا!

ایک جاپانی لوک کہانی سے اخذ کردہ



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy



پرندوں کے گھونسلے

پرندے! اپنے شاندار رنگوں کے ساتھ، وہ ہماری آنکھوں کو چمکاتے ہیں! وہ ہمیں اپنے گانوں سے خوش کرتے ہیں! اوراوہ، وہ گھونسلے بناتے ہیں!

زیادہ تر پرندے اپنے گھونسلوں میں نہیں رہتے۔ وہ انہیں خاص طور پر اپنے بچوں کے لیئے بناتے ہیں۔ وہ انڈے دیتے ہیں اور گھونسلے میں سینکتے ہیں۔ وہ وہاں بچوں کو دودھ پلاتے ہیں۔ بچے گھونسلے میں اس وقت تک رہتے ہیں جب تک کہ وہ اڑنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ پھر پورا خاندان اڑ جاتا ہے۔



کچھ پرندے اپنے گھونسلوں کو سال بہ سال دوبارہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن کوے کی طرح بہت سے لوگ ہر موسم میں نیا گھونسلہ بناتے ہیں۔ اسی لیئے ہم اکثر کوؤں کو اپنی چونچوں میں ٹہنیوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ وہ حفاظت کے لیئے اپنے پیالے کے سائز کے گھونسلے درخت میں جتنا ممکن ہو اونچا بناتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ تمام پرندوں کے گھونسلے پیالے کی شکل کے نہیں ہوتے؟ گھونسلے کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کچھ سلے ہوئے ہیں۔ کچھ بنے ہوئے ہیں۔ اور کچھ صرف زمین میں کھودے جاتے ہیں!



درزی پرندہ اپنا گھونسلہ سلائی کرتا ہے۔ یہ دو لٹکتے پتوں میں سوراخ کرتا ہے اور پودوں کے ریشوں کو سوراخوں کے ذریعے جوڑتا ہے۔ گھونسلا اپنے ارد گرد کے پتوں کے ساتھ اتنی اچھی طرح سے گھل مل جاتا ہے کہ ہم اس کے قریب سے گذرنے پر بھی کسی چیز پر شک نہیں کرسکتے!



اور بنجر پرندہ اپنا گھونسلہ کیسے بناتا ہے؟ یہ شاخ کے سرے پر مضبوط گرہ باندھتا ہے۔ پھر یہ پودوں کے مزید ریشوں کو ایک ساتھ ایک بڑی گیند میں بناتا ہے۔ تیار شدہ گھونسلا بالکل الٹا برتن کی طرح لگتا ہے۔ اس کی لمبی گردن نیچے کھلی جگہ پر لٹکتی ہے تاکہ کوئی شکاری اندر نہ چڑھ سکے۔

کچھ پرندے، جیسے ہدہد اور ہارن بل، درختوں کے کھوکھلے کو گھونسلے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اوہ، ہارن بل! کیا تم نے کبھی ایک دیکھا ہے؟ اس کے سر پر ایک بڑی، نارنجی ٹوپی ہے، اور ایک لمبی، نارنجی چونچ ہے۔ جب یہ اڑتا ہے تو اس کے پروں کی آواز بلند ہوتی ہے۔ یہ ایک جرات مندانہ پرندہ ہے، ایک حقیقی شیخی بگھارنے والا!



جب ماں ہارن بل اپنے انڈے دینے کے لیے تیار ہوتی ہے تو وہ درخت کے کھوکھلے کے اندر چلی جاتی ہے۔ باپ پرندہ ہوا اور کھانے کے لئے ایک چھوٹا سا سوراخ چھوڑ کر، داخلی دروازے پر ایک دیوار کھڑا کرتا ہے۔ جب چوزے بڑھتے ہیں تو ماں اندر رہتی ہے۔ جب وہ کھانا لانے میں باپ کی مدد کرنے کے لیئے باہر نکلتی ہے، تو چوزے گھوسلا سے بیکار چیزوں کا استعمال کرتے ہوئے خود ہی دیوار کو دوبارہ تعمیر کرتے ہیں۔ کسی نہ کسی طرح، وہ جانتے ہیں کہ کیا کرنا ہے!



کیا تمام پرندے اپنے گھونسلے بناتے ہیں؟ نہیں، وہ نہیں کرتے! کچھ، کوئیل کی طرح، دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں اپنے انڈے دیتے ہیں۔ کچھ اپنے انڈے بھی زمین پر دیتے ہیں!

سب سے زیادہ حیرت انگیز پرندوں میں سے ایک، کنگ فشر، زمینی نیسٹر ہے۔ کیا آپ نے کنگ فشر کو مچھلی پکڑتے دیکھا ہے؟ یہ کم لٹکی ہوئی شاخ پر بیٹھ کر پانی میں گھورتا ہے۔ اچانک یہ ڈوبتا ہے- اور اس سے پہلے کہ آپ کہہ سکیں، "ایک، دو، تین!" یہ اپنی چونچ میں مچھلی کے ساتھ شاخ پر واپس آگیا ہے!

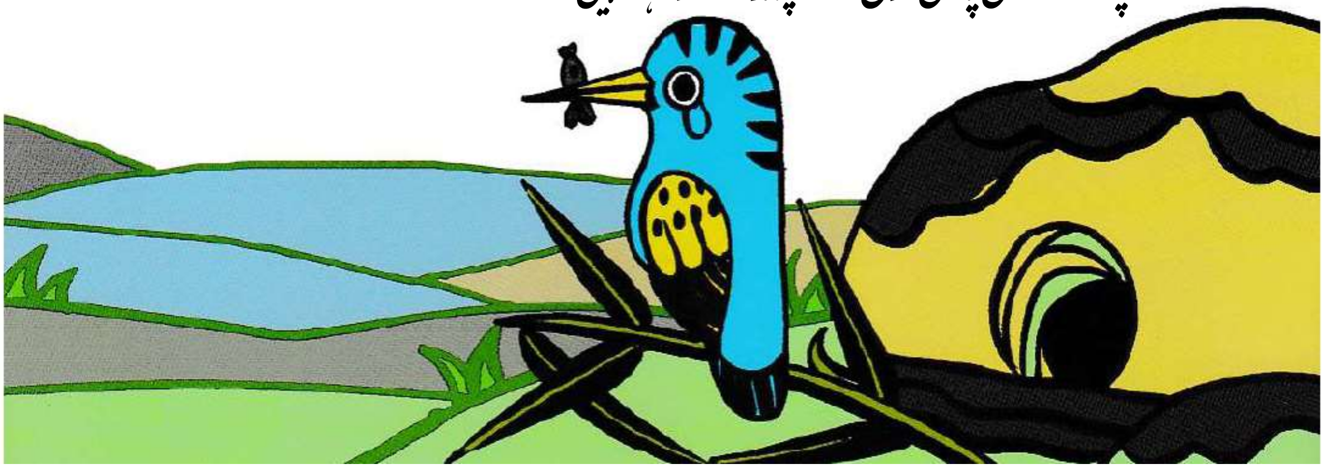




گھونسلے بنانے والے کنگ فشر جھیل یا تالاب کے کنارے ریت میں سرنگ کھودتے ہیں۔ انڈے آنے کے بعد، باپ کنگ فشر انہیں سینکنے میں ماں کی مدد کرتا ہے۔ انڈے سے بچے نکلنے کے بعد دونوں والدین باری باری چوزوں کے لیئے کھانا لاتے ہیں۔ والدین چار ماہ تک اسی طرح محنت کرتے ہیں!

بہت سارے، بہت سے دلکش پرندے ہیں۔ اگر ہم خاموش رہیں اور دیکھتے رہیں تو ہم ان کے بارے میں بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

آپ کے آس پاس کون سے پرندے رہتے ہیں؟



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ہم کون ہیں؟



یہ پھل کئی اقسام میں آتا ہے۔
سبز، پیلا، یا سرخ، موٹا یا پتلا،
فوری ناشتہ کے لیئے جلد کو چھیلیں۔
یہ میٹھا اور وٹامنز سے بھرا ہوا ہے۔

سبز سنگ مرمر، خوبصورت شیشے کے ماربل
بیل پر جھنڈوں میں لٹکا ہوا!

یہ آپ کی زبان کو جامنی رنگ کا داغ دے گا،
اور آپکے دانت کو نیلے کر دے!
یہ درخت پر سیاہ اور چمکدار ہے۔
اور بہت سے صحت کے فوائد فراہم کرتا ہے۔

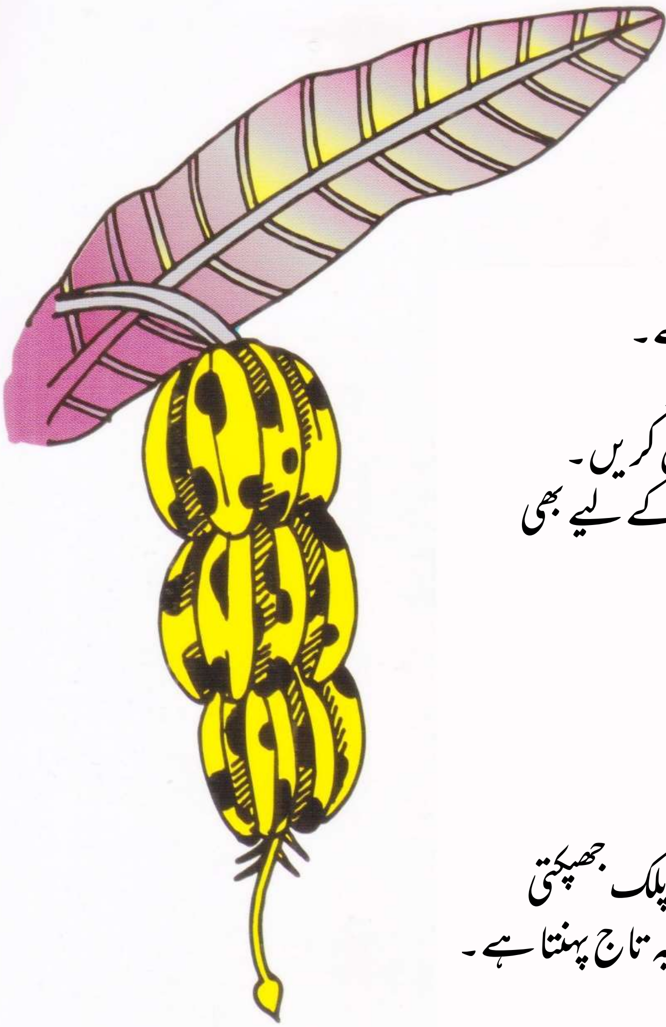
سخت جلد والی گیند
رس سے بھرے کیبن ہیں۔
ایک ایک کر کے کیبن کھائیں۔
یا گیند کو دو حصوں میں کاٹ دیں۔
اور غذائیت سے بھرپور رس کو دبا دیں۔



بچے انہیں درخت سے توڑتے ہیں۔
طوطے ان میں گھس جاتے ہیں۔
ان میں بہت سے چھوٹے کرچی بیج ہوتے ہیں۔
سبز ہو یا پیلا، ان کی مہک دعوت دیتی ہے۔

یہ ایک خوبصورت ڈیزائن کے ساتھ ہموار سبز جلد ہے
اسے کاٹ دو اور یہ 'کریک' کے ساتھ کھلتا ہے
بہت سے سیاہ دھبوں کے ساتھ گول سرخ چہرہ دکھا رہا ہے۔
ایک باریک سلائس لیں اور تروتازہ محسوس کریں۔

ایک سڈول، گول پھل
سرخ، سبز اور پیلے رنگ میں
اندر سے کرکرا اور سفید
کشمیر اور شملہ میں اگایا

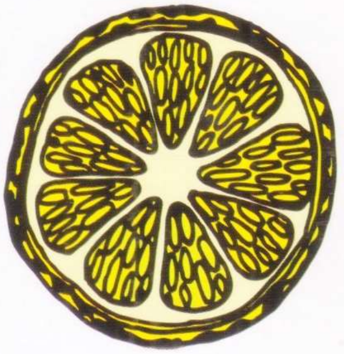


یہ پکا ہوا پھل کھٹا اور میٹھا ہوتا ہے۔
اسے پھلی میں مارو اور اسے توڑ دو
کھانا پکانے میں اسکا گودا استعمال کریں۔
اور پیتل کے برتنوں کو چمکانے کے لیے بھی

سرخ یا پیلے پھلوں کے گچھے۔
خشک ہونے پر ان کی جلد پر جھریاں پڑ جاتی ہیں۔
وہ ایک میٹھے ذائقہ کے ساتھ چبا رہے ہیں۔
لیکن ان کے پتھر دل سے بچو!

اس کی ہزار پلک جھپکتی
آنکھوں پر یہ تاج پہنتا ہے۔

ایک کانٹے دار بکتر کے اندر
چپچپا شربت میں دھولیں۔
چپچپا بھوسے میں پیک۔
آسمانی حلوے کے ہزار کاٹنے!



ایک سبز، لحاف والی جیکٹ میں لپٹی
اور سیاہ، بیضوی موتیوں کو چھپانا :
ایک کریمی، میٹھا پھل



میرے سرخ رنگ کے زیور کے خانے میں
چھوٹے پیلے رنگ کے ایوان ہیں۔
جہاں قیمتی سرخ مالا رکھے گئے ہیں۔

کیلا، کھجور، جامن (کالا بیر) ، سنترا، امرود، تربوز، سیب، املی، انگور،
اناس، جیک فروٹ (کٹھل)، کسٹرڈ ایپل (شریفا) ، انار



سبز، لمبا اور پتلا
آپ کی انگلی کی طرح کی شکل
اسے کاٹ دو- یہ پانچ رخا زیور کی طرح ہے۔
اور ایک مزیدار رات کا کھانا بنانے میں مدد کرتا ہے۔

اس کا رنگ نارنجی ہے۔
اس کی شکل مخروطی ہوتی ہے۔
یہ زیر زمین اگتا ہے۔
یہ ہماری بینائی کے لیے اچھا ہے۔



میں گول اور سبز ہوں۔
میرا جسم پتوں سے بھر گیا ہے۔
انہیں کاٹ کر بھاپ لیں۔
یا انہیں کچے سلاد میں کھائیں۔

کانٹے دار تنوں سے لیس
اور کانٹے دار پنکھے نما پتے
سفید، سبز یا جامنی رنگ میں بیضوی پھل
اپنے سر پر تاج پہنتا ہے۔

اگر تم نے مجھے کاٹا
میں تمہیں رلا دوں گا۔



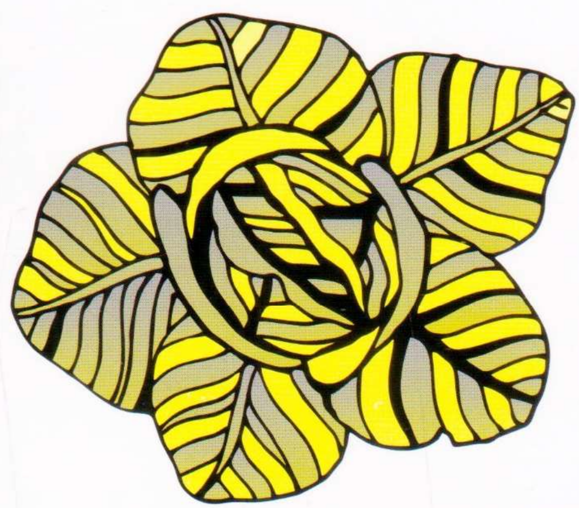
یہاں سبز پودوں کا بستر ہے۔
کچھ پتے کاٹ کر دھو لیں۔
مزیدار اور صحت بخش ڈش بنائیں
اور پتے کے دوبارہ اگنے کا انتظار کریں۔



خوبصورت تارامی سفید پھولوں کے درمیان
نازک گھماؤدارڈنٹھلوں کے ساتھ
لمبے لمبے سانپ
جال سے لٹکتے ہوئے!

میرے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں۔
میرے اکھوے برتنوں کی طرح ہیں۔
وہ زمین میں چھپ جاتے ہیں۔
اور زمین کے رنگ ہیں۔

ایک لمبے لمبے کمرے میں
سبز موتیوں کی ایک فوج



میں سبز اور بہت کڑوا ہوں۔
لیکن میں دوا نہیں ہوں۔
بچے مجھ سے دور بھاگتے ہیں۔
لیکن کھانے کے طور پر میں مکمل ہوں

یہ پیلے رنگ کے پھولوں والی بیل پر اگتا ہے۔
جب پک جائے تو یہ تربوز کے سائز کا ہوتا ہے۔
لیکن ہلکے، سرمئی سبز رنگ میں
یہ ذائقہ میں ہلکا ہے لیکن آپ کے پیٹ کے لیئے اچھا ہے۔

بھنڈی، گاجر، بند گوبھی، بیگن، پیاز، پالک، لوکی،
شکرقندی، مٹر، کریلا، سفید کدو

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

وہ اسپیکر جو نہیں بولے گا۔

ملا نصر الدین ایک عقلمند آدمی تھا۔ وہ ایک اچھے مقرر بھی تھے۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو ہنسا سکتا تھا۔ اور وہ انہیں سوچنے پر مجبور کر سکتا تھا۔

ایک بار ان کے پڑوسیوں نے ملّا سے ملاقات میں بات کرنے کو کہا۔ وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے لوگوں میں گھلنے ملنے کا مزہ نہیں آتا تھا۔ آخر کار وہ میٹنگ میں جانے کے لیے راضی ہو گیا، لیکن اس نے بات کرتے ہوئے کوئی راستہ سوچنے کی کوشش کی۔

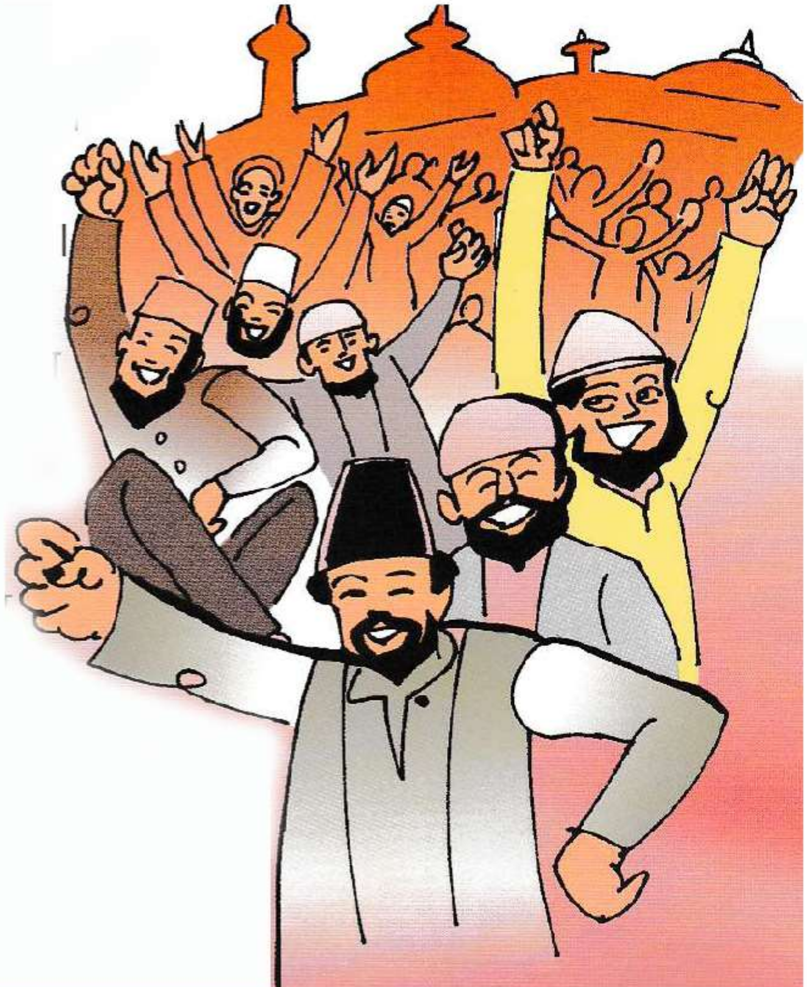


دن آ گیا۔ ملّا جلسہ گاہ میں چلا گیا۔ اس نے کھڑے ہو کر پوچھا کیا تم سب جانتے ہو کہ میں کیا کہنے والا ہوں؟

"میں نہیں جانتا... میں نہیں جانتا" کی آوازیں آئیں۔ اس سے ملّا غصے میں آ گیا۔ "میں ان لوگوں سے بات کرنے کو تیار نہیں ہوں جو کچھ نہیں جانتے!" اس نے کہا۔ اور وہ گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

سننے والے پریشان ہو گئے۔ ان میں سے کچھ ملّا نصرالدین کے پیچھے بھاگے۔ "ہمیں معاف کر دو!" انہوں نے منت کی. پھر انہوں نے اسے اگلی میٹنگ میں مدعو کیا۔ وہ جانے پر راضی ہو گیا۔





لوگ ملّا کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے ۔ تو انہوں نے ایک منصوبہ سوچا ۔

اگلی میٹنگ شروع ہوئی ۔ ملّا نے پھر پوچھا، " کیا تم جانتے ہو کہ میں کیا کہنے والا ہوں ؟" لیکن اس بار سب نے آواز لگائی، "میں جانتا ہوں ! میں جانتا ہوں !"

"میں اس چیز کے بارے میں کیوں بات کروں جس کے بارے میں آپ کو پہلے سے معلوم ہے ؟" ملّا نے پوچھا ۔ اور وہ گھر چلا گیا ۔

کتنی مایوسی ہے ! اجلاس میں موجود لوگوں نے اس بات پر تبادلہ خیال کیا کہ آگے کیا کرنا ہے ۔ "ہم اپنے ملّا کو سمجھتے ہیں !" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا.

اور انہوں نے ایک اور منصوبہ بنایا ۔

اگلی میٹنگ شروع ہوئی۔ "کیا تم جانتے ہو کہ میں کیا کہنے والا ہوں؟" ملّا نے پوچھا۔ آدھے لوگوں نے کہا ہم جانتے ہیں! اور دوسرے آدھے نے کہا، "ہم نہیں جانتے! ہم نہیں جانتے!"

"اچھا پھر!" ملا نصرالدین نے کہا۔ "جاننے والوں کو بتانا چاہیے جو نہیں جانتے!" اور وہ باہر نکل گیا۔

مجمع بے آواز تھا!



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

یوکیو اور وہیل

یوکیو ایک ماہی گیر کا بیٹا تھا۔ وہ اپنی ماں اور باپ کے ساتھ سمندر کے کنارے رہتا تھا۔ جب وہ کام یا اسکول کے کاموں میں مصروف نہیں ہوتا تھا، تو اسے ساحل سمندر کے قریب پتھریلے تالابوں کو تلاش کرنا پسند تھا۔ وہاں اسے سٹار فش اور کیکڑے اور بعض اوقات سمندری سپنج بھی مل جاتے۔

ایک دن یوکیو کو ایک عجیب آواز نے ان عجائبات سے دور کر دیا۔ یہ کیا تھا؟ وہ دیکھنے چلا گیا۔ وہاں! پتھروں کے درمیان ایک بہت بڑی وہیل ریت پر اپنی دم پھڑپھڑا رہی تھی۔ وہیل پھنس گئی تھی!



"بیچارہ پوری!" یوکیو نے کہا۔ "آپ پانی کے بغیر نہیں رہ سکتے!" اس نے ایک لمحے کے لیئے سوچا۔ پھر، "میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں!" اس نے کہا۔

یوکیو نے بالٹی پکڑی اور سمندر میں بھاگا۔ اس نے برتن کو پانی سے بھرا اور واپس وہیل کی طرف بھاگا۔ اس نے احتیاط سے پانی وہیل کے سر پر انڈیلا۔ اس نے دوبارہ برتن بھرا اور وہیل کی پیٹھ پر پانی ڈال دیا۔ ایک بار پھر، اس نے برتن بھرا اور وہیل کی دم پر پانی ڈالا۔

یوکیو نے وہیل سے کہا، "تم بڑے ہو، لیکن کیا ہوا؟ میں تمہارے لیئے پانی کی ایک ہزار بالٹیاں لاؤں گا!"

وہ واپس سمندر کی طرف بھاگا۔ اس نے دیگ بھری اور دوبارہ بھاگا۔ "دُم کے لیے تین بالیاں! چار پیٹھ کے لیے! پانچ بالٹیاں سر کے لیئے!" ہر وقت گنتے ہوئے، یوکیو نے پانی کی پیمائش کی۔ پھر بھی، وہیل کی جلد کے کچھ حصے خشک ہو رہے تھے۔ یوکیو بھاگا اور بھاگا اور ڈالا اور ڈالا۔

اچانک اس کی طاقت نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ ریت پر گر گیا! وہ اتنا تھک گیا کہ مزید حرکت کرنے کے لائق نہیں تھا۔



لیکن اس کے ذہن میں یہ الفاظ آئے، "... پانی کی ایک ہزار بالٹیاں... پانی کی ایک ہزار بالٹیاں..." وہ اٹھ کر واپس سمندر کی طرف بھاگا۔ وہ پھر نہیں رکا، یہاں تک کہ...

"بس!" یوکیو نے ادھر ادھر دیکھا۔ یہاں اس کے دادا تھے! اور بہت سے دیہاتی!

"تم نے بہت محنت کی ہے،" اس کے دادا نے اس سے کہا۔ "اب آرام کرو!" وہ یوکیو کو ایک بڑی چٹان کے سائے میں لے گیئے۔



گاؤں والے سبھی برتن اور تولیئے لے کر آئے تھے ۔ انہوں نے اپنے برتن بھرے اور وہیل پر پانی انڈیل دیا ۔ انہوں نے تولیوں کو بھگو کر اس کی پیٹھ پر پھیلا دیا ۔ آخر کار وہیل پوری طرح گیلی ہو گئی ۔ لیکن گاؤں والے رکے نہیں ۔ وہ اس وقت تک کام کرتے رہے جب تک کہ جوار نہ آئے ۔

اب وہیل کی دم پر لہریں دھو رہی تھیں ۔ آہستہ آہستہ اس کا جسم ریت سے اوپر اٹھتا گیا ۔ آخر کار، ایک بہت بڑی لہر ٹکرا کر اندر آئی ۔ اس نے وہیل مچھلی کو چٹانوں کے اوپر اٹھایا اور سمندر میں لے گئی ۔

لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا ۔ انہوں نے وہیل کو تیرتے ہوئے دیکھا ۔ پھر وہ اپنی چیزیں اٹھا کر گھر کی طرف جانے لگے ، ہنستے اور باتیں کرتے لگے ۔ اور یوکیو؟ وہ اپنے دادا کی بانہوں میں گہری نیند سو رہا تھا ۔

ایک جاپانی کہانی "پانی کے ایک ہزار بالٹیاں" سے اخذ کردہ



© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

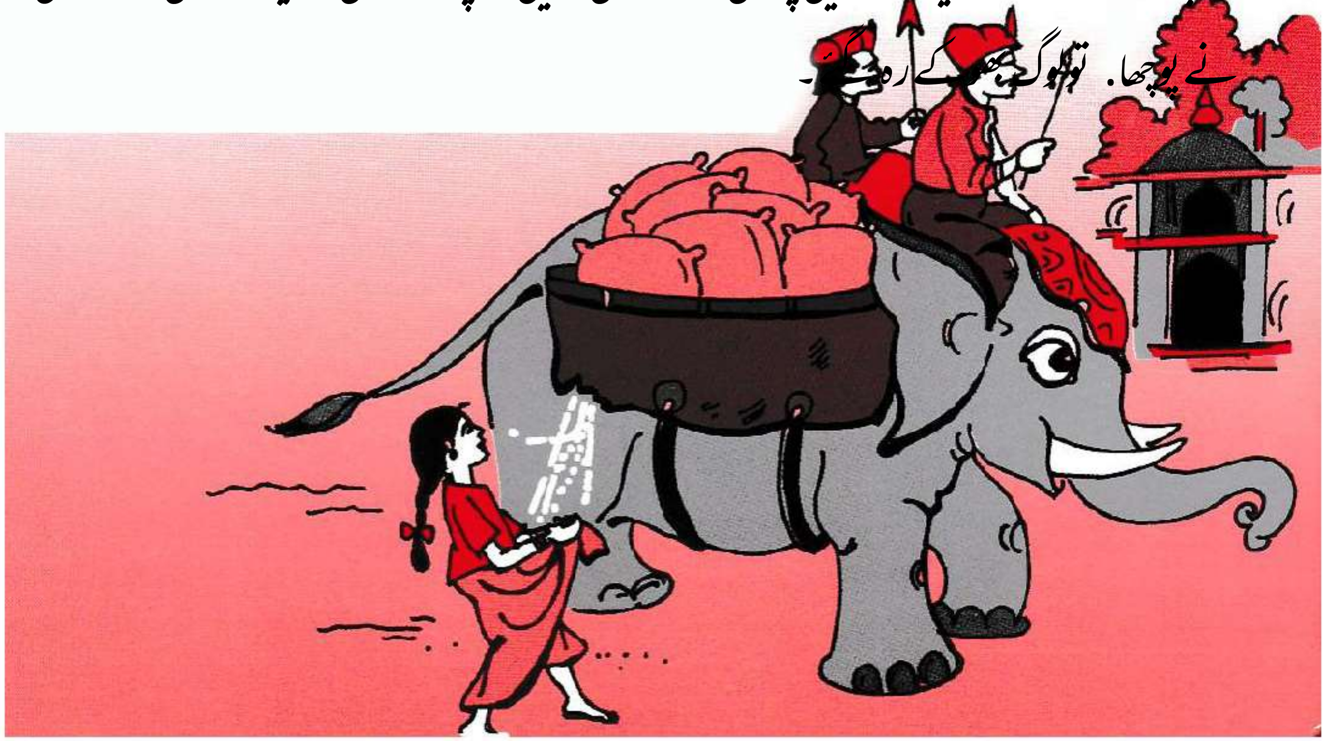
چاول کا ایک دانہ

ایک زمانے میں ایک خوش حال اور دولت مند سلطنت تھی۔ اس کی زمین زرخیز اور اپجاؤ تھی۔ اس کی جھیلیں اور ندیاں صاف پانی سے بھری ہوئی تھیں۔ ہر سال لوگ افراط مقدار میں چاول کے فصل کی کاشت کرتے تھے۔

اپنی مرضی کے مطابق کوئی بھی اضافی چاول بادشاہ کے گوداموں بیں رکھا جاتا تھا۔ خوشحالی کے طویل سالوں نے ذخیرہ شدہ چاول کی سطح کو پہلے سے کہیں زیادہ بڑھا دیا تھا۔ گودام کافی بھرے ہوئے تھے۔

لیکن ایک سال بارش اچھی نہیں ہوئی۔ زمین پر قحط پڑگیا۔ بادشاہ کے وزیر اس کے پاس آئے اور کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ گودام کھولیں اور ذخیرہ شدہ چاول لوگوں کو دے دیں۔

اوربادشاہ نے انکار کردیا! "اگرمیں چاول دے دوں تومیں اپنے مہمانوں کوکیسے کھلاؤں گا؟" اس نے پوچھا. تو لوگ بھوکے رہ گئے۔



ایک دن اہم مہمان بادشاہ سے ملنے آئے۔ دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ ہاتھی چاول کی ٹوکریاں محل میں لے گئے۔

رانی ہاتھیوں کے جلوس کو دیکھ رہی تھی۔ اچانک اس نے زمین پر چاول ایک قطار میں گرتے ہوئے دیکھی۔ ٹوکریوں میں سے ایک میں سوراخ تھا! رانی اپنے دامن میں گرتے ہوئے دانوں کو پکڑنے کے لیئے بھاگی۔ وہ ہاتھیوں کے ساتھ ساتھ چلتی رہی، گرتے ہی دانے پکڑتی رہی۔

جلوس محل تک پہنچا۔ وہاں گارڈز نے رانی سے پوچھ گچھ کی۔ "یہ سارے چاول کہاں سے لائی ہو؟ اس کا تم کیا کروگی؟" انہوں نے اس سے پوچھا

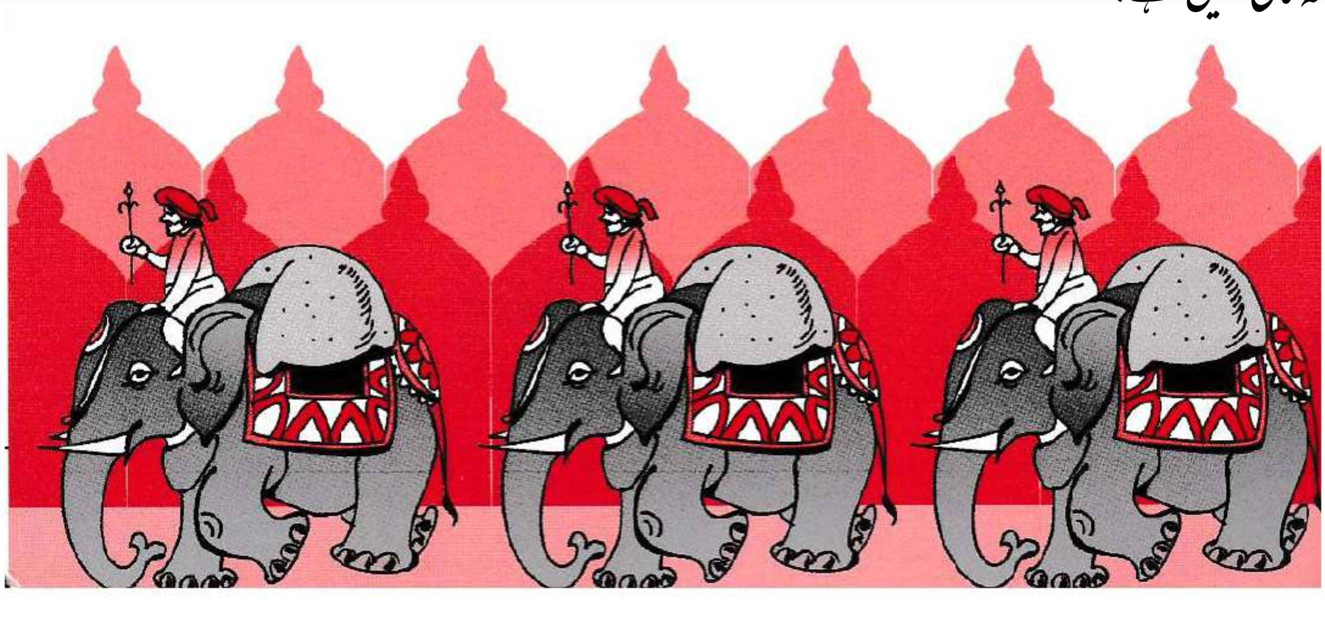
ایک ٹوکری میں سے چاول نکل کر گر رہے تھے،" اس نے انہیں بتایا۔ "میں اسے بادشاہ کو دینے جا رہی ہوں۔"

بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس نے کہا، "وہ چھوٹی بچی ایماندار ہے، اسے میرے پاس لے آؤ!" محافظوں نے ایسا ہی کیا۔

بادشاہ نے رانی سے کہا، "بچی، تم نے اچھا کام کیا ہے۔ میں تمہیں انعام دوں گا۔ تم جو مانگوگی وہ تمہارا ہے۔"

رانی نے کہا، "میں انعام لینے نہیں آئی، لیکن اگر آپ کو چاہیئے تو مجھے ایک دانہ چاول دے دیں۔ بس!

بادشاہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ "لیکن میں بادشاہ ہوں!" اس نے کہا. "میں تمہیں اچھا بدلہ دوں گا۔ چاول کا ایک دانہ کافی نہیں ہے!"



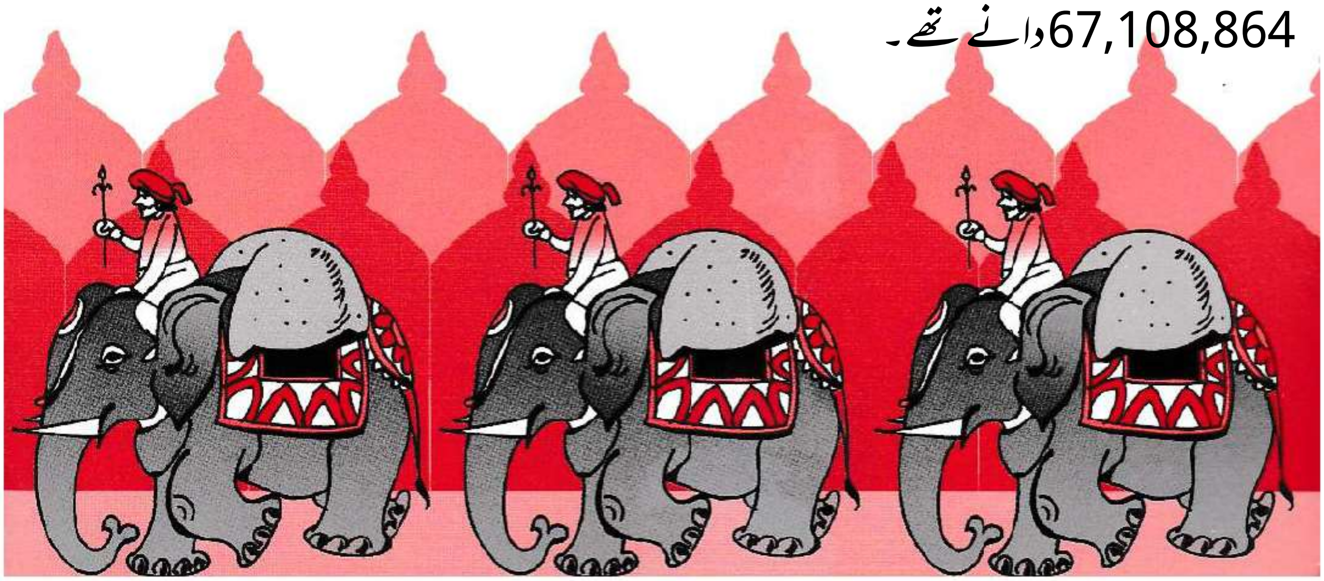
رانی نے کہا، "پھر کیا آپ مجھے تیس دن کے لیے چاول دینگے ؟ آج مجھے ایک دانہ چاول دیں۔ کل آپ مجھے دو دانے دے سکتے ہیں، اور اس کے بعد کے دن چار دانے۔ ہر روز آپ مجھے پچھلے دن کی گنتی سے دوگنا دے سکتے ہو۔"

" کیا تم یہی چاہتی ہو؟ کیا تمہیں یقین ہے ؟" بادشاہ نے پوچھا. رانی اٹل تھی۔ " میں یقیناً اتنا معمولی انعام برداشت کر سکتی ہوں، " بادشاہ نے سوچا۔ "میں آپ کی تعریف کرتا ہوں!" اس نے رانی سے کہا۔

اس دن رانی اپنے گھر چاول کا ایک دانہ لے گئ۔ اگلے دن اس کے گھر دو دانے لائے گئے۔ اس کے اگلے دن چار دانے لائے گئے۔ دسویں دن چاول کے 512 دانے لائے گئے۔ یہ تقریباً ایک مٹھی چاول تھا۔

سولہویں دن رانی کو چاول کی دو ٹوکریاں ملیں۔ ان میں 32,768 دانے تھے۔ اس دن، بادشاہ نے اپنے آپ کو سوچا، "مجھے اتنا دینے کی امید نہیں تھی!" چوبیسویں دن، رانی کو چاول کی آٹھ ٹوکریاں ملی جن میں 8,388,608 دانے تھے۔

ستائیسویں دن اسے چونسٹھ ٹوکرے چاول ملے۔ ان کو بتیس ہاتھیوں کی پیٹھ پر لایا گیا تھا۔ ان میں 67,108,864 دانے تھے۔



اناج کی تعداد اتنی جلدی کیسے بڑھ سکتی ہے؟" بادشاہ کو فکر ہوئی۔ وہ اور کتنا دے سکتا تھا؟ لیکن وہ مان گیا تھا۔ کیا وہ ایک چھوٹی بچی سے کم غیرت دکھائے؟ تیسواں دن آگیا۔ دو سو چھپن ہاتھی 536,870,912 چاول کے دانے رانی کے گھر لے گئے۔



اب بادشاہ کے گودام خالی تھے! اس نے رانی کو محل میں بلایا اور اس سے پوچھا کہ تم اتنے چاولوں کا کیا کرو گی؟

رانی نے جواب دیا، "بھوکوں کو بھی دیا جائے گا، آپ کو بھی، میرے بادشاہ! لیکن اب سے آپ صرف اتنے ہی چاول رکھیں گے جتنے چاہیں۔ کیا آپ ایسا کرنے کا وعدہ کریں گے؟"

بادشاہ کا غرور خاک میں مل گیا! "ہاں۔ جیسا تم کہو گے ویسا ہی کروں گا۔" اس نے وعدہ کیا۔
رانی کو کل کتنے چاول ملے؟ 1,073,741,823 اناج

آپ خود یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ 30 دنوں کے ساتھ ایک مہینے کے لیئے کیلنڈر کا صفحہ لیں۔ مہینے کے پہلے دن کے لیئے باکس میں 1 دانہ لکھیں۔ پھر، دوسرے دن کے لیئے ڈبے میں 2 دانے ڈال دیں۔ اگلے ڈبے میں 4 دانے ڈالیں۔ رانی کو روزانہ ملنے والے اناج کی تعداد کا حساب لگائیں اور صفحہ بھریں۔
اگر آپ تمام خانوں میں نمبروں کو جوڑ دیں تو آپ کو رانی کو بادشاہ سے ملنے والے اناج کی کل تعداد ملے گی۔

ایک بھارت کی لوک کہانی

© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

جادوئی کنکر

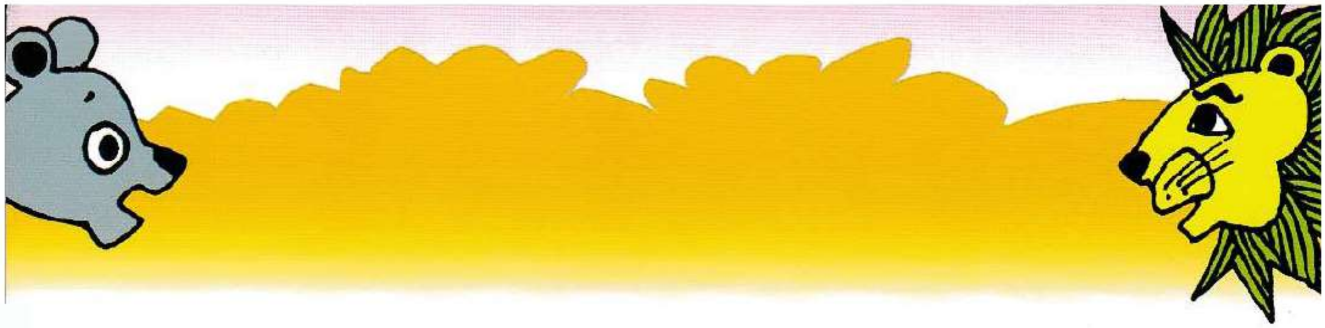


ایک بار ایک ریچھ کا بچہ اپنی ماں اور باپ کے ساتھ جنگل میں رہتا تھا۔ چھوٹے ریچھ کو کھیلنے کے لیے دریا میں جانا پسند تھا۔ راستے میں اسے بہت سی دلچسپ چیزیں نظر آئیں گی: بیج اور پنکھ اور چٹانیں اور خوبصورت کنکر۔

کنکریاں چھوٹے ریچھ کی پسندیدہ تھیں۔ گھر میں اس کا کافی ذخیرہ تھا!

ایک دن چھوٹے ریچھ کو ایک کنکر ملا جو سورج کی روشنی میں سرخ ہو رہا تھا۔ کیا اچھا انعام ہے! اس نے اسے اٹھایا اور چل دیا۔ اچانک بادلوں نے سورج کو ڈھانپ لیا۔ بارش کی بوندیں گریں۔ راستہ کیچڑ والا ہو گیا۔ "کاش بارش رک جائے!" چھوٹے ریچھ نے سوچا۔ اور فوراً! بارش رک گئی!

"اوہ! مجھے ایک جادوئی کنکر مل گیا ہے!" چھوٹے ریچھ کو احساس ہوا. "جب میں اسے اپنے پنجے میں رکھتا ہوں تو میری خواہشیں پوری ہوتی ہیں!" یہ بھاگ کر اپنے والدین کو جادو کا کنکر دکھانے کے لیے مڑا۔ لیکن وہاں گھر کی طرف ایک بہت بڑا شیر تھا! ریچھ کا بچہ خوف سے کانپنے لگا۔ پھر سوچا،

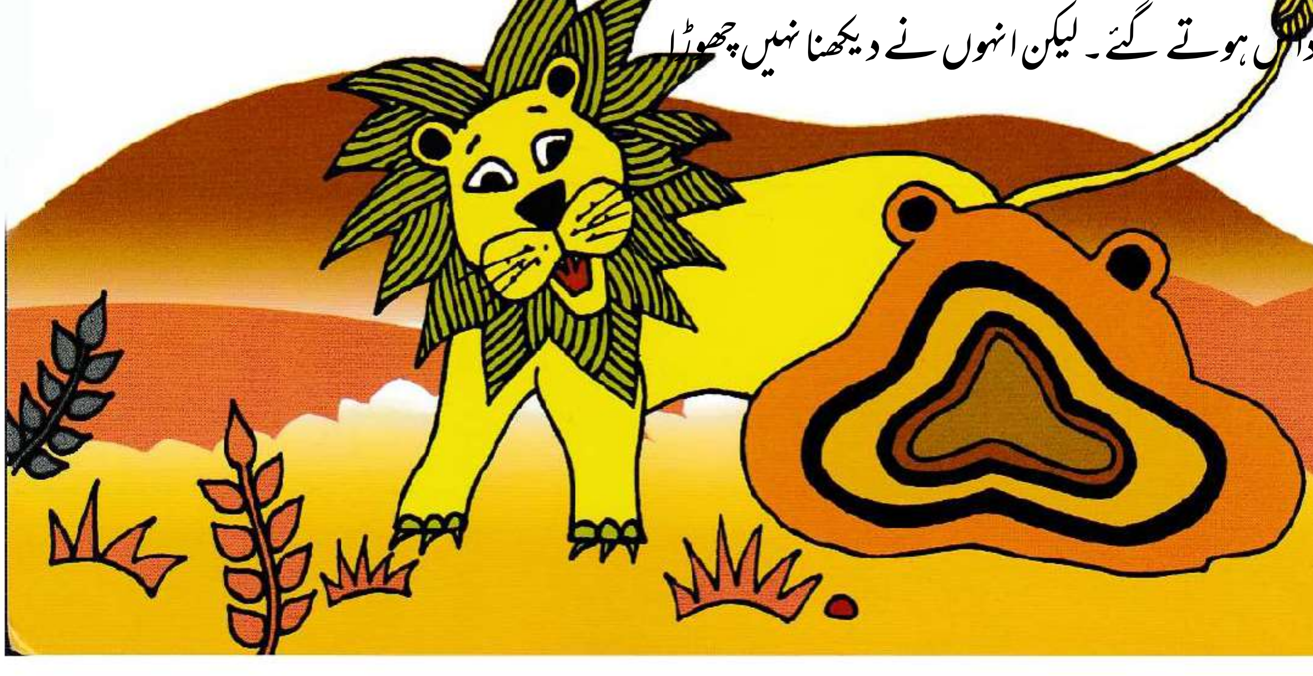


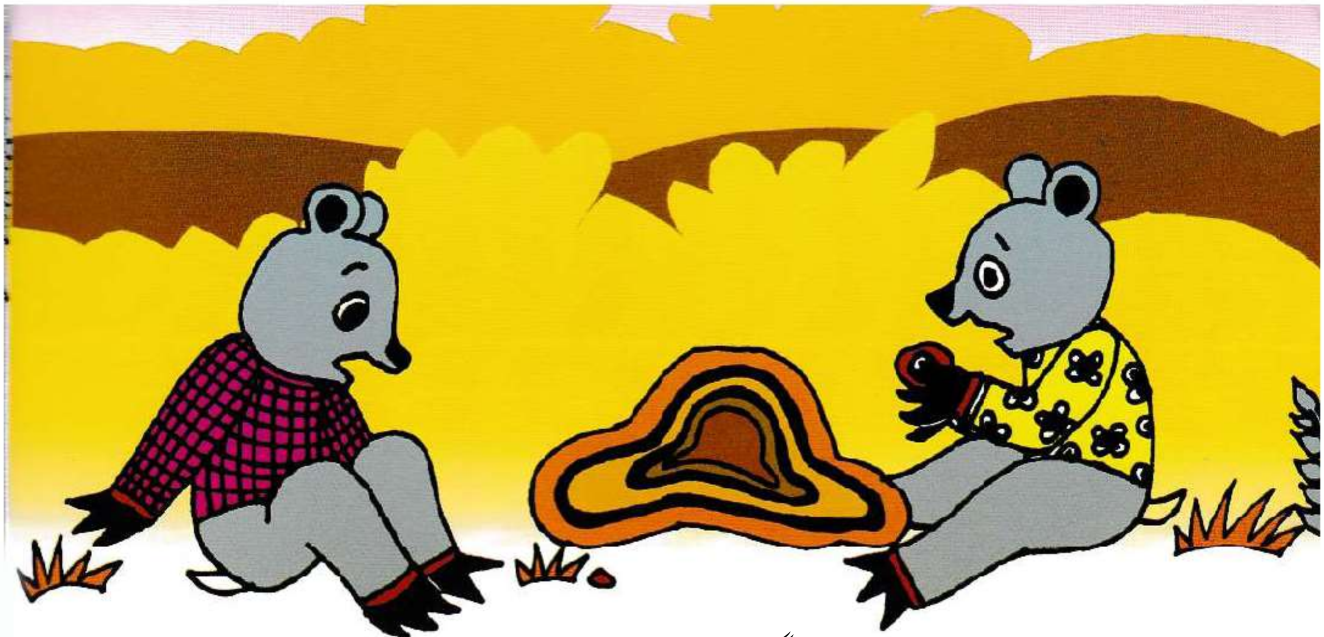
"میں کسی نئی چیز میں تبدیل ہو سکتا ہوں! ایسی چیز جسے شیر کھانا نہیں چاہے گا!" ہمم.. آہا! "کاش میں چٹان ہوتا!" اس نے کہا. اور فورا! یہ ایک چٹان میں بدل گیا۔ چھوٹا ریچھ محفوظ تھا!

لیکن جادو کا کنکر راستے پر گر چکا تھا۔ "اوہ، نہیں!" چھوٹے ریچھ نے سوچا۔ "میں ایک چٹان کی شکل میں پھنس گیا ہوں! "

ادھر ننھے ریچھ کے والدین پریشان ہو رہے تھے۔ "تقریباً اندھیرا ہو چکا ہے! ہمارا بچہ واپس کیوں نہیں آیا؟" ماں ریچھ نے کہا. وہ دونوں جنگل میں چلتے ہوئے دوسرے جانوروں سے پوچھ رہے تھے، "کیا تم نے ریچھ کا بچہ دیکھا ہے؟" لیکن کسی کے پاس نہیں تھا۔

ہر روز والدین باہر جا کر تلاش کرتے۔ ہر روز وہ سب سے خبریں پوچھتے۔ بیچارے ریچھ! وہ غمگین اور اداس ہوتے گئے۔ لیکن انہوں نے دیکھنا نہیں چھوڑا!





ایک دوپہر، وہ ایک بڑی چٹان پر بیٹھ گئے جو دریا کے راستے پر پڑی تھی۔ "بس ایک مختصر آرام،" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا، "اور ہم آگے چلتے ہیں۔" وہ کیسے جان سکتے تھے کہ یہ چٹان واقعی ان کا اپنا پیارا بچہ ریچھ تھا!

ریچھ کا بچہ اپنے والدین کو دیکھ کر بہت خوش تھا! لیکن یہ انہیں ایسا نہیں بتا سکا۔ یہ حرکت یا آواز نہیں نکال سکتا تھا۔

پھر ننھے ریچھ کی ماں نے راستے سے کنکریاں اکٹھی کرنا شروع کر دیں۔ "کاش ہمارا بچہ ان کنکریوں کو دیکھ سکتا،" اس نے کہا۔ "انہیں اس کے ذخیرہ میں شامل کرنا پسند کریں گے! "

پھر چھوٹے ریچھ کا باپ اس کے ساتھ شامل ہوگیا۔ یادوں سے بھرے دل کے ساتھ، انہوں نے ایک درجن خوبصورت کنکریاں اکٹھی کیں اور پتھر پر ڈھیر لگا دیا۔ بلاشبہ، کنکروں میں سے ایک بچہ ریچھ کا جادوئی کنکر تھا!

چھوٹے ریچھ کی ماں نے تمام کنکریوں کو ایک دائرے میں ترتیب دیا، جیسا کہ اس کا بچہ کرتا تھا۔ سورج پتھر پر گرا اسے گرم کر رہا ہے اور کنکروں کو چمکا رہا ہے۔

فورا! جہاں چٹان تھی اب وہیں کھڑا تھا اس کا پیارا بچہ! یہ سب کچھ جب ریچھ کا بچہ سوچ رہا تھا، "ماں، باپ، یہ میں ہوں! اے کاش میں ریچھ ہوتا!" جیسے ہی اس کی ماں نے پتھر پر کنکر ڈالا، جادو کام کر گیا!

اب چاروں طرف خوشی کا سماں تھا۔ بچے کے والدین نے اسے اٹھایا اور مضبوطی سے گلے لگا لیا۔ انہوں نے اسے ہوا میں اچھالا۔ وہ تینوں گھر جانے سے پہلے کافی دیر تک ساتھ کھیلے۔

سلویسٹر اینڈ دی میجک پیبل پر مبنی، بذریعہ ولیم سٹیگ



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ماہی گیر اور دیو

سمندر کے کنارے ایک گاؤں میں ایک غریب مچھیرا رہتا تھا۔ ہر روز فجر کے وقت وہ پانی پر چپو چلاتے ہوئیے بہت دور نکل جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ جسم اور روح کو ایک ساتھ رکھنے کے لیئے ضرورت کے مطابق مچھلیاں پکڑتا تھا۔

اب اس ماہی گیر نے اپنی جوانی میں یہ قسم کھائی تھی کہ وہ دن میں ٹھیک تین بار اپنا جال پھینکے گا۔ اس کے بعد کے تمام سالوں میں اس نے اس عہد کو کبھی نہیں توڑا تھا۔

آج اس کی پہلی کاسٹ کچھ بھاری لے کر آئی۔ بڑی کوشش سے اس نے کشتی میں ڈالا۔ اوہ، نہیں! یہ ایک تازہ مارے گئے جانور کا جسم تھا۔

سسکتے ہوئے اس نے جال کھولا اور مرے ہوئے جانور کو پانی میں گرنے دیا۔ اپنی دوسری کاسٹ بناتے ہوئے، اس نے ایک بار پھر بھاری جال کو کشتی میں کھینچنے کے لیے جدوجہد کی۔ اس بار اس میں مٹی کا ایک بہت بڑا برتن پھنسا ہوا تھا۔

کیا برتن میں سونا ہوگا؟ یا چاندی کے سکے؟ افسوس، نہیں! یہ پتھر، مٹی اور شیشے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بھرا ہوا تھا۔





اوہ، خدا!" ماہی گیر نے کہا۔ "آج مجھے کم از کم ایک مچھلی پکڑنے دو!" اور اس نے تیسری بار اپنا جال پھینکا۔

یہ کچھ آخری سے بھی زیادہ بھاری تھا۔ سرپرائز! اس میں صرف ایک چھوٹا پیتل کا برتن تھا۔ لیکن ماہی گیر خوش تھا۔ "یہ خوبصورت جار آج کے کھانے کی ادائیگی کرے گا!" اس نے سوچا۔ وہ تیزی سے ساحل کی طرف لپکا۔ وہ کشتی سے باہر نکلا۔ پھر اس نے برتن کھولا اور اندر جھانکا۔

اچانک کالے دھوئیں کا ایک بادل برتن کے منہ سے اٹھنے لگا۔ ماہی گیر پیچھے ہٹ گیا کیونکہ دھواں آہستہ آہستہ آسمان میں اٹھ رہا تھا۔ اس نے دہشت کے عالم میں دیکھا جب یہ ایک دیو شیطانی شکل میں کھڑا ہوا تھا۔ سر بادلوں میں تھا! آنکھیں ہیروں کی طرح چمک رہی تھیں! منہ ایک بہت بڑا غار تھا!

مچھیرے کے بازو اور ٹانگیں کانپ اٹھیں۔ بیچارہ! وہ مجسمے کی طرح کھڑا دیکھتا رہا۔

دیو بولا۔ "میں تمہیں مارنے جا رہا ہوں!" اس نے کہا۔

"مجھے؟" مچھیرے نے پکارا۔ "لیکن میں نے تمہیں برہن سے بچایا۔ تم مجھے کیوں مارنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہیں بتاؤں گا، لیکن پھر میں تمہیں مار ڈالوں گا!" اس نے جواب دیا. جار میں اپنے پہلے سو سالوں کے دوران، یہ آگے بڑھا، "میں نے عہد کیا تھا کہ جس نے اسے کھولا ہے میں اسے بڑی دولت سے انعام دوں گا۔ لیکن کوئی نہیں آیا!



"اگلے سو سالوں کے دوران، میں نے عہد کیا کہ میں اسے تحائف سے نوازوں گا۔" پھر بھی، کوئی نہیں آیا۔

"پھر میں نے اپنا آخری عہد کیا: جس نے مجھے رہا کیا، میں اسے موت دوں گا، اور موت تنہا!"

"کیا یہ انصاف ہے؟" ماہی گیر نے پوچھا کہ نیکی کا بدلہ سزا کے ساتھ دینا ہے؟ اس نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس کی ٹانگیں اس کی بات نہ مانیں۔ وہ خوف سے مفلوج ہو گیا تھا!

دیو مچھیرے پر چڑھ گیا۔ یہ دھوئیں کی طرح آسانی سے حرکت کرتا ہے، جس میں قدموں کے نشان یا کوئی نشان باقی نہیں رہتا! سیکنڈوں میں یہ اپنے شکار تک پہنچ جاتا۔

ماہی گیر نے بے چینی سے سوچا۔ پھر، آخری لمحے میں، اس نے دیو کی سیدھی آنکھ میں دیکھا اور کہا، "اے غالب! آپ عظیم ہیں! آپ کا سائز ناقابل یقین ہے: آپ کا سر آسمان میں بڑھتا ہے- آپ کے پیر کا سب سے چھوٹا ناخن اس برتن سے بڑا ہے!"



دیو فخر سے پھول گیا۔

"لیکن ایک سوال مجھے پریشان کر رہا ہے،" ماہی گیر نے بات جاری رکھی۔ "تم اپنے پورے جسم کو جار میں کیسے فٹ کر سکتے ہو، اتنی دیر تک وہاں رہنے کے علاوہ؟"

ایک دم دیو نے کہا، "میں تمہیں دکھاؤں گا۔" یہ چھوٹا اور چھوٹا ہوتا گیا۔ جب یہ کافی چھوٹا تھا، تو یہ برتن میں داخل ہوا. مچھیرے نے ڈھکن پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا۔

"مدد! مدد!" دیو نے پکارا۔ "مجھے باہر جانے دو! میں تمہیں ایک امیر آدمی بنا دوں گا! "

لیکن، "ایک ہزار سال مزید وہاں رہو!" ماہی گیر نے کہا، اور اس نے برتن کو واپس سمندر میں پھینک دیا۔ اپنی بھوک کو بھول کر وہ جلدی سے گھر کی طرف چل دیا۔ وہ زندہ رہنے کا شکر گزار تھا!

1001 عربین نائٹس کی ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

علم ہی دولت ہے۔

ایک دفعہ تین بھائی تھے جنھوں نے اسکول میں اچھی تعلیم حاصل کی اور بڑے ہو کر بہت ذہین ہو گئے۔ لیکن اسکول کی تعلیم کے اختتام پر، وہ سب ابھی تک علم کے پیاسے تھے۔

انہوں نے اپنے والد سے کہا، "ہم ستاروں اور سیاروں کے بارے میں جانتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ پودے اور جانور کیسے بڑھتے ہیں۔ ہم نے قدیم کہانیاں پڑھی ہیں۔ اب ہم مزید جاننا چاہتے ہیں۔"

"میرے بیٹے،" ان کے باپ نے جواب دیا، "تم نے کتابوں سے وہ سب کچھ سیکھا ہے جو تم کر سکتے ہو۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم دنیا کو دیکھو!"

چنانچہ بھائیوں نے اپنا سامان باندھ لیا۔ جب وہ جانے کے لیے تیار ہوئے تو ان کے والد نے روتے ہوئے انہیں گلے لگایا۔



اس نے انہیں سفر کے لئے کچھ پیسے دیئے۔ اس نے ان سے کہا کہ ہر چیز کا قریب سے مشاہدہ کریں اور جو کچھ انہوں نے دیکھا اسے یاد رکھیں۔ پھر انہیں اپنے دعاؤں سے رخصت کیا۔

تینوں بھائیوں نے دور دور کا سفر کیا۔ انہوں نے بہت سی چیزیں سیکھیں۔ اور ان کے پاس بہت سی مہم جوئی تھی!

ایک خشک اور خاک آلود سڑک پر ان کی ملاقات ایک سپاہی سے ہوئی۔۔۔

پہلا بھائی: صبح بخیر جناب! کیا آپ اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں؟

دوسرا بھائی: کیا یہ بائیں آنکھ میں اندھا ہے؟

تیسرا بھائی: کیا اس پر کوئی عورت سوار ہے؟

سپاہی: رکو! تم نے میرا اونٹ کہاں دیکھا؟

پہلا بھائی: جناب، ہم نے اسے کبھی نہیں دیکھا!

سپاہی: پھر تمہیں اس کے بارے میں اتنا کچھ کیسے معلوم ہوا؟ جھوٹے! چور! میں تمہیں بادشاہ کے پاس لے جا رہا ہوں!

سپاہی انہیں بادشاہ کے دربار عدل میں لے گیا۔ اس نے بادشاہ کو بتایا کہ وہ اس کے اونٹ کے بارے میں کتنا جانتے ہیں۔

بادشاہ: نوجوانو! آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ نے ہمارے سپاہی کے اونٹ کو کبھی نہیں دیکھا۔

پھر بھی آپ اس کے بارے میں سب جانتے ہیں۔ وضاحت کریں!

۳ بھائی: جناب! ہم چور نہیں ہیں! ہم نے استدلال کی مہارت اور علم کے ذریعے اونٹ کے بارے میں سیکھا۔

بادشاہ کے درباری سب ہنسنے لگے۔

اس نے اپنے نوکروں سے کچھ سرگوشی کی، جوہال سے باہر گئے اورایک بڑاساڈبہ لے کرواپس آئے۔ یہ بات انہوں نے بادشاہ کے سامنے رکھی۔

بادشاہ : اب ہمیں اپنا ہنر دکھائیں۔ باکس کے اندر کیا ہے ؟

پہلا بھائی : یہ ہلکی پھلکی چیز ہے۔

دوسرا بھائی : یہ گول ہے۔

تیسرا بھائی : یہ انار ہے !

بادشاہ نے ڈبہ کھولا۔

بادشاہ : عجب بات ہے ! آپ نے یہ کیسے دریافت کیا؟



پہلا بھائی : آپ کے آدمی آسانی سے ڈبے کو لے گئے، حالانکہ یہ بڑا ہے۔ تو، میں جانتا تھا کہ اس میں ہلکی پھلکی چیز ہونی چاہیے۔

دوسرا بھائی : میں نے باکس میں کچھ گھومتے ہوئے سنا۔ میں جانتا تھا کہ یہ گول ہونا چاہیے۔

تیسرا بھائی : اس حال کے بالکل باہر انار کا باغ ہے۔ آپکے نوکر گئے اور جلدی سے واپس آئے۔ تو، میں نے اندازہ لگایا کہ اس ڈبے میں ایک انار ہے۔

بادشاہ : اچھا ہوا! اب اونٹ کے بارے میں بتاؤ۔

پہلا بھائی : میں نے راستے میں اونٹ کے نشان دیکھے۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ ایک اونٹ اس راستے سے گزرا ہے۔

دوسرا بھائی : راستے کے دائیں جانب اگنے والی گھاس اور جھاڑیاں حال ہی میں کھائی گئی تھیں۔ لیکن بائیں طرف والوں نے کوئی تازہ نشان نہیں دکھایا۔ تو میں نے اندازہ لگایا کہ اونٹ بائیں آنکھ میں اندھا تھا۔

تیسرا بھائی : میں نے دیکھا کہ اونٹ راستے کے ساتھ گھٹنے ٹیک رہا ہے۔ قریب ہی میں نے ایک عورت کے سینڈل کے پرنٹس دیکھے۔ تو میں نے اندازہ لگایا کہ اس پر کوئی عورت سوار تھی۔

تمام درباریوں نے تالیاں بجائیں۔

بادشاہ : جوانوں، آپ کا علم اور ہنر اس سے بڑھ کر ہے جو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ براہ کرم یہاں رہیں اور میرے مشیر بنیں!

ایک ایشیائی لوک کہانی

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi **Urdu** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi **Artist** Uma Krishnaswamy

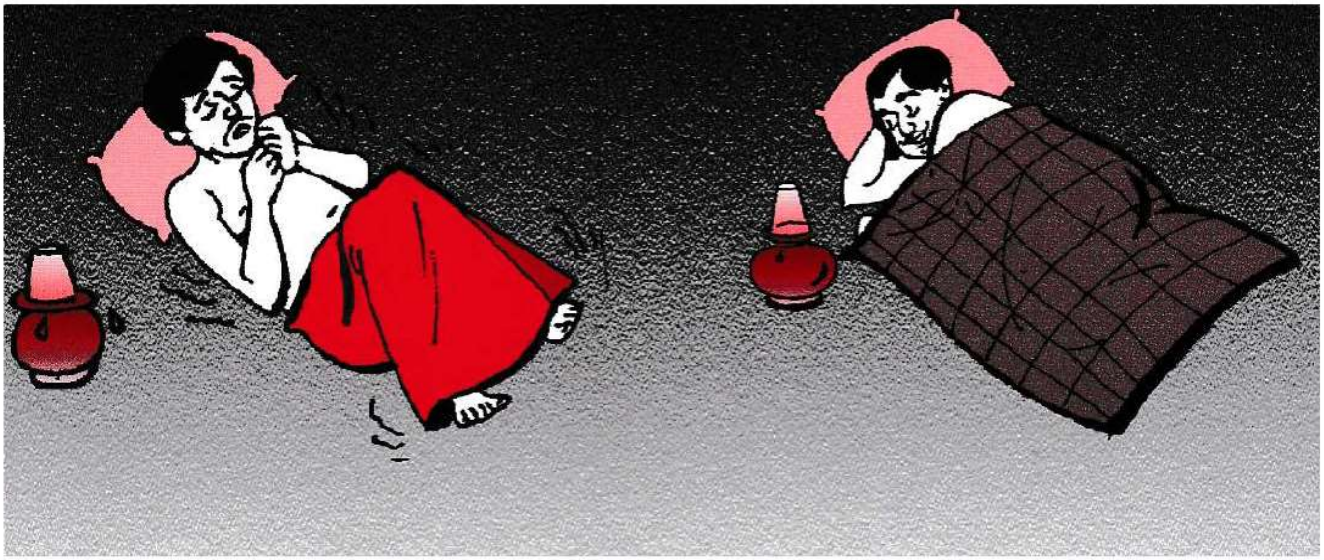
یکساں حصے داری

ایک دفعہ راموا اور سومو نام کے دو بھائی تھے۔ وہ ایک دن تک ہمسایوں کے طور پر امن سے رہتے تھے۔

سومو نے رامو سے کہا، "آؤ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ برابر تقسیم کر دیں۔ گائے، آم کا درخت، کمبل، وہ سب۔ کیا ہم کریں؟" اور رامو مان گیا۔

"اچھا!" سومو نے کہا۔ "آپ گائے کا اگلا سرا لیں اور میں پچھلا حصہ لے لوں گا۔ آپ آم کے درخت کا نیچے والا حصہ لیں اور میں اوپر لے لوں گا۔ کمبل کا تعلق ہے تو آپ اسے دن میں لے سکتے ہیں اور میں رات کو لے لوں گا۔ اتفاق کیا؟" اس نے اپنے بھائی سے پوچھا۔ اور رامو نے معصومیت سے کہا چلو ایسا کرتے ہیں۔





اس کے بعد سے رامو نے گائے کو کھلایا، لیکن سومو نے اسے دودھا اور دودھ بیچ دیا۔ رامو نے آم کے درخت کو پانی پلایا، لیکن سومو نے پھل چن لیا۔

رامو کو دن میں کمبل کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ رات کو وہ کانپتا ہوا جاگتا رہا۔ قریب ہی، سوموا اپنے آپ کو لپیٹ کر سو گیا، بالکل آرام دہ اور گرم تھا۔

ایک بوڑھے نے دیکھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے رامو کو بلایا اور اس کے کان میں کچھ سرگوشی کی۔ اوہ، وہ تاثرات جو رامو کے چہرے کو پار کر گئے! آخر وہ زور سے ہنسا اور گھر کی طرف بھاگا۔

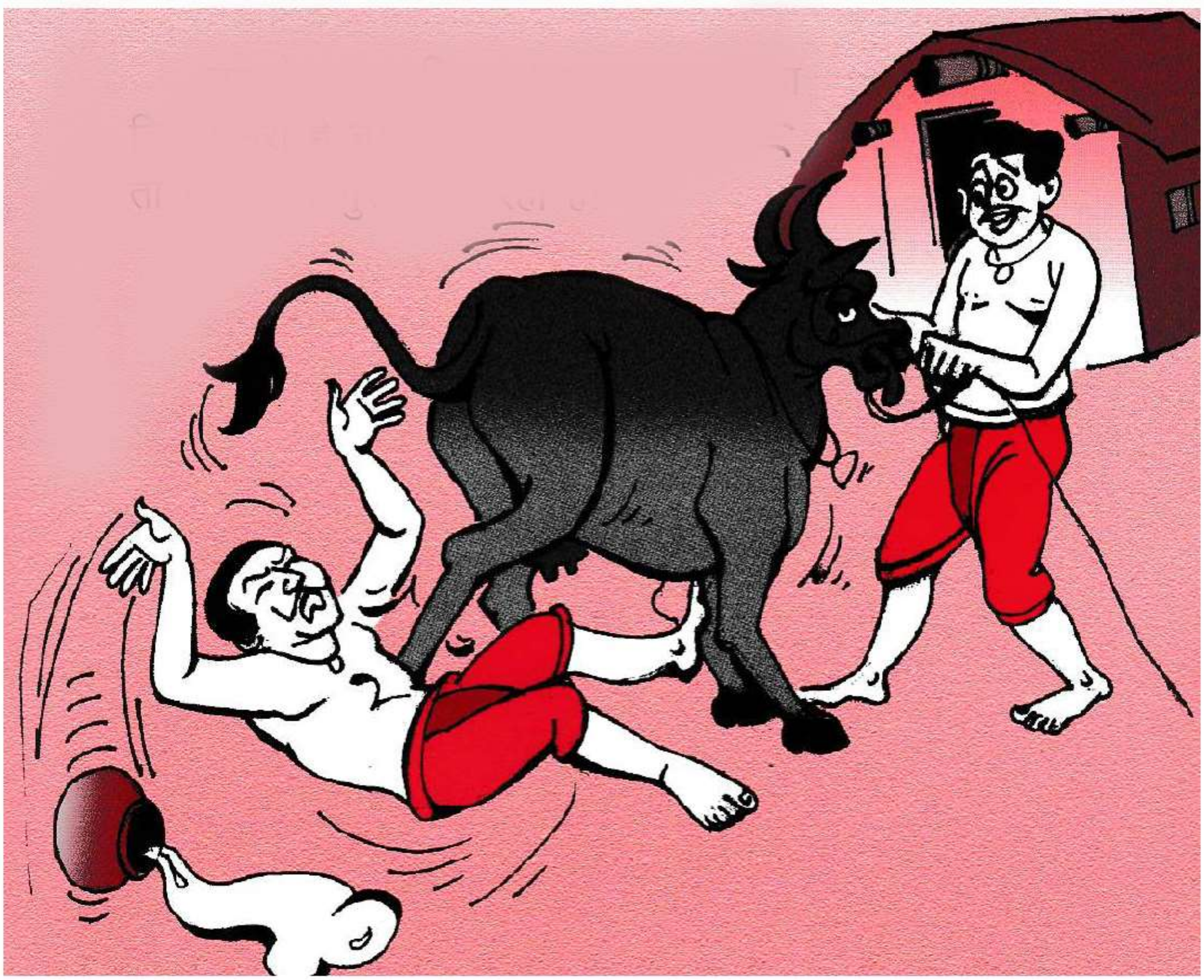
اگلے دن رامو نے کمبل پر پانی ڈالا۔ اس رات کمبل ابھی تک گیلا تھا۔ سوموا سے بالکل استعمال نہیں کر سکتا تھا! وہ کانپتا ہوا جاگ گیا۔ صبح ہوئی تو اس نے رامو سے پوچھا تم نے کمبل پر پانی کیوں ڈالا؟

"کمبل دن کے وقت میرا ہوتا ہے،" راموں نے کہا۔ "میں اس کے ساتھ جو چاہوں کر سکتا ہوں! "

جب سومو نے گائے کو دودھنا شروع کیا تو رامو نے اس کی رسی کو جھٹک دیا۔ گائے نے غصے میں آکر سومو کو لات مار دی۔ دودھ ہر طرف بکھر گیا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟!" سومو چلایا۔ "پاگل ہو گئے ہو کیا؟"

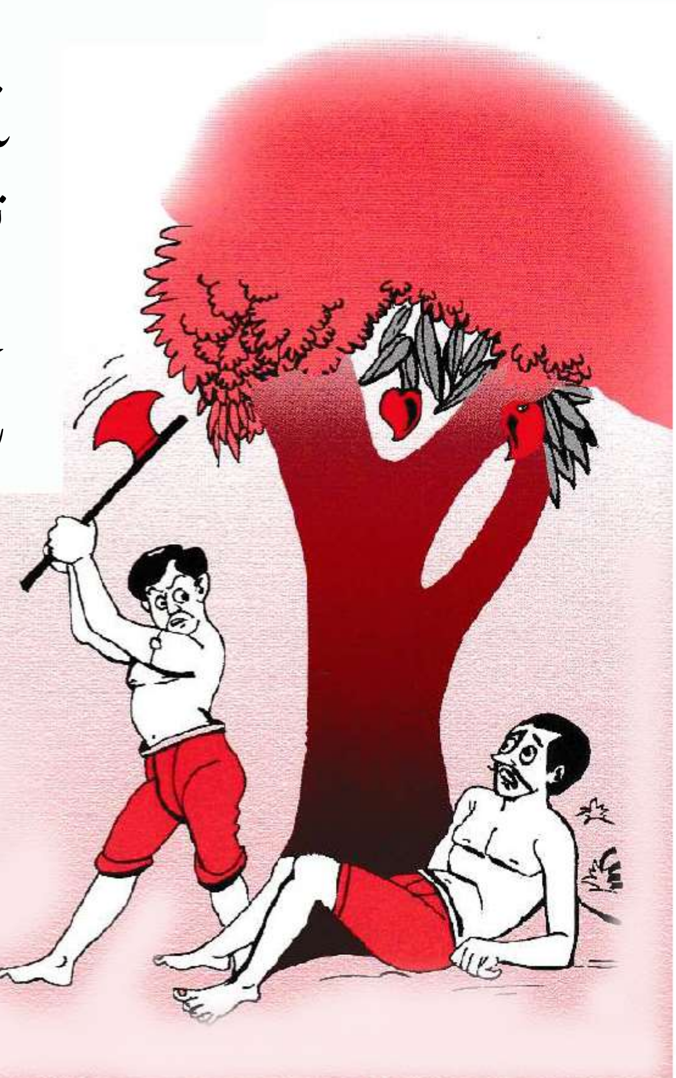
"گائے کا اگلا حصہ میرا ہے،" راموں نے جواب دیا۔ "اگر میں رسی کھینچنا چاہتا ہوں تو اس میں تمہیں کیا اعتراز ہے؟"



سوموآم کے درخت کے سائے میں لیٹ گیا۔ غصے سے تھک کروہ سوگیا۔ سب ایک ساتھ، "ٹوک، ٹوک!" کلھاڑی کی آوازآئی. سومونے چونک کرآنکھیں کھولیں۔ رامودرخت کے دوسری طرف کھڑاتھا۔ وہ اسے کاٹنا شروع کررہاتھا! "کیاکررہے ہو؟" سومونے پکارا۔

"درخت کی بنیاد درخت کا میرا اپنا حصہ ہے،" رامونے کہا۔ "اور میں اسے کاٹ رہاہوں!"

سوموسمجھ گیاکہ اب وہ اپنے بھائی کوبےوقوف نہیں بناسکتا۔ اس دن سے دونوں نے گائے کادودھ اور آم بانٹ لیئے۔ انہوں نے انہیں بیچ دیااوررقم برابر تقسیم کردی۔ جہاں تک کمبل کاتعلق ہے، انہوں نے باری باری لی: سومونے اسے ایک رات اور رامونے اگلی رات استعمال کیا۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

گلہری کی دھاریاں

راکشس کا بھگوان راون ایک طاقتور بادشاہ تھا۔ ایک دن اس نے رام کی بیوی سیتا کو اغوا کرلیا اور اسے اپنے اڑتے ہوئے رتھ میں اپنی ریاست لنکا پہنچا دیا۔

سیتا کو بچانے کے لیے رام کو سمندر پار کرنا پڑے گا! وہ بندروں کی اپنی زبردست فوج کے ساتھ سمندر کے کنارے کھڑے تھے۔ ناقابل تسخیر پانی کے اس پار دیکھتے ہوئے، انھوں نے سمندر کے بادشاہ سے مدد مانگنے کا فیصلہ کیا۔

"ہمارے لیئے سمندر کے ذریعے ایک راستہ کھولو!" رام نے عرض کیا۔ لیکن بادشاہ نے ان کی دعا کو نظر انداز کیا۔ غصے میں، رام نے پانی میں جادوئی تیر مارے۔ تمام مچھلیاں اور دیگر سمندری مخلوق پریشان ہو گیئ۔

تب سمندر کا بادشاہ لہروں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے رام سے کہا، "فطرت میں ہر چیز کی اپنی لازوال شکل اور قوانین ہیں۔ میں اپنی ناپائیدہ گہرائیوں کو کیسے کم کر سکتا ہوں یا اپنی لہروں کی ابدی حرکت کو کیسے روک سکتا ہوں؟ اس کے بجائے، میں آپ کی فوج کو اپنی سلطنت میں ایک پل بنانے کی اجازت دوں گا۔"



چنانچہ رام نے اپنے سپاہیوں کو پل بنانے کا حکم دیا۔ اُنھوں نے جا کر ہزاروں بڑی چٹانیں اور پتھریں اکٹھی کیں۔ انھوں نے پل کو اچھے وقت میں مکمل کرنے کے لیئے آرام کیلیۓ بغیر کام کیا۔

اس سب کے درمیان ایک گلہری پل کے مقام پر آ گئی۔ اس کے منہ میں بہت سے کنکر تھے۔ انھیں پتھر کے درمیان احتیاط سے رکھا. آگے پیچھے بھاگتے ہوئے، اس نے جتنے کنکر ہو سکتے تھے اکٹھے کیئے اور انہیں پتھروں کے درمیان ٹکا دیا۔



جب رام نے اس مسلسل سرگرمی کو دیکھا تو انھوں نے حیرت سے پوچھا، "وہ چھوٹی گلہری کیا کر رہی ہے؟"

لیکن جب بندروں نے گلہری کو دیکھا تو وہ اس پر چیخنے لگے۔ "ارے، ننھی! تم بہت چھوٹی ہو اور ہمارے ساتھ کام کرنے کے لیئے بہت کمزور ہو۔ چلے جاؤ! "

گلہری سیدھی کھڑی ہو گئی۔



"میں پل کی تعمیر میں مدد کر رہی ہوں،" اس نے کہا۔

بندر اپنی بڑی آواز کے ساتھ دل سے ہنسے اور گلہری کا مذاق اڑایا۔ "کیا تم نے کبھی کوئی ایسی فضول بات سنی ہے؟" انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا۔

لیکن گلہری نے اپنا دفاع کیا۔ "چٹانیں میرے لیئے بہت بھاری ہیں۔ کنکریاں وہ سب ہیں جو میں اٹھا سکتی ہوں۔ اس لیئے میں لائی ہوں۔ کیونکہ میں بھی سیتا کو بچانے میں مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

بندروں نے گلہری کو راستے سے ہٹا دیا اور اپنا کام دوبارہ شروع کر دیا۔ لیکن گلہری کنکریاں جمع کرتی رہی اور پتھروں کے درمیان رکھ دیتی۔



یہ دیکھ کر ایک بندر نے غصے سے گلہری کو اٹھایا اور پھینک دیا۔ گلہری آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ "راما!" یہ روئی۔ جیسے ہی وہ زمین پر گری، رام نے اسے پکڑلیا۔ اس نے اسے اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس نے اسے غور سے دیکھا۔

پھر انھوں نے بندروں کو اپنے پاس بلایا۔ ''تم طاقتور ہو،'' انھوں نے کہا، "اور یہ گلہری کمزور ہے لیکن ہر کوئی اپنی مقامی طاقت اور مہارت کے مطابق کام کرتا ہے۔"

" جو کمزور ہوتے ہیں ان میں بڑی لگن ہوتی ہے۔ ہمیں بھی ان کی مدد کی ضرورت ہے۔ اور یاد رکھیں، پتھروں کے درمیان رکھے چھوٹے کنکر دراصل ایک پل کو مضبوط بناتے ہیں۔"

رام نے گلہری کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ انھوں نے پیار سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارا۔ انکی خدائی انگلیوں نے تین سیاہ نقوش چھوڑے۔ یہ وہی دھاریاں ہیں جو ہم آج تک گلہریوں کی پیٹھ پر دیکھتے ہیں، یا ایسا ہی کہا جاتا ہے۔



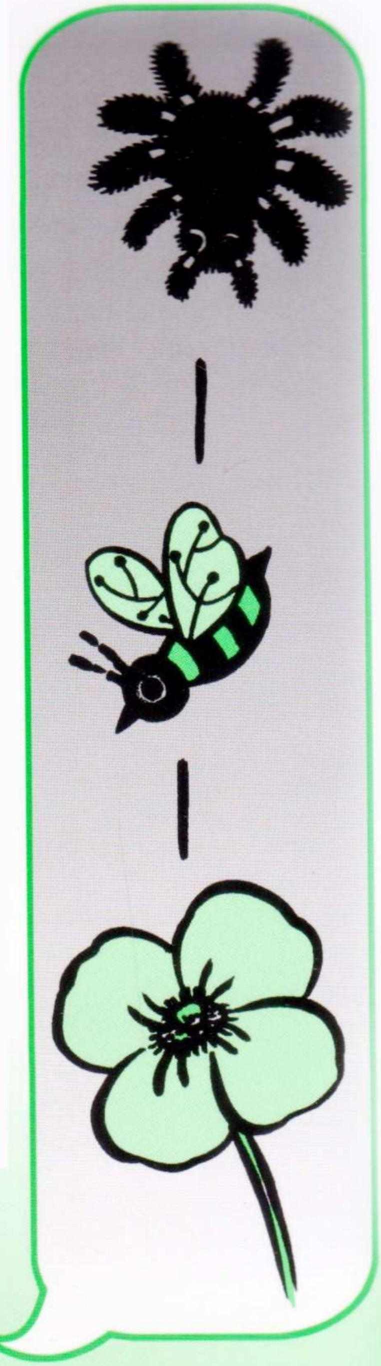
© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi **Urdu** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi **Artist** Uma Krishnaswamy

زندگی کا جال



ایک دفعہ ایک چھوٹی کالی بلی جنگل میں رہتی تھی۔ بیچاری! یہ ہر وقت خوفزدہ رہتی تھی۔ ہر طرف اس نے مڑکر دیکھا جانور دوسرے جانوروں کو کھاتے ہوئے! چنانچہ، اس نے اپنے دن زمین دوز ہوکر گزارے۔

ایک دوپہر کو ایک نیولا آیا۔ اس نے اپنی گہری آنکھوں سے کالی بلی کو دیکھا۔ اس نے قریب سے دیکھا۔ بلی خوفزدہ ہوگئی۔

بلی : کیا تم مجھے کھانے جا رہے ہو؟

نیولا : بالکل نہیں! میں تمہاری دم کو دیکھ رہا تھا۔

اس میں سانپ کی طرح دھاریاں ہیں۔ اس لیئے میں گھور رہا تھا۔

بلی : میں سانپ نہیں ہوں! میں ایک بلی ہوں! تو... تم مجھے مارنے نہیں جا رہے ہو؟

نیولا : تم میرے دوست ہو! میں کسی دوست کو کبھی نہیں ماروں گا!





بلی : واقعی؟ میں ہر روز جانوروں کو دوسرے جانوروں کو کھاتے ہوئے دیکھتی ہوں۔ مکڑیاں کیڑے مکوڑے کھاتی ہیں۔ چھوٹے پرندے مکڑیاں کھاتے ہیں۔ عقاب چھوٹے پرندے کھاتے ہیں۔... قتل کی کوئی انتہا نہیں ہے!

نیولا : سنو۔ جانورا پنے دوستوں کو نہیں کھاتے۔ وہ صرف اپنا شکار کھاتے ہیں۔ یہی فطرت کا قانون ہے۔

بلی : فطرت؟ میں فطرت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی!

نیولا : کیا؟ لیکن تم چوہے کھاتی ہو۔ کیا چوہا تمہارا دوست ہے؟



بلی : نہیں، یہ میرا دشمن ہے!

نیولا : یہ آپ کا دشمن کیسے بن گیا؟ اس نے آپ کو کیا کیا؟

بلی : اس نے میرے ساتھ کبھی کچھ نہیں کیا۔ میں ساری زندگی چوہے کھاتی رہی ہوں۔ میں نے اس کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔

نیولا : یہ فطرت ہے۔ چوہا آپ کا قدرتی شکار ہے۔

بلی : اوہ! پھر، کیا آپ کے پاس بھی قدرتی شکار ہے؟

مونگ : ہاں : سانپ! میں سانپ کھا کر بڑا ہوا۔ میں اس کے بارے میں نہیں سوچتا۔ میں اسے قدرتی طور پر کرتا ہوں۔

بلی : کیا سانپ تمہارا دشمن ہے؟

اوہ، ہاں! سانپ مجھے مار سکتا ہے تو مار دے گا۔

اتنے میں ایک گیدڑ آیا۔ بلی اور نیولا ایک درخت پر چڑھ گئے۔

نیولا : گڈ مارننگ، سر جیکل! کیا آپ ہمیں کھانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

گیدڑ : ہر گز نہیں! میں کھانے کے لیے نہیں مارتا۔

بلی : پھر آپ تمام جانوروں سے مختلف ہیں!

گیدڑ : واقعی نہیں۔ میں صرف شیر کے شکار پر جانے کا انتظار کرتا ہوں۔ جب شیر کھا گیا تو میں اپنی باری لیتا ہوں۔ ہر جانور میرا دوست ہے جب تک کہ اسے شیر نہ پکڑ لے۔

بلی : کیا شیر ہمیں کھا جائے گا؟

گیدڑ : نہیں، مجھے ایسا نہیں لگتا۔ یہ بڑے جانوروں کو ترجیح دیتا ہے۔

نیولا :

اب ایک کنگ کوبرا سرکتا ہوا گیا۔ یہ چوہے کا پیچھا کر رہا تھا۔ نیولا نے چیختے ہوئے درخت سے چھلانگ لگا دی اور سانپ پر حملہ کر دیا۔ وہ لڑے۔ سانپ مردہ پڑا تھا۔ چوہا نیچے سے نکلا۔



چوہا : چچا نیولا! آپ نے مجھے بچایا ہے! شکریہ

نیولا : یہ کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی نیولا بھی ایسا ہی کرے گا۔

بلی : (درخت سے نیچے اترتے ہوئے) میں بہت پریشان ہوں۔ سانپ تمہارا دشمن ہے اس لیئے تم ایک دوسرے کو مارنے کی کوشش کرتے ہو۔ لیکن چوہا تمہارا دوست ہے۔ اور میں بھی تمہارا دوست ہوں۔ لیکن میں چوہے مارتی ہوں۔ یہ وہی ہے جو میں نہیں سمجھ سکتی۔

نیولا : فطرت ایسی ہے۔ دوستی ہے۔ دشمنی ہے۔

ہم سب زندگی کے عظیم جال میں ایک ساتھ بنے ہوئے تار ہیں!

بلی : تم بہت ہوشیار اور عقلمند ہو۔ آپ سب کچھ جانتے ہیں! آپ کتنے اچھے دوست ہیں!

چوہا : ہاں، تم اچھے دوست ہو!

نیولا : میں آپ دونوں کے ساتھ دوستی کر کے خوش ہوں۔ لیکن اب، دوست چوہا، اس سے پہلے کہ دوست بلی کو بھوک لگنے لگے، آپ کو چلنا چاہیے!

چوہا : شکریہ! الوداع!

ایڈرین فوسٹر پوٹر کی کہانی پر مبنی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy



بوجھ کا ہلکا ہونا

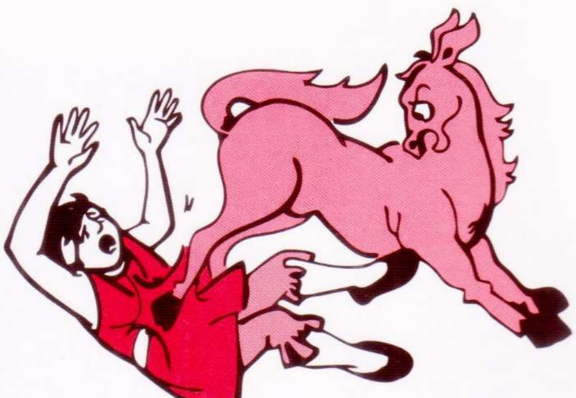
ہنس ایک دور دراز شہر میں کام کرنے گیا تھا، -اس نے سات سال سے مستقل طور پر کام کیا تھا۔ اس نے اپنے سپر وائزر سے پوچھا، "میں جا کر اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ اب بھی ہمارے آبائی گاؤں میں رہتی ہیں۔ براہِ کرم مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے میری اجرت دیں۔"

"سات سال تک تم نے ایمانداری سے کام کیا ہے اور بغیر کسی کمی کے" سپر وائزر نے جواب دیا۔ "یہ لو، اپنی اجرت لے لو۔" اور اس نے اسے سونے کا ایک بڑا بلاک دیا۔

ہنس نے سونا کپڑے میں لپیٹ لیا اور اپنے سر پر سونا لے کر گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے ایک آدمی کو ایک شاندار گھوڑے پر سوار دیکھا۔ "گھوڑے کی پیٹھ پر سفر ختم کرنا کتنا خوشگوار ہوگا!" ہنس نے اپنے آپ سے کہا۔ یہ سن کر گھوڑ سوار نے پوچھا کہ تم اتنا بوجھ لے کر کیوں چل رہے ہو؟

"میرے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ کسی طرح مجھے یہ سونا گھر واپس اپنی ماں کے پاس لے جانا ہے،" ہنس نے جواب دیا۔

"کیا ایسا ہے؟ مجھے سونا کیوں نہیں دیتے اور میرا گھوڑا اپنے سفر کے لیے لے جاتے ہیں؟" گھڑسوار نے پوچھا۔ "یہ آپ کو کسی بھی وقت گھر پہنچا دے گا!" ہنس نے خوشی خوشی اسے سونے کا بلاک دیا اور گھوڑا لے لیا۔ لیکن جب اس نے لگام کھینچی تو گھوڑا جھک گیا۔ ہنس کو کھائی میں پھینک دیا گیا!



سب کچھ ضائع نہیں ہوا تھا۔ قریب ہی کام کرنے والے ایک کسان نے ہنس کے گھوڑے کو پکڑ کر کھائی سے نکالنے میں مدد کی۔ ہنس نے شکریہ ادا کیا۔ پھر اس نے چیخ کر کہا، "اس گھوڑے نے کتنی آسانی سے مجھے کھائی میں پھینک دیا! میں پھر کبھی اس پر سوار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن اپنی گائے کو دیکھو، وہ کتنے سکون سے وہاں کھڑی ہے! میں اس جیسا جانور رکھنا پسند کروں گا! "

"اوہ!" کسان نے کہا. "اگر تمہیں گائے چاہیئے تو یہ لے لو، کیا تم مجھے اس کے بدلے میں اپنا گھوڑا دو گے؟" اس نے پوچھا. ہنس نے خوشی خوشی کسان کو اپنا گھوڑا دیا اور گائے لے لی۔ گائے کو اپنے آگے بڑھاتے ہوئے اس نے اپنا سفر دوبارہ شروع کیا۔

کیا گرم دن ہے! ہنس کو بہت پیاس لگ رہی تھی۔ ''اگر یہ گائے مجھے کچھ دودھ دے دیتی'' اس نے سوچا۔ اس نے چلنا چھوڑ دیا اور گائے کو دودھ دینے کے لیے گھٹنے ٹیکے۔ لیکن گائے نے چونک کر اسے لات ماردی! ہانس راستے میں گر گیا۔ اس کے لیے گائے کا دودھ نہیں!



جب اس نے آنکھیں کھولیں تو ہنس نے اپنی گائے کو چاروں طرف دیکھا۔ وہاں یہ تھا، سکون سے چر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو! پھر ایک آدمی اس کے پاس آیا۔ وہ ایک لمبی رسی سے بکری کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس آدمی نے ہنس کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے میں مدد کی۔



ہنس نے کہا، "وہ گائے دودھ نہیں دیتی۔ یہ صرف لات مارتی ہے! میں تمہاری بکری کو لینا پسند کروں گا۔ کیا ہم اسے گائے کے بدلے دو گے؟"

آدمی راضی ہو گیا۔ چنانچہ ہنس نے اسے گائے دی اور بکری لے لی۔ وہ بکری کو اس کی رسی پر لے کر پھر سے چلنے لگا۔

راستے میں اس نے ایک مرغی والے آدمی کو دیکھا۔ اس نے سوچا، "مرغی گھر میں رکھنے کے لیئے ایک اچھا جانور ہے۔ وہ ہمیں کھانے کے لیے انڈے دیتی ہے۔ اور کچھ انڈوں کو چوزوں کے لیئے بچایا جا سکتا ہے۔ جلد ہی ہمارے پاس بہت سی مرغیاں ہوں گی!" تو اس نے اس آدمی سے پوچھا کہ "کیا تم مجھے اس بکری کے بدلے اپنی مرغی دو گے؟" اور وہ شخص آسانی سے مان گیا۔

اب ہنس تیزی سے چل پڑا۔ مرغی پر شاید ہی کوئی بوجھ تھا! لیکن وہ ابھی تک گھر نہیں پہونچا تھا۔ ایک آدمی سر پر پتھر لیئے سڑک پر آیا۔





ہنس دیکھ سکتا تھا کہ وہ جدوجہد کررہا ہے۔ اوہ، اس نے کتنی ہمدردی کی! اسے اس آدمی پر افسوس ہوا، اور اسے سونے کے ٹکڑے، گھوڑے، گائے اور بکری کے بارے میں بتایا۔

"تم بہت خوش قسمت ہو کہ وہ چھوٹی مرغی ہے!" آدمی نے کہا۔ "مجھے نہیں لگتا کہ آپ اسے میرے وہیٹ اسٹون کے بدلے دیں گے؟ آپ بہت سے چاقو تیز کرنے اور بہت سارے پیسے کمانے کے قابل ہو جائیں گے،" اس نے امید سے کہا۔

اور ہمارے پیارے ہنس نے اتفاق کیا! جیسے ہی وہ شخص شکر گزاری کے ساتھ اپنی مرغی کے ساتھ چلا گیا، ہنس نے وہیٹ اسٹون اپنے سر پر اٹھایا۔ وہ لڑکھڑاتا رہا یہاں تک کہ ایک بڑے کنویں کے پاس پہنچ گیا۔

ہنس نے پتھر کو کنویں کی دیوار پر رکھ دیا اور پانی پینے کے لیے مڑا۔ اوہ، نہیں! مڑتے ہوئے وہ پتھر سے ٹکرایا اور اسے کنویں میں گرا دیا! "اچھا کرم مجھ پر!" اس نے کہا۔ "میرا بوجھ کم ہو گیا ہے، سب خود ہی!" اور وہ اپنی ماں سے ملنے گھر تک بھاگا!



ایک جرمن لوک کہانی سے اخذ کردہ

© Katha Jharna 2008 — Publisher: Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati, V. Vijayakanthi — Urdu: Mohammad Naseem

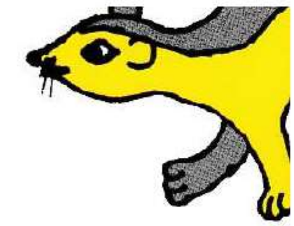
L. S. Saraswathi, S. Rajalakshmi — Artist: Uma Krishnaswamy

سنہرا نیولا

جب جنگ ختم ہوئی تو پانڈووں نے ایک شاندار جشن منایا۔ شہنشاہ یودھیشٹھر نے تمام قوموں کے بادشاہوں کو مدعو کیا۔ اس نے عام لوگوں میں تحائف اور خیرات تقسیم کیں۔ وہاں موسیقی اور رقص تھا اور سب کے لیئے کھانا کافی تھا۔

اس خوشی کے دوران میلے کے ہال میں ایک نیولا نمودار ہوا۔ سب نے حیرت سے دیکھا۔ نیولا کا آدھا جسم سنہری رنگ کا تھا۔ ٹمٹماتے روشنی میں چمکتا اور جگمگاتا۔





خاموشی سے نیولا فرش کے ساتھ ٹہلنے لگا۔ جب یہ شہنشاہ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا، "دھرماراجا! یہ واقعی ایک شاندار تہوار ہے۔ آپ نے اپنی دولت بہا دی ہے اور تحائف اور خیرات سے عالیشان ہو گئے ہیں۔"

بادشاہ یودھیشٹھر احترام میں جھکا۔

"تاہم!" نیولا جاری رکھا. "آپ کی سخاوت کمال سے کم ہے۔"

"کیوں؟ یہاں کس چیز کی کمی ہے؟ میں کہاں فیل ہو گیا ہوں؟" یودھیشٹھر نے پوچھا۔

"میں ایک بہت غریب آدمی کو جانتا ہوں جس کی سخاوت آپ سے بھی بڑھ کر ہے! میری آدھی سنہری کی کہانی سنیں آپ کو سمجھ آجائے گی۔"

پھر نیولا نے اپنی کہانی شروع کی:

میں جس آدمی کی بات کر رہا ہوں وہ بہت غریب دیہاتی تھا۔ اگرچہ اس نے کھیت میں سخت محنت کی، لیکن وہ صرف تھوڑا سا اناج حاصل کر پاتا تھا۔ یہ وہ اپنے خاندان کے افراد میں برابر تقسیم کرتا۔ اس طرح وہ کئی سال تک فاقہ کشی کے دہانے پر رہتے رہے۔

پھر زمین پر ایک خوفناک قحط پڑا۔ جہاں پہلے بہت کم تھا، اب کچھ بھی نہیں تھا۔ پورے خاندان نے تین دن روزہ رکھا۔ چوتھے دن ہمارا غریب دیہاتی چند دانے کا فصل کاٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ وہ گھر لایا اور آٹے میں پیسا۔ شام کا کھانا تیار کیا گیا۔

اتنے میں گھر میں ایک فقیر آیا۔ "میں بھوکا ہوں،" اس نے فریاد کیا۔ غریب دیہاتی نے اسے اپنا حصہ دیا۔ لیکن فقیر مطمئن نہ ہوا۔ اس نے مزید کھانے کی فرمائش کی۔ دیہاتی کی بیوی نے اسے اپنا حصہ دے دیا۔

ایک بار پھر، فقیر نے مزید پوچھا۔ دیہاتی کے بیٹے نے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔ فقیر نے اسے کھالیا اور پھر بھی مزید چاہتا تھا! اب بہو نے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔

آخر کار فقیر نے کھانا چھوڑ دیا۔ پھر اس نے کہا، "اگرچہ تم بھوکے تھے، تم نے مجھے خوشی سے کھانا کھلایا۔ تمہاری سخاوت بادشاہ کی سخاوت سے بڑھ کر ہے!" اس نے انہیں برکت دی اور غائب ہوگیا۔

"میں نے خود یہ سب دیکھا جیسا کہ یہ ہوا"، نیولا نے جاری رکھا۔



"اس کے بعد، میں گھر سے باہر نکلا، کچھ زمینی دانے میری کھال سے چپک گئے، میرے جسم کا وہ حصہ سنہرا ہو گیا۔"

"اس کے بعد سے میں نے بہت سی جگہوں کا سفر کیا ہے۔ ہر جگہ میں رینگتا اور گھومتا اور بل کھاتے چلتا رہتا ہوں، اس امید میں کہ اپنے جسم کے باقی آدھے حصے کو سنہری ہوتے دیکھوں۔ اب تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔"

"آج میں آپ کی فتح کے جشن میں بے تابی سے آیا ہوں۔ میں اس میلے کے ہال میں اور لوگوں کے درمیان رینگتا اور گھومتا رہا ہوں۔ لیکن جیسا کہ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، میرا دوسرا آدھا حصہ سنہرا نہیں ہوا۔"

"اس لیئے میں نے وہی کہا جو میں نے کیا ہے۔ آپ کی سخاوت رہنمائی کی روشنی کے طور پر چمکتی ہے۔ پھر بھی میری کہانی میں غریب آدمی کے لیئے اس کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔"

جب اس کی بات ختم ہوئی تو نیولا یودھیشٹھر کی طرف ادب سے جھکا اور غائب ہو گیا۔ سننے والے حیرت سے ہکا بکا رہ گئے۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdui Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

ہم کون ہیں؟

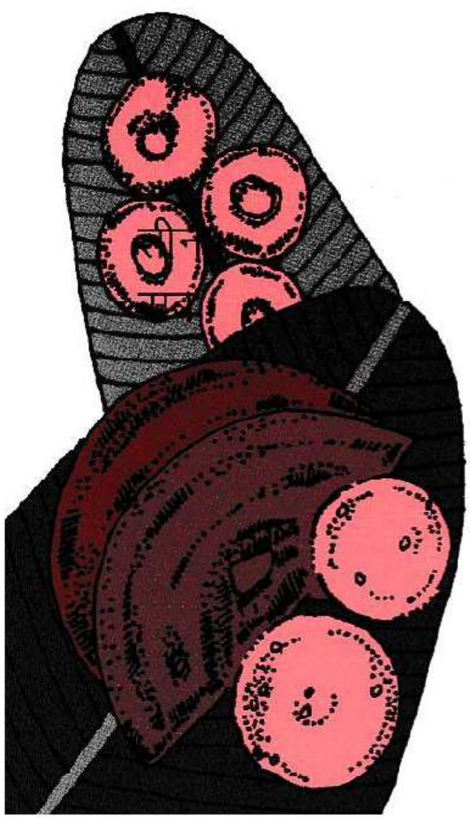


ایک چمکدار پیلے رنگ کی گیند
کسی کھیل کے لیئے نہیں بنایا گیا۔
اسے اپنے منہ میں پکڑو
اور میٹھے انعام کا مزہ لیں!

تین کونوں والے گھر کے اندر
آلو اور مصالحے کا مرکب
جسے ہر کوئی مزے سے کھاتا ہے۔

گول، سطحی پیالوں میں
نرم، بھاپ دار کیک اٹھ رہے ہیں۔
جلد ہی وہ اپنے مصالحہ جات کے ساتھ لیٹے ہیں۔
ٹینڈر سبز پلیٹوں پر

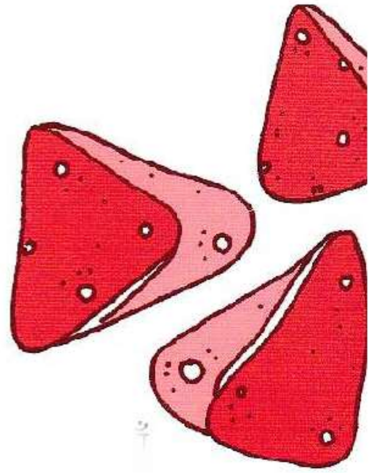
ایک سادہ گول پلیٹ پر
سب آپس میں الجھ گئے۔
پتلے سفید سانپوں کا خاندان!
وہ قورمہ یا ناریل کے دودھ کے ساتھ بہت لذیذ ہوتے ہیں۔



میں گندم کے آٹے سے بنا ہوں۔
میں گول اور چپٹا ہوں۔
اگر میں ابلتے ہوئے تیل میں کودتا ہوں۔
میں موٹا ہو جاتا ہوں!

الجھی ہوئی رسی کی جڑواں گول اور گول
تلی ہوئی اور چینی کے شربت میں بھگو کر
اسے گرم کھانا بہتر ہے۔ جلدی کرو! جلدی کرو!

آگ کے اوپر، ایک گول سیاہ پلیٹ
پلیٹ کے اوپر، ایک پتلی سفید ڈسک
رکو! یہ بلبلا اور بھورا ہے۔۔۔۔
اب یہ مسالہ بھرنے کے لیے تیار ہے!

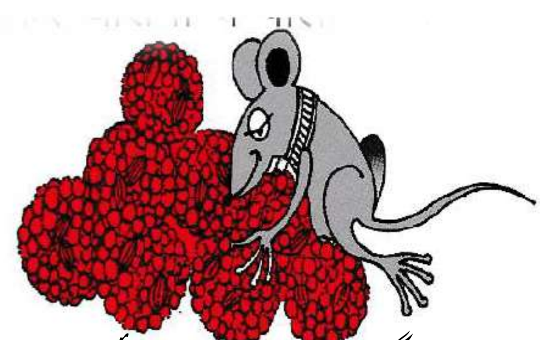


سفید چاول، دودھ اور چینی
ایک پتلی، کریمی کھیر میں پکایا
الائچی اور گری دار میوے کے ساتھ ذائقہ
یہ تقریبات اور تہواروں میں ایک اچھا میٹھا پکوان ہے۔

تازہ چاول اور مونگ کی دال اچھی طرح پک گئے۔
میٹھے ذائقے کے لیے گڑ کے ساتھ ملایا گیا۔
اور الائچی، گھی اور گری دار میوے کے ساتھ ذائقہ

آہ، یہ کرسپی اسنیکس اپنے ہوشیار ڈیزائن کے ساتھ:
وہ زبان پر کھردرے اور لذیذ ہوتے ہیں۔
لیکن وہ دانتوں کو کیسے چیلنج کرتے ہیں!

یہ گول اور سنہری ہے۔
باہر سے کرکرا، اندر سے بھونچال
یہ ہمیں پروٹین دیتا ہے۔
اور ہم اسے سانبر یا دہی کے ساتھ کھاتے ہیں۔



گڑ کے شربت میں الائچی کے ساتھ ناریل کی کھرچیاں ملائیں۔
اسے ابلے ہوئے چاول کے آٹے کے چھوٹے کپ کے اندر فولڈ کریں۔
ان کو بھاپ دیں اور مہمانوں کو پیش کریں۔

لڈو، سموسے، اڈلی، اڈیپم، پوری، جلیبی، دوسائی، پیاسم (کھیر)، میٹھا پونگل، مروکول، وڈائی، کوزہ کٹائی (مودک)

تم نے مجھے خوب مارا!
میں موسیقی سے جواب دیتا ہوں!
اس طرح ہم ایک ساتھ کھیلتے ہیں!

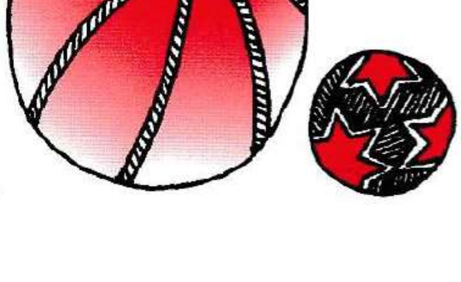


میں اڑ سکتا ہوں- لیکن میں کوئی عقاب نہیں ہوں۔
میں جھپٹ سکتا ہوں- لیکن میں کوئی الّوہیں ہوں۔
میں رنگین ہوں- لیکن میں کوئی طوطا نہیں ہوں۔
بچے میرے ساتھ کھیلنا پسند کرتے ہیں!

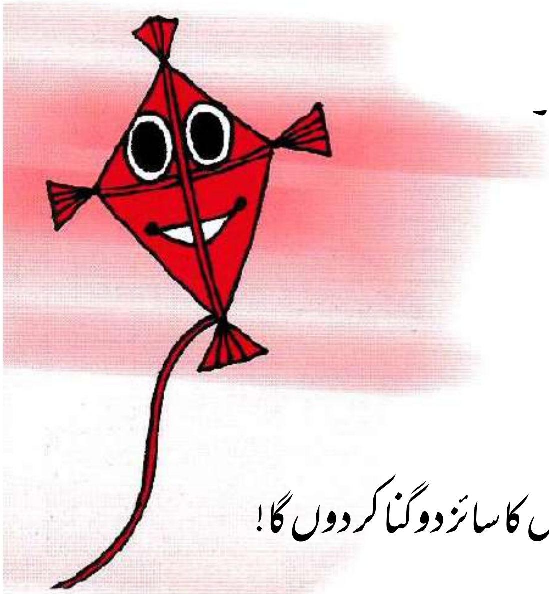
اس قدیم کھیل کے لیئے
ہم سب کی ضرورت ہے
ایک رسی اور کچھ دوست ہیں۔
کیا تم میرے ساتھ کھیلو گے؟

ہوا میں اوپر میں اتنا اوپر جاتا ہوں۔
آسمان کے قریب درختوں کی چوٹیوں تک پہنچنے کے لیئے
میں نیچے آتا ہوں، اوپر سے اڑتا ہوا پھر جاتا ہوں!
اوپر اور نیچے، اوپر اور نیچے، اوپر اور نیچے

مجھے نیچے گراؤ، میں خاموش نہیں رہوں گا۔
اور جب میں واپس آؤں گا، میں خاموش نہیں رہوں گا۔
ایک ٹانگ پر توازن رکھتے ہوئے میں ادھر ادھر رقص کرتا ہوں۔
جب تک مجھے آرام کرنے کی ضرورت ہے۔
اور پھر میں لیٹ جاتا ہوں۔







اپنی انگلیوں کے حرکت کے ساتھ
آپ مجھے اڑا سکتے ہیں۔
لیکن آپ نے مجھے چھیدا۔
میں بوم جاؤں گا!

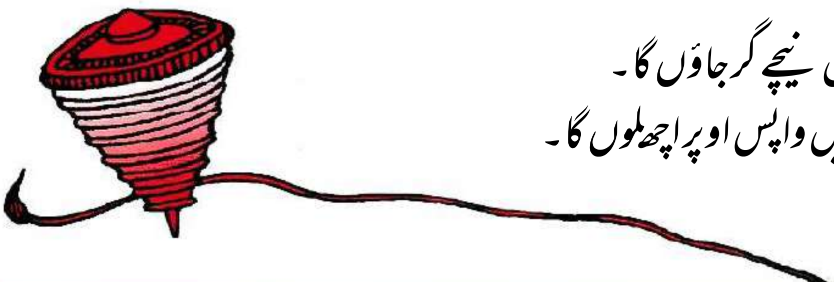
لکڑی کے اس گھر میں چودہ کمرے ہیں۔
وہاں کون رہتا ہے؟ ستر ناچنے والے بچے!

مجھے کچھ دو چھوٹا۔
تمہاری آنکھوں کے سامنے میں اس کا سائز دوگنا کر دوں گا!



گھومنا اور گھومنا اور دائروں میں دوڑنا
میرے تربیت یافتہ ہاتھی اور گھوڑے
اپنی جگھوں پر مضبوطی سے رہیں

میری ٹانگیں نہیں چلیں گی، میرے ہاتھ تالی نہیں بجائیں گے۔
میرا منہ نہیں بولے گا، میری انگلیاں چٹکی نہیں بجائین گی۔
لیکن میں اس وقت زندہ ہوتا ہوں جب بچے قریب ہوتے ہیں۔
وہ میرے ساتھ کھیلتے ہیں اور مجھے 'میرے پیارے' کہتے ہیں



مجھے اوپر پھینک دو- میں نیچے گر جاؤں گا۔
مجھے نیچے پھینک دو- میں واپس اوپر اچھلوں گا۔

ڈرم، پتنگ، کودنے کی رسی، جھولا، ٹاپ (لٹو)، غبارہ، پلنگوزی (منکالا)،
میگنفائنگ گلاس، میری گوراؤنڈ، تنجور گڑیا، گیند

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

85

سارے ٹماٹر کہاں ہیں؟

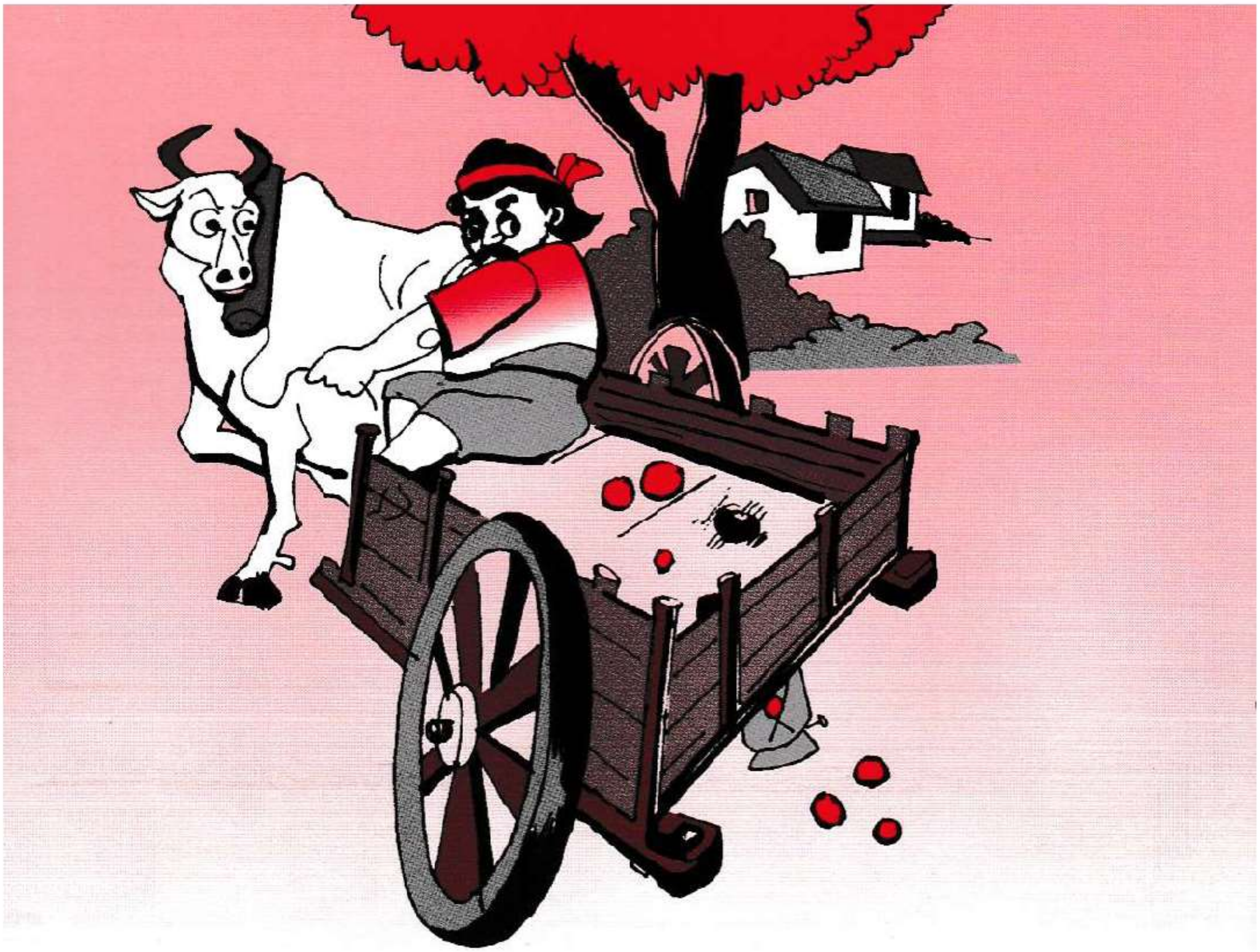


موہن کا باغ پھل پھول رہا تھا۔ ٹماٹر کے پودے سورج کی طرف پہنچ گئے۔ ان کا پھل مضبوط اور سرخ ہوگیا۔ موہن کو اپنے ٹماٹروں پر بہت فخر تھا!

ایک دن ایک ہرن باغ میں داخل ہوا۔ موہن نے اسے ڈرانے کے ل لیے ایک پتھر اٹھایا۔ لیکن اس کی بیوی نے کہا، "ہرن کو تکلیف نہ دو! یہ چند ٹماٹر کھائے گا اور پھر چلا جائے گا۔"

لیکن موہن نے اس پر یقین نہیں کیا۔ اس نے باغ کے چاروں طرف باڑ لگائی۔ "اب ٹماٹر محفوظ ہیں،" اس نے سوچا۔





پھر پرندے باغ میں آنے لگے۔ ان کے لئے ٹماٹر کی دعوت تھی۔ بیچارہ موہن نہائت فکرمند تھا۔ " اب سے،" اس نے فیصلہ کیا، "کوئی بھی میرے ٹماٹر نہیں لے گا!"

اگلی صبح وہ فجر کے وقت باہر نکلا اور ہر ایک پکے ہوئے ٹماٹر کو چنا۔ اس نے ان سب کو ایک گاڑی میں لاد کر شہر کی طرف روانہ ہوا، بیل کو تیز تر کرنے کے لیئے ٹٹولتے اور چھیڑتے ہوے۔

شہر میں، موہن نے اپنی گاڑی روکی اور ٹماٹر لینے چلا گیا۔ کیا زبردست دھچکا تھا! گاڑی خالی تھی! "میرے ٹماٹر کہاں ہیں؟ اس نے چیخ ماری۔ پھر اس نے قریب سے دیکھا۔ آہ! گاڑی کے پچھلے حصے میں ایک سوراخ تھا! سارے ٹماٹر اس سوراخ سے گر گئے تھے!

موہن رو سکتا تھا۔ لیکن اس کے بجائے، اس نے عہد کیا، "میں اپنے تمام ٹماٹر تلاش کرنے جا رہا ہوں!" اس نے گاڑی کا رخ موڑا اور راستے میں واپس چلا گیا۔ لیکن اس نے ایک ٹماٹر نہیں دیکھا!

یہ بہت الجھن کی بات تھی۔ پھر موہن نے دو چھوٹے ہرنوں کو دیکھا۔ وہ ٹماٹر کھا رہے تھے! اور ایسے لذت کے ساتھ!

ہمم.... اس نے بیل کو ایک لمبے درخت کے پاس سے گذارا جو راستے کے ساتھ بڑھ رہے تھے۔ "چیپ، چیپ، چیپ..." موہن نے اپنے اوپر کی شاخوں میں جھانکا۔ وہاں پرندوں کا گھونسلہ تھا۔ اور وہاں ماں اور باپ پرندے اپنے بچوں کو ٹماٹر پلا رہے تھے!



اسی درخت کی ایک اور شاخ پر اس نے کچھ گلہریوں کو چھپاتے ہوئے دیکھا۔ وہ بھی ٹماٹر کھا رہے تھے! "مجھے نہیں لگتا کہ مجھے اپنا کوئی ٹماٹر واپس ملے گا،" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

اب اس نے بیل کو اپنی رفتار طے کرنے دی۔ گاڑی گھماؤدار راستے پر آہستہ آہستہ چلتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے گھر کے قریب پہنچا۔ موہن اندر بچوں کو ہنستے اور کھیلتے سن سکتا تھا۔

آواز سن کر اس نے گاڑی روک دی۔ کیا نظارہ ہے! تمام بچوں کے ہاتھوں میں ٹماٹر تھے۔ ان کے چہرے مسکراہٹوں سے روشن تھے۔ "میرے قیمتی ٹماٹر!" موہن نے سوچا۔ "دیکھو وہ دنیا میں کتنی خوشیاں لائے ہیں! "

اب اس کے ٹماٹروں کے نقصان نے اسے پریشان کرنا چھوڑ دیا۔ وہ ہلکے پھلکے دل کے ساتھ گھر پہنچا۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

86

تین سنہری گڑیاں



وجےَ نگر جوش وخروش سے گونج رہا تھا۔ ایک دانشور سفر میں آیا تھا، اپنے ساتھ سونے کی تین گڑیاں لے کر آیا تھا۔ تینوں گڑیا بالکل ایک جیسی لگ رہی تھیں۔ ہر ایک جس نے انہیں دیکھا وہ ایک جیسے تھے۔

لیکن دانشور نے کہا، "یہ تینوں گڑیا محض ایک جیسی معلوم ہوتی ہیں، حقیقت میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے الگ الگ ہے۔"

پھر اس نے اعلان کیا، "اگر کوئی گڑیا میں فرق تلاش کر سکے تو اسے گڑیا کے ساتھ 10,000 سونے کے سکے بھی انعام میں ملیں گے، تاہم، اگر دس دن گزرنے کے بعد بھی کسی کو گڑیا کے درمیان فرق نہیں ملا، تو آپ اپنی طرف سے مجھے 10،000 سونے کے سکے دیںگے! "

یہ اس کا بادشاہ کو چیلنج تھا۔ اور اسے قبول کرلیا گیا۔

پوری مملکت میں ایسی گونج اور سرگوشیاں اٹھیں! گڑیا نمائش کے لیے رکھی گئی تھیں۔ انہیں دیکھنے کے لیے لوگوں کا ہجوم تھا۔

نو دن گزر گئے۔ لیکن انعام غیر دعویدار رہا۔

بادشاہ کی فکر بڑھ گئی۔ "یہ دانشور کھلے عام فتح کا اعلان کرے گا۔ اور مجھے شکست تسلیم کرنی پڑے گی۔ ناقابل برداشت!" انہوں نے کہا۔

"اپنے آپ کو پرسکون کرو، اے بادشاہ،" تینالی رمن نے کہا۔ "ہم اچھے وقت میں گڑیا کے درمیان اختلافات کو تلاش کریں گے۔"

اگلے دن تینالی رمن خود آیا اور گڑیا کا جائزہ لیا۔ ایک ہجوم جمع ہوگیا۔ ان کے چالاک وزیر مملکت کی عزت کیسے برقرار رکھیں گے؟



تھوڑی دیر بعد، تینالی رمن ہال سے باہر گیا اور ایک پتلی چھڑی لے کر واپس آیا۔ یہ اس نے پہلی گڑیا کے کان میں ڈالا۔ جب اس نے چھڑی کو دھکا دیا تو وہ گڑیا کے دوسرے کان سے نکل گئی!

اس نے دوسری گڑیا کے کان میں لاٹھی ڈال دی۔ اس بار گڑیا کے منہ سے نکلا!

لیکن جب اس نے چھڑی تیسری گڑیا کے کان میں ڈالی تو وہ رک گئی اور باہر نہ نکلی۔



تینالی رامن نے دانشور کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا، "یہ وہ اختلافات ہیں جن کا آپ انتظار کر رہے ہیں : پہلی گڑیا ہمیں احمقوں کے بارے میں سکھاتی ہے۔ احمق کے کان ہیں جو جاتا ہے وہ دوسرے کان سے باہر نکلتا ہے۔ دوسری گڑیا ہمیں عام لوگوں کے بارے میں سکھاتی ہے۔ جو کچھ وہ سنتے ہیں وہی ان کے منہ سے نکلتا ہے۔

"تیسری گڑیا ہمیں ایک عقلمند آدمی دکھاتی ہے۔ عقلمند بولنے سے پہلے سوچے گا۔ یہ شخص جو کچھ بھی سنے گا وہ سب سے پہلے ذہن میں رہے گا۔"

دانشور بے اختیار تھا۔ اس نے تینالی رامن کے سامنے اپنا سر جھکایا اور اسے تینوں سونے کی گڑیا دی۔ پھر اس نے اسے سکوں کا تھیلا دیا۔ ہجوم نے خوشی کا اظہار کیا۔

تینالی رمن نے فوراً بادشاہ کو دونوں انعامات پیش کر دئیے۔ اور اس کا اجر کیا تھا؟ دس ہزار سونے کے سکے



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ہمارا باغ

نیلا آسمان... نرم ہوائیں... ہلکی ہلکی سورج کی روشنی.... اور نیچے پھولوں سے بھرا باغ، رنگین اور ہلکی ہلکی ہلکی پھلکی! گلاب، چمیلی، گیندا، کمل، گل داؤدی، گرڑہل- یہ سب باغ میں ایک ساتھ رہتے ہیں۔

پھولوں کے درمیان جھاڑیاں اور گھاس اور رینگنے والی بیلیں اگتی ہیں! اپنے تمام رنگوں میں سبز رنگ پھولوں کے رنگوں کو نکھارتا ہے اور ان کی خوبصورتی کو مزید گہرا کرتا ہے۔

ان باشندوں کو اپنے باغ پر کتنا فخر ہے!



ایک دن باغبان ایک نیا پھول دار پودا لاتا ہے۔ وہ اسے باغ کے بالکل بیچ میں رکھتا ہے۔ یہ سرخ رنگ کا ایک غیر معمولی شیڈ ہے۔ دوسرے پھول مایوس ہیں! انہیں نیا سرخ پھول پسند نہیں ہے۔

نیا پھول اکیلا رہ گیا ہے۔ یہ خاموشی سے غمگین ہے۔

ایک دن، ایک چھوٹا سا سفید گلاب اسے غور کرتا ہے. "کہاں سے آئے ہو؟" یہ پوچھتا ہے۔

سرخ پھول خوش ہو رہا ہے۔ یہ چھوٹے سفید گلاب کو اس دور کی جگہ کے بارے میں بتاتا ہے جہاں سے وہ آیا تھا۔ چھوٹا سفید گلاب شوق سے سنتا ہے۔ اب یہ سرخ پھول کو پڑوس کے بارے میں بتاتا ہے: موسموں کی تبدیلیاں، مختلف قسم کی مٹی، تمام پودوں کی تفصیلات۔ جلد ہی دونوں پھول گہرے دوست بن گئے۔ وہ ہر دن تفصیلی گفتگو میں محو ہو کر گزارتے ہیں۔ ان کی دوستی بڑھتی اور پروان چڑھتی رہی۔

پھر ایک دن باغبان بہت سے نئے پودے لاتا ہے۔ مکین پریشان ہونے لگے۔ کیا ان کا پیارا گھر طرح طرح کے پھولوں سے بھر جائے گا؟ وہ یہ جاننے کے لیئے بے چینی سے انتظار کرتے ہیں۔

"اتنی فکر کیوں کر رہی ہو؟" چھوٹے سفید گلاب سے پوچھا۔ "یہ پھول ہمارے پڑوسی ہیں، جلد ہی یہ ہمارے دوست ہوں گے!" اس کے الفاظ کچھ پھولوں کو تسلی دیتے ہیں- لیکن سب نہیں!

اب، جب شہد کی مکھیاں اور تتلیاں اپنا امرت پینے کے لیے اڑتی ہیں، تو کچھ پھول چیختے ہیں، " نئے پھولوں کے پاس مت جاؤ، وہ مختلف ہیں، وہ ہمارے دوست نہیں ہیں! "

لیکن شہد کی مکھیوں اور تتلیوں نے بہت سے باغات دیکھے ہیں۔ وہ جواب دیتے ہیں، "آپ کتنے خوش قسمت ہیں! یہاں آپ کے پاس بہت زرخیز مٹی ہے۔ اور تازہ ہوائیں، پانی، اور سورج کی روشنی۔ اور کیڑے مکوڑے بھی بکثرت ہیں! "

پہلے ہی نئے پودے پھل پھول رہے ہیں۔ سورج کی کرنیں ہر پھول کو روشن کرتی ہیں۔ بارش کی بوندیں انہیں نم کرتی ہیں۔ نرم ہوائیں انہیں تازہ دم کرتی ہیں۔ باغ شاندار ہے!

لوگ دور دور سے دیکھنے آتے ہیں۔

شک کرنے والے پھول اپنے خوف کھو دیتے ہیں۔ "سفید گلاب، شہد کی مکھیاں اور تتلی سب نے سچ کہا!" وہ سمجھتے ہیں. " نئے پھولوں نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا! اور نہ ہی انہوں نے ہماری جگہ لی ہے! "

اب باغ پر سکون اور دوستی میں متحد ہے۔ زائرین چیخ کر کہتے ہیں، "تمام رنگوں کو دیکھو! اور اتنے مختلف قسم کے پھول! ہم نے ایسا شاندار باغ کبھی نہیں دیکھا! "

ایڈرین فوسٹر پوٹر کی کہانی پر مبنی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

احمق چاہیے

اکبر اور بیربل اختلاف کر رہے تھے۔ اکبر نے کہا کہ میں ہمیشہ بتا سکتا ہوں کہ کیا کوئی آدمی عقلمند ہے۔ "لیکن احمق کو پہچاننا اتنا آسان نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں!" بیربل نے جواب دیا۔ "ایک احمق کو سمجھنا عقلمند آدمی سے زیادہ آسان ہے۔"

"ہمم!" اکبر نے کہا۔ "اگر تم کل دوپہر تک مجھے آٹھ احمق دکھا سکتے ہو تو میں انہیں تحائف اور انعامات سے نوازوں گا۔ تمہارے لیئے بھی ایک انعام ہو گا!"

اور اسی لیئے بیربل سردیوں کی ایک روشن صبح احمقوں کی تلاش میں نکلا۔



اس نے سب سے پہلے جس شخص کو دیکھا وہ گدھے پر سوار تھا۔ وہ شخص اپنے سر پر ایک بہت بڑا بنڈل اٹھائے ہوئے تھا۔ "آپ کے سر پر بنڈل کیوں ہے؟" بیربل نے اس سے پوچھا۔ "اسے گدھے کی پیٹھ پر کیوں نہیں ڈالا؟"

"میرے گدھے نے کئی سالوں سے میری خدمت کی ہے" آدمی نے جواب دیا۔ "اب یہ بوڑھا ہو چکا ہے اور اپنی طاقت کھو چکا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ آج کوئی اضافی چیز لے کر جائے۔"

بیربل ہنسا۔ "آج دوپہر محل میں آؤ" اس نے کہا۔ "بادشاہ تمہیں انعام سے نوازے گا۔" وہ اپنے راستے پر چل دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک کسان اور اس کے بیٹے کو دیکھا۔ وہ ایک کھیت ہیں کچھ ڈھونڈ رہے تھے۔ بیربل ان کے پاس گیا۔ "کیا ڈھونڈ رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ہم نے اپنی بچت کو یہیں کہیں دفن کر دیا ہے" کسان نے کہا۔ "ہم یہی تلاش کر رہے ہیں۔"

"لیکن کیا تم نے اس جگہ کو نشان زد کرنے کے لیئے کچھ نہیں چھوڑا؟" بیربل نے پوچھا۔

"ایک مور کھیت میں ناچ رہا تھا، ہم نے وہاں کے قریب گڑھا کھودا" بیٹے نے کہا۔

بیربل نے ہنستے ہوئے ان سے کہا کہ محل میں آجاؤ۔ پھر وہ تھوڑی دور گیا۔ یہ کیا تھا؟ سڑک کے بیچوں بیچ دو آدمی آپس میں لڑ رہے تھے۔ ''رکو، رکو۔'' بیربل نے ان سے منت کی۔ "کیوں لڑ رہے ہو؟" ایک آدمی نے کہا، "یہ آدمی! میں نے اس سے کہا کہ اچھا ہوگا اگر ہمارے پاس بیل ہو، پھر اس نے دھمکی دی کہ وہ اپنا شیر میرے بیل پر بٹھا دے گا!" دوسرے آدمی نے کہا، "یقیناً میں اپنے شیر کو تیرے بیل کو کھانے کے لیئے لے آؤں گا۔"

بیربل نے ادھر ادھر دیکھا اور پوچھا تمہارا شیر کہاں ہے ؟

پہلے نے کہا ، "ہم خدا سے عنایت مانگنے کا ارادہ کر رہے تھے ، ہیں نے بیل مانگنا چاہا تو اس آدمی نے شیر مانگنا چاہا، وہ کیوں چاہتا ہے کہ میرا بیل مر جائے ؟ "

بیربل ہنسا ۔ اس نے دونوں کو محل میں آنے کو کہا ۔

آگے ایک آدمی تھا جو مٹی کے گڑھے میں گرا ہوا تھا ۔ وہ شخص اپنے بازو ہوا میں اٹھائے ہوئے تھا ۔ بیربل اس کی مدد کے لیئے آگے بڑھا ۔ "میرے ہاتھ کو نہ چھوئیں!" آدمی نے کہا. "میں نے ابھی کابینہ کی پیمائش مکمل کی ہے جو میں بنا رہا ہوں ۔ اگر آپ میرے ہاتھ ہلائیں گے تو میں کابینہ کی چوڑائی بھول جاؤں گا ۔ "



بیر بل نے اسے محل میں آنے کو کہا۔

اب دوپہر کا وقت تھا۔ تمام درباری جمع ہو چکے تھے۔ بیر بل کے چھ چنے ہوئے آدمیوں نے وضاحت کی کہ بیر بل نے انہیں کیا کرتے پایا تھا۔ جب سب ہنس پڑے تو مردوں نے الجھ کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اکبر کے تحفے انہیں پیش کیے گئے اور وہ خوش دلی سے روانہ ہو گئے۔

اکبر بیر بل کی طرف متوجہ ہوا۔ "تمہارے لیئے کوئی انعام نہیں!" انہوں نے کہا. "میں نے آٹھ بیوقوف مانگے، لیکن تم صرف چھ لائے! "

بیر بل نے جواب دیا، "میں نے آدھا دن احمقوں کو ڈھونڈتے ہوئے گزارا۔ یہ مجھے ساتواں بیوقوف بناتا ہے! اور آٹھواں بیوقوف..." وہ رک کر انتظار کرنے لگا۔

... "آپ کو اس طرح کی تلاش میں بھیجنے کے لیئے کوئی اور نہیں بلکہ میں خود ہوں!" اکبر نے کہا۔ محل قہقہوں سے گونج اٹھا۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

چھوٹی بکری کی مہم جوئی

ایک دفعہ ایک چھوٹی بکری اپنے ماں باپ کے ساتھ جنگل میں رہتی تھی۔ یہ چھوٹی بکری غار سے نکل کر تلاش کرنے کی خواہش رکھتی تھی۔ لیکن اس کی ماں اور باپ نے کہا تھا، "جنگل میں شیر اور شیر ہیں، تمہیں کبھی خود سے باہر نہیں جانا چاہیے۔"

ایک دن چھوٹی بکری نے بہت بور محسوس کیا۔ اس کے والدین چارہ جات سے باہر تھے۔ "مجھے یہاں کب تک رہنا پڑے گا؟" یہ پریشان ہو گئی۔

ڈرتے ڈرتے اس نے باہر جھانکا۔ پرندے گا رہے تھے۔ گلہریاں درختوں میں چہچہا رہی تھیں۔ نرم ہوا کے جھونکے نے پتوں کو رقص کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ چھوٹی بکری پر جادو کر دیا گیا! اس نے باہر قدم رکھا۔

درختوں کے درمیان چہل قدمی کرتے ہوئے، چھوٹی بکری نے زندہ جنگل کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا۔ ہر نیا منظر اسے مزید آگے لے گیا۔ اور اس طرح یہ گھومتی رہی یہاں تک کہ اندھیرا چھٹنے لگا۔

اب گھر جانے کا وقت تھا۔ لیکن چھوٹی بکری کو راستہ معلوم نہیں تھا! یہ کیا کر سکتی تھی؟ اس نے ایک منٹ سوچا اور پھر چھپنے کے لیئے محفوظ جگہ تلاش کی۔





اوہ! یہاں ایک غار تھا! چھوٹی بکری نے اندر جھانکا۔ غار خالی تھا۔ اس نے وہاں انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اب کسی بھی لمحے اس کی ماں اور باپ اسے ڈھونڈتے ہوئے آئیں گے۔ چھوٹی بکری یہ بات اپنے دل کی گہرائیوں سے جانتی تھی۔

اسے کیا معلوم نہیں تھا کہ یہ غار گیدڑ کا غار ہے! گیدڑ باہر جا چکا تھا۔ تبھی واپس آ گیا۔ ایک اور جانور کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے، وہ غار کے دروازے پر رک گیا اور پکارا، "تم، وہاں! میرے غار سے باہر آؤ! "

ہائے، بکری کا بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ کیسے رہنا چاہتا تھا! لیکن پھر ایک خیال آیا۔ یہ گہری آواز میں اونچی آواز میں بات کرنے لگا: "تم، وہاں! میں شیر بادشاہ کا چچا ہوں! میں رات کے کھانے میں شیر کھاتا ہوں! جاؤ اور میرے پاس پچاس شیر لے آؤ! "



گیدڑ کانپ گیا۔ "ایک عفریت نے میرے غار میں رہائش اختیار کر لی ہے!" اس نے سوچا. چنانچہ یہ شیروں کے سردار کے پاس بھاگا۔

انکل ٹائیگر!" اس نے پکارا۔ "میرے گھر میں ایک خوفناک جانور بس گیا ہے۔ یہ پچاس شیروں کو کھانے کے لیے کہہ رہا ہے! "

"کیسا جانور پچاس شیر کھا سکتا ہے؟"

"انکل ٹائیگر، یہ بہت بڑا ہے!" گیدڑ نے کہا۔



" میں اسے بھگا دوں گا،" چیف شیر نے اعلان کیا۔ "مجھے فوراً وہاں لے چلو!"



اس دوران ماں اور باپ بکری اپنے بچے کو ڈھونڈ رہے تھے۔ وہ جنگل کے راستے اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گیدڑ کے غار تک پہنچے تھے۔

یہ کتنی خوشگوار ملاقات تھی! لیکن اب بچے نے انہیں سب کچھ بتا دیا جو ہوا تھا۔ اس نے انہیں خبردار کیا کہ گیدڑ جلد واپس آجائے گا۔ یہ ایک شیر بھی لا سکتا ہے!

بکریوں کو فرار کا منصوبہ درکار تھا۔ انہوں نے سوچا اور باتیں کیں اور کچھ اور سوچیں۔

بہت جلد گیدڑ کے لوٹنے کی آواز آئی۔ اور یہ نیا شور کیا تھا؟ ایک لمبا، ہم گرج! آہستہ آہستہ قریب آتا گیا۔ زور سے اور زور سے، یہ گڑگڑایا۔ جلد ہی آواز سے غار بھر گیا! تینوں بکریاں اندر کی طرف پیچھے ہٹ گئیں۔



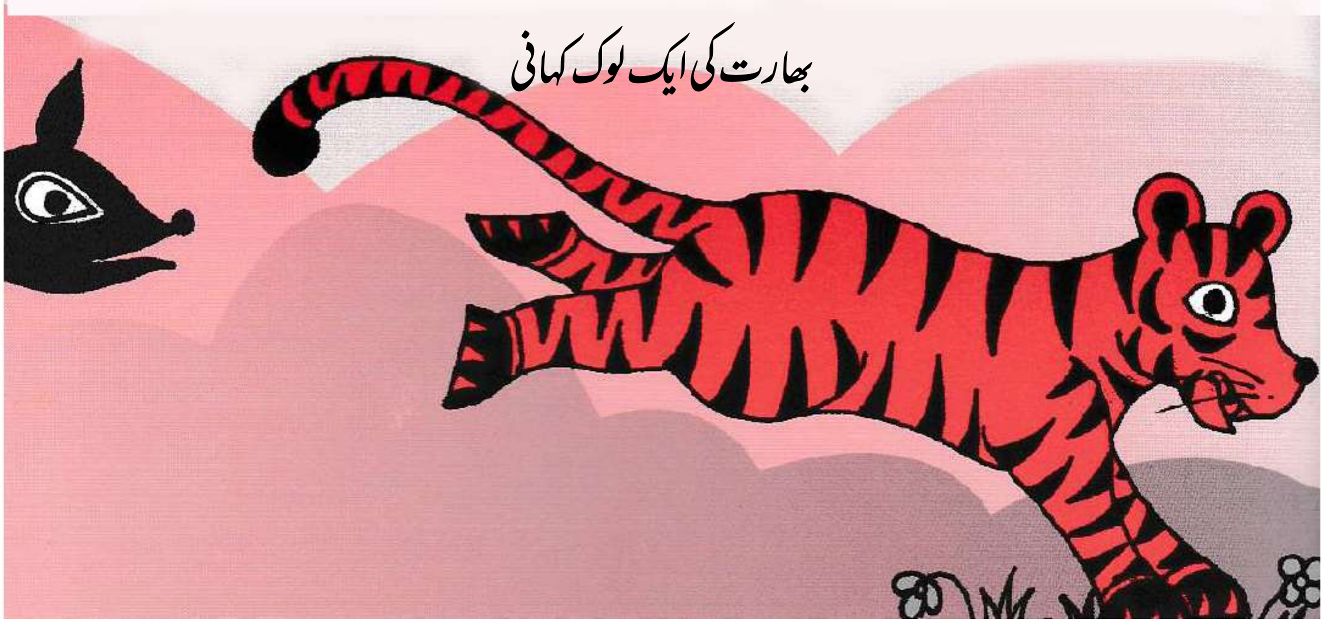
گیدڑ نے پھر اپنے غار میں عجیب و غریب جانوروں کی موجودگی کو محسوس کیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنا چیلنج جاری کر پاتا، ایک خوفناک چیخ نکلی : "آآآآآآہ! آآآآہ!" ماں بکری کے بچے بکری کا کان کھینچ رہی تھی!

اب بکری کا باپ گہری آواز میں بولا : پیارے بچے کیوں رو رہے ہو؟ بکری کی ماں نے بھی آواز بدلی۔ "ہمارا پیارا بچہ بھوکا ہے!" اس نے کہا. "یہ پہلے ہی ایک ہاتھی، ایک ریچھ اور ایک پانی کی بھینس کو کھا چکا ہے۔ میٹھے کے لیے اسے ایک مزیدار شیر چاہیے! "

"کیا یہ سب ہے ؟" باپ نے کہا۔ ذرا انتظار کرو۔ آس پاس بہت سے شیر ضرور ہوں گے! میں نے ایک گیدڑ سے کہا کہ میرے لیئے بہت شیروں کو لاؤ! "

گیدڑ اور سردار شیر دونوں کانپ گئے۔ "وہ بچہ ہاتھی، ریچھ اور بھینسوں کو نگل گیا ہے!" سردار شیر نے کہا اگر میں غار میں جاؤں گا تو میرا کیا ہوگا؟ اور یہ جتنی تیزی سے ہو سکتا تھا بھاگ گیا۔

جہاں تک گیدڑ کا تعلق ہے- کیا اس نے انتظار کیا کہ کیا ہوگا؟



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

شراون کمار

شراون کمار کی ماں اورباپ بوڑھے اورنابینا تھے ۔ لیکن شراون میں ان کا ایک پیارا بیٹا تھا۔ شراون نے ان کا بہت اچھا خیال رکھا۔ اس نے ان کی تمام ضروریات پوری کرنے کی کوشش کی۔ ایک دن شراون کے والدین نے ان کی آخری یاترا کرنے کی شدید خواہش کا اظہار کیا۔ شراون نے ان کے لیے محفوظ طریقے سے سفر کرنے کا راستہ سوچنے کی کوشش کی۔ اس نے رات دن اس مسئلے پر غور کیا۔

آخر کار، اس نے ایک منصوبہ بنایا، اور فوراً اس پر عمل کیا۔ سب سے پہلے، اس نے دو بڑی ٹوکریاں ایک مضبوط کھمبے سے جوڑ دیں۔ پھر اس نے اپنے والدین کو ٹوکریوں میں بیٹھا کر اٹھا لیا۔





اس نے کھمبے کو اپنے کندھوں پر لہرایا۔ اب وہ سفر کے لیے تیار تھے!

دوسرے گاؤں والوں نے انہیں پھلوں اور پھولوں کے تحفے دیتے ہوئے انہیں مبارکباد دی۔

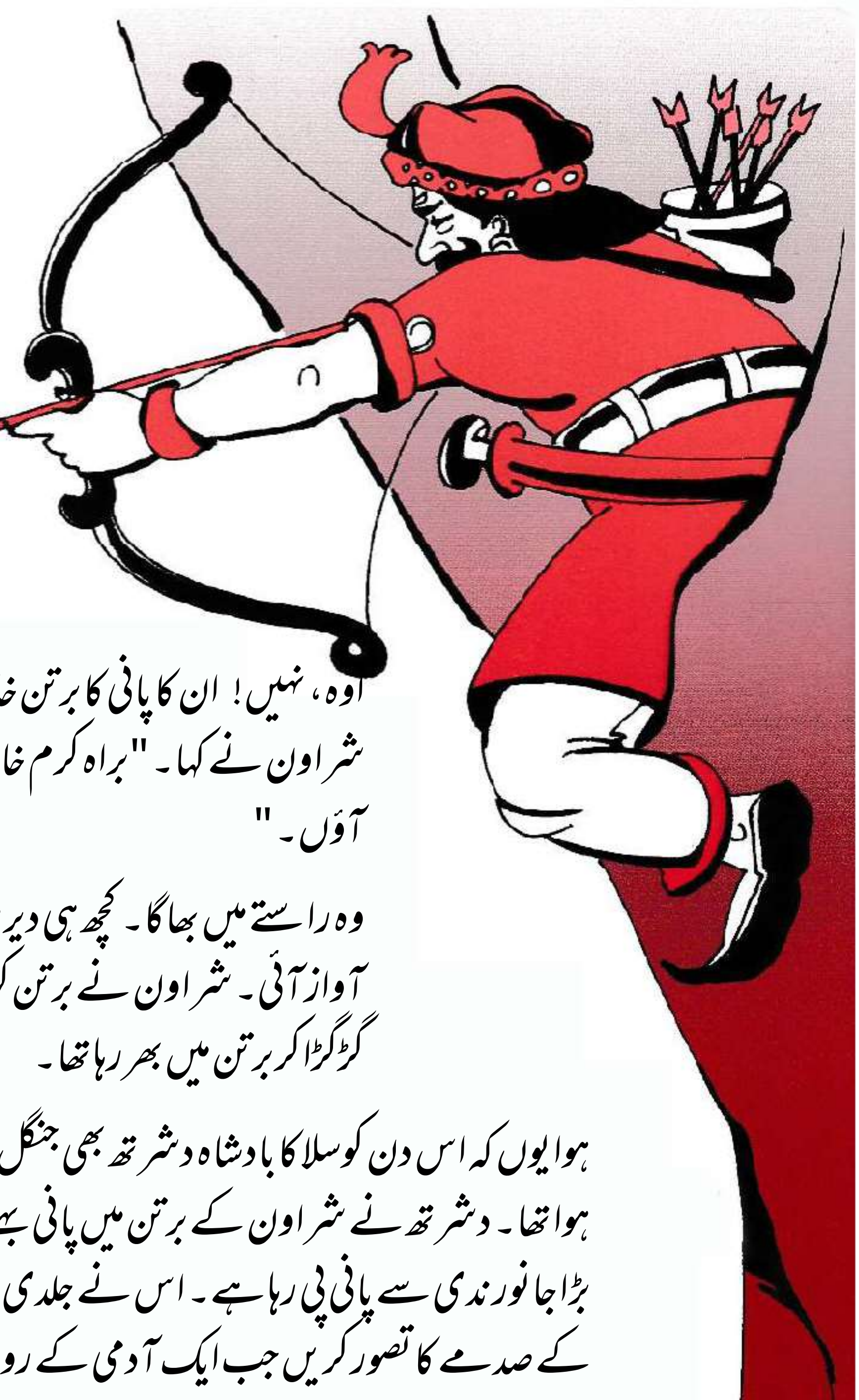
یہ سفر شراون اور اس کے والدین کو شہروں، پہاڑوں اور ندیوں کے پار لے گیا۔ اور جہاں بھی گئے ان سے شفقت سے ملاقات کی گئی۔ "کیا تعجب ہے!" لوگوں نے کہا۔

شراون کا پر سکون لہجہ اور اس کے والدین کی پر سکون مسکراہٹ دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

شراون کی خواہش تھی کہ اس کے والدین ان تمام حیرت انگیز مقامات پر لوگوں اور مناظر کو دیکھ سکیں جن سے وہ گزرے تھے۔ اس نے ان کے لیئے سب کچھ بیان کرنے کی کوشش کی۔ اور وہ بھی سن کر لطف اندوز ہوئے۔ مشکلات اور چیلنجز کو ایک طرف رکھیں، یہ ایک خوشگوار سفر تھا۔

ایک دن ان کا راستہ ایک گھرے جنگل میں سے گزرا۔ کتنی خوبصورت جگہ ہے! پرندوں کے گانے نے ہوا بھر دی۔ ہرن نے چھلانگ لگائی۔ خرگوش اپنے بلوں کے اندر اور باہر غوطہ لگاتے تھے۔ نازک فرن درختوں کے درمیان آہستہ سے لہرا رہے تھے۔ شراون چلتے چلتے اپنے والدین کو یہ سب بیان کر رہا تھا۔

اچانک خطرے کی گھنٹی نے پرندوں کے گانے کی جگہ لے لی۔ ہرن بکھر گیا۔ خرگوش غائب ہو گئے۔ اب شراون محتاط انداز میں چل پڑا۔



ان کا یہاں کون سا خطرہ تھا؟ اس نے رات کو رکنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے آہستگی سے اپنے والدین کو ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا۔

اوہ، نہیں! ان کا پانی کا برتن خالی تھا۔ "میں جا کر پانی لاتا ہوں،" شراون نے کہا۔ "براہ کرم خاموشی سے بیٹھیں جب تک میں واپس نہ آؤں۔"

وہ راستے میں بھاگا۔ کچھ ہی دیر میں اس کے کانوں میں تیز ندی کی خوشگوار آواز آئی۔ شراون نے برتن کو ندی میں ڈبو دیا۔ "گلگ، گلگ،" پانی کو گڑگڑا کر برتن میں بھر رہا تھا۔

ہوا یوں کہ اس دن کوسلا کا بادشاہ دشرتھ بھی جنگل میں تھا۔ وہ وہاں شکار کے لیئے آیا ہوا تھا۔ دشرتھ نے شراون کے برتن میں پانی بہنے کی آواز سنی۔ اس نے سوچا کہ کوئی بڑا جانور ندی سے پانی پی رہا ہے۔ اس نے جلدی سے اپنے کمان سے تیر چلا دیا۔ اس کے صدمے کا تصور کریں جب ایک آدمی کے رونے سے ہوا چھید گئی۔

دشرتھ آواز کی طرف بھاگا۔ اس نے شراون کو زخمی حالت میں پڑا دیکھا۔ "مجھے معاف کردو دوست!" بادشاہ نے کہا. "میں نے سوچا کہ میں نے ندی سے کسی جانور کو پیتے ہوئے سنا ہے۔ اسی پر میں گولی چلا رہا تھا۔"

شراون نے بولنے کی کوشش کی۔ "میری فکر نہ کرو! یہ برتن میری ماں اور باپ کے پاس لے جاؤ۔ وہ پیاسے ہیں۔ ان کے پاس جاؤ اور ان کو پینے میں مدد کرو، کیونکہ وہ بوڑھے اور اندھے ہیں۔"

"کتنا پیارا بیٹا!" دشرتھ نے سوچا۔ "وہ اپنے والدین کے لیئے خود کو کیسے قربان کر دیتا ہے! اور میں نے، میں نے خود ایک ایسے بہترین شخص کو گولی مار دی ہے!" دشرتھ غم سے مغلوب ہو گیا۔

"جلدی کرو! پانی لو اور جاؤ!" شراون نے کہا اور مر گیا۔ دشرتھ نے شراون کی لاش اپنے کندھے پر اٹھائی۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے پانی کا برتن اٹھایا۔ دھیرے دھیرے وہ اس راستے سے پر چلا جو شراون کو ندی کی طرف لے گیا تھا۔

قدموں کی آہٹ سن کر شراون کے والدین نے آواز دی، "آخر تم آ ہی گئے! اتنی دیر کیوں ہوئی؟ ہمیں تمہاری فکر تھی! "

دشرتھ بڑا بادشاہ شرمندہ ہوا! کانپتے ہاتھوں سے اس نے پانی کا برتن شراون کے والدین کو دیا۔ پھر اس نے انہیں شراون کی موت کی اطلاع دی۔

شراون کے والدین پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔ ان کی چیخیں جنگل میں گونج رہی تھیں۔ دشرتھ نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی۔ "اب سے تم مجھے اپنا بیٹا سمجھو گے؟" اس نے پوچھا. "پلیز، آؤ اور میرے گھر والوں کے ساتھ رہو۔"

لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ دکھ ہمارے لیے بہت زیادہ ہے۔ "ہم شراون کے بغیر نہیں رہ سکتے۔" پھر اُنہوں نے پیشینگوئی کی، "جب آپ کا اپنا پیارا بیٹا گھر سے نکلے گا تو آپ ہماری تکلیف کو سمجھیں گے۔" پھر وہ مر گئے۔

کئی سال بعد، دشرتھ اور اس کے بیٹے رام کو ایک سخت ضرورت سے الگ کر دیا گیا۔ دشرتھ اپنا دکھ برداشت نہ کر سکا۔ شراون کے والدین کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے۔

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

91

بانسری کا نغمہ

ایک دفعہ وہاں پنگ نام کا ایک مالدار سوداگر رہتا تھا۔ بیچارہ! اس کے پاس اس سے کہیں زیادہ رقم تھی کہ اسے معلوم ہو کیا کرنا ہے۔

سارا دن پیسے کے معاملات میں ڈوبا رہتا۔ اگر اس کے بچوں نے اسے کھیلنے کے لیئے بلایا تو اس نے جواب دیا، "وقت نہیں، وقت نہیں ہے! "

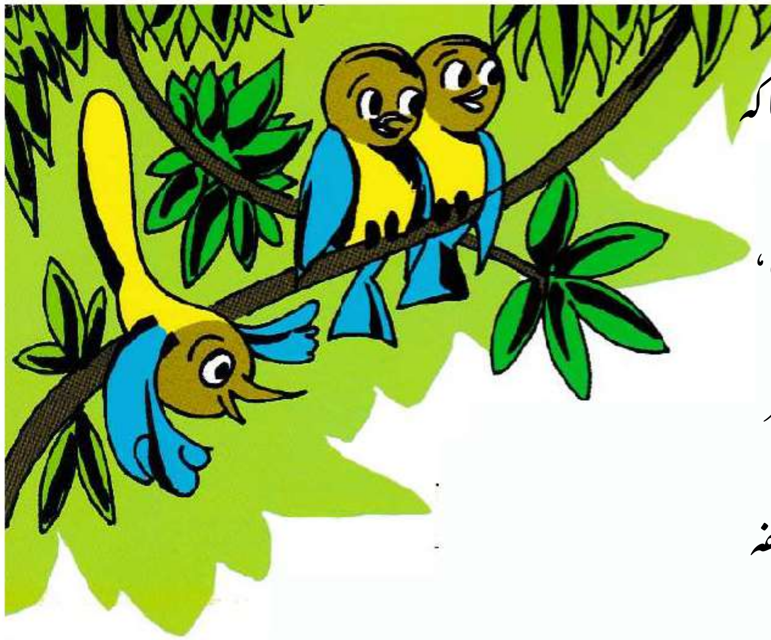
پنگ کی بیوی کو اس کی فکر تھی۔ "تم کھاتے نہیں، سوتے نہیں، بیمار پڑ گئے تو کیا ہوگا؟ تمہارے سارے کام بیکار ہوجائیں گے! "

پنگ کے گھر کے آگے ایک چھوٹی سی جھونپڑی زمین کے ایک چھوٹے سے پلاٹ پر کھڑی تھی۔ اس جھونپڑی میں لی اور اس کی بیوی اپنے دو بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ لی ایک مزدور تھا۔ ہر صبح فجر کے وقت وہ میدان میں نکلتا تھا۔ شام ہوتے ہی وہ تھکے ہارے گھر واپس چل پڑتا۔

لیکن گرم غسل اور کچھ چائے کے بعد، لی بیٹھ کر اپنی بانسری بجاتا۔ اس کی بیوی اور بچے گاتے اور ناچتے۔ یہ ان سب کے لیئے بہترین وقت تھے۔

ایک دن پنگ کی بیوی نے کہا، "شوہر، عزیز، لی اور اس کا خاندان بہت غریب ہیں، پھر بھی وہ کتنے خوش ہیں، ہم لی کی طرح خوش کیوں نہیں ہیں؟"





پنگ نے ایک لمحے کے لیئے سوچا۔ پھر فرمایا کہ وہ خوش ہیں کیونکہ ان کے پاس وقت ہے۔

وہ لی کو پاس گیا اور اس سے کہا، "اچھے آدمی، میں نے تمہیں دن رات محنت کرتے دیکھا ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔" پھر اس نے لی کو سکوں کا ایک تھیلا دیا اور کہا، "براہ کرم اپنے پڑوسی اور دوست سے یہ تحفہ قبول کریں۔"

ٹھیک ہے، جس لمحے سے لی کو پیسوں کا تھیلا ملا اسے کوئی سکون محسوس نہیں ہوا۔ اس نے سارے سکے گن لیئے لیکن اپنی جگہ کھویا رہا اور دوبارہ شروع کر دیا۔ لی کی بیوی یا اس کی بیٹیاں اسے اپنی بانسری لاتی تھیں لیکن، "وقت نہیں! کوئی وقت نہیں ہے!" وہ سب کچھ کہے گا۔

نئے مسائل پیدا ہوئے۔ لی پیسے کو کہاں چھپائے؟ اس نے اسے برتن میں، ڈبے میں، شیلف پر رکھنے کی کوشش کی۔ آخر کار اس نے پیسوں کا تھیلا کنویں میں اتار دیا۔

ایک اور دن، ایک اور پریشانی۔ "میں اپنا مال کیسے خرچ کروں؟" اس نے سوچا. "کیا میں بیل خریدوں؟ ہل؟" اس نے کنویں سے تھیلا نکالا، سکوں کو خشک کرنے کے لیے پھیلایا اور گننے لگا۔ رات گئے وہ تھکے ہارے بستر پر چلا گیا۔



وقت گزر گیا۔ لی نے سکوں کو شمار کیا، انہیں ادھر ادھر منتقل کیا، اور منصوبہ بنایا کہ انہیں کیسے خرچ کیا جائے۔ اور ہر دن کے اختتام پر وہ بانسری بجاتے ہوئے بہت تھک جاتا تھا۔

ایک صبح جب لی بیدار ہوا تو پرانی عادت نے اسے گھر سے نکال دیا۔ اس نے تازہ ہوا میں سانس لی اور صبح کے سورج کو اپنی تکلیف شدہ ہڈیوں کو گرم کرنے دیا۔ اس کی بیوی اس کے ساتھ ملنے آئی۔ "پیسہ سب سے قیمتی چیز نہیں ہے، پیارے شوہر،" اس نے کہا۔ اس کے بے پردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے، اس نے مزید کہا، "محبت اور پیار زیادہ قیمتی ہیں۔"



اچانک لی کو معلوم ہوا کہ کیا کرنا ہے!

اس نے وہ دن بانس کے ڈنڈوں کو کاٹتے اور ہلاتے ہوئے گزارا جب تک کہ اس نے ایک درجن باریک بانسری نہ بنا لی۔ وہ انہیں سکوں کے تھیلے سمیت پنگ کے گھر لے آیا۔ "اس پیسے نے میرا سکون چھین لیا ہے،" اس نے بیگ کو پنگ کو دیتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے پنگ کو بانسری دی۔ انہوں نے کہا کہ برائے مہربانی ان کو ہماری دعاؤں سے قبول کریں۔

لیکن پنگ اور اس کی اہلیہ صرف اپنے فرائض پر واپس چلے گئے۔

اچانک پنگ کی قسمت بدل گئی۔ اس کے پاس گنتی کے پیسے نہیں تھے! وقت نے اس کے ہاتھوں پر بھاری بوجھ کی طرح دبایا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک شیلف پر ایک بانسری بھولی ہوئی ہے۔ پنگ نے اسے اٹھایا اور بجانا شروع کر دیا۔ اس کی بیوی اور بچے خوشی سے شریک ہوئے۔

اس کے بعد پنگ اور اس کا خاندان ہر رات اپنی بانسری بجاتا تھا۔ پنگ نے اپنے بچوں کے ساتھ گزارے ہوئے ہر لمحے کا مزہ لینا سیکھا۔

کیونکہ جیسا کہ کہاوت ہے، "سب سے بڑا خزانہ سونا نہیں بلکہ خوشی ہے۔"

چین سے ایک کہانی



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

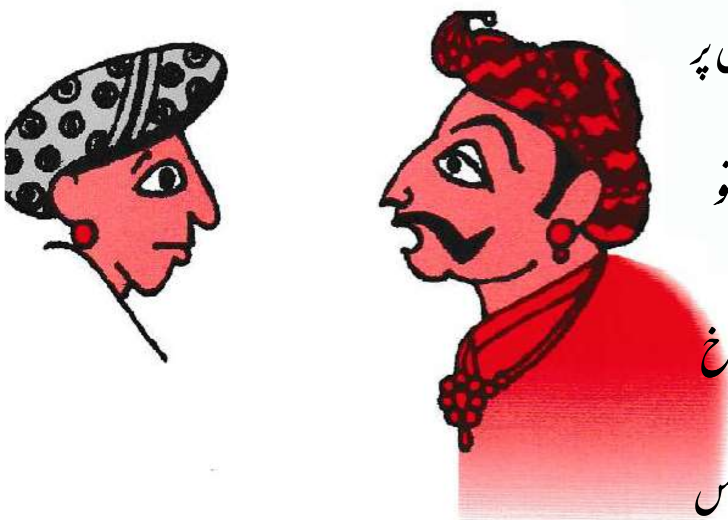
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

بادشاہ اور گلہری

ایک دفعہ ایک عظیم بادشاہ تھا۔ اوہ، وہ جنگیں جو اس نے لڑی تھیں! دولت اس نے جیتی تھی! تاریخ میں بہت کم حکمران اس کا موازنہ کرسکتے ہیں۔ ایک دن محل کے باغ میں چہل قدمی کرتے ہوئے بادشاہ نے اپنے سب سے قابل اعتماد وزیر سے کہا، "میری موجودگی میں کوئی بھی اپنے بارے میں بڑائی نہ کرے، کیونکہ میں ہر لحاظ سے دوسروں سے برتر ہوں۔"

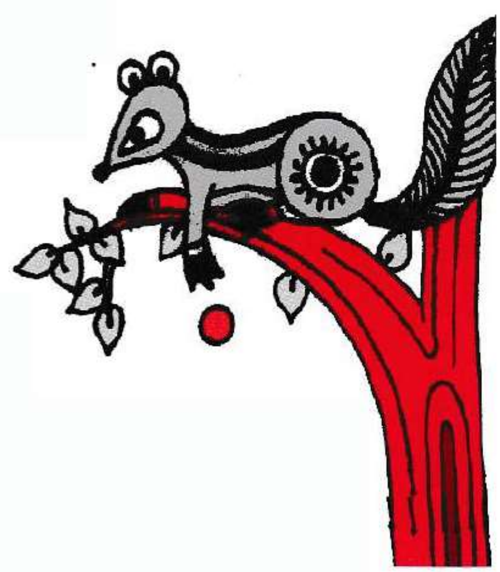


بوڑھا وزیر چونک گیا۔ "مجھے معاف کردو، اے بادشاہ!" انہوں نے کہا. "لوگ اپنی کامیابیوں پر فخر کرنا پسند کرتے ہیں۔ اس بیں نقصان کہاں ہے؟ اگر وہ آپ کی موجودگی میں فخر سے بولیں تو اسے جانے دیں۔ یہ چھوٹی سی بات ہے۔"

بادشاہ حیران ہوکر خاموش ہوگیا! پھر ایک گستاخ آواز نے اس کے خیالات میں خلل ڈالا۔ ایک گلہری درخت پر بیٹھی اس سے چہچہا رہی تھی۔ اس کے پنجے میں ایک سکہ تھا۔

بادشاہ نے تجسس سے گلہری کو دیکھا۔ اچانک یہ گانا شروع ہوا!

دولت کے معاملے میں تو صاف نظر آتا ہے کہ بادشاہ بھی مجھ سے جلتا ہے!



اس فضول گانے سے ناراض ہوکر بادشاہ گلہری کو پکڑنے کے لیئے اچھل پڑا، جس نے اپنا سکہ گرادیا اور بھاگ گئی۔ بادشاہ نے بڑی تدبیر سے سکہ پکڑا اور وزیر کے پاس واپس لوٹا، اس کی حس مزاح بحال ہوگئی۔ "میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا،" اس نے وعدہ کیا۔

لیکن اس شام جب بادشاہ تفریح کر رہا تھا تو وہی گلہری نمودار ہوئی! اس نے اوپر سے نیچے کود کر گایا،

میرا سکہ بادشاہ نے چرالیا! اس میں سے میں گاؤں گا اور گاؤں گا اور گاؤں گا!

بے چارے بادشاہ! اپنا وعدہ بھول کر وہ گلہری کا پیچھا کرنے کے لییۓ اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن تمام مہمان اسے دیکھ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو پایا۔ خوش قسمت گلہری!

محل کی صبحیں خیرات دینے کا وقت تھیں۔ اگلی صبح گلہری دروازے پر آئی اور گایا،

بادشاہ کس قدر فخر سے اپنی دولت غریبوں کے ساتھ بانٹتا ہے! اب، میرے سکے کا شکریہ، وہ اور بھی دے سکتا ہے!

" کیا کوئی اس گلہری کو پکڑے گا؟" بادشاہ کو پکارا. لیکن گلہری بھاگ گئی۔

دوپہر کے کھانے کے وقت، یہ آیا اور گایا،

اے بادشاہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

آپ نے میرا سکا کس چیز کے عوض ادا کیا!







بادشاہ غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے گلہری کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ پہنچ سے باہر چھلانگ لگا کر بھاگ گئی۔ باقی دوپہر اس نے دکھی تنہائی میں گزاری۔

چائے کے وقت وہ کھائے بغیر بالکل ساکت بیٹھا اور گلہری کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ بہت جلد، یہ آیا اور گایا :

کھاؤ، کھاؤ، اے بادشاہ! اپنی صحت کو خطرے میں نہ ڈالیں اور منصوبہ بندی کرتے ہوئے کہ میں اپنی دولت کیسے خرچ کروں!

یہ بادشاہ کی برداشت سے زیادہ تھا۔



اس نے احتیاط سے گلہری کو نشانہ بنایا اور سکے کو جتنی سختی سے پھینک سکتا تھا۔

گلہری نے اڑتے ہوئے سکے کو بڑی نرمی سے پیچھے ہٹا دیا۔ اس نے اسے اٹھایا اور گایا،

اس نے اسے واپس دیا! اس نے اسے واپس دیا! میرے ڈر سے اس نے اسے واپس کر دیا!

بادشاہ رات بھر جاگتا رہا۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ میں اپنی ریاست کو گلہریوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ اور اسے اپنے جرنیلوں کو بلانے کا حکم دیا۔ اس کے وزیر نے اس سے استدلال کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ گلہریوں کی تعداد گنتی سے باہر ہے۔ "ہم ان سب کو کیسے تلاش کریں گے ؟"

"میری فوجیں دنیا کی بہترین فوج ہیں"۔ بادشاہ نے جواب دیا، "وہ تمام گلہریوں کو تلاش کرلیں گے!"

اس کے وزیر نے اسے مزید دبایا۔ "ٹھیک ہے، لیکن فوجیوں کے بارے میں سوچیں۔ کیا وہ اس طرح کی چھوٹی اور بے بس مخلوق کو مارنے پر رضامند ہوں گے؟ اور آپ، سر، کیا آپ کو اس بادشاہ کے نام سے یاد کیا جانا چاہتے ہیں جس نے گلہریوں سے جنگ کی؟"



اس سے بادشاہ کے جنگی منصوبے ختم ہو گئے۔ "میں ہنسنے کا سامان بن جاؤں گا!" اس نے تسلیم کیا۔ "لیکن میں کیا کروں؟"





"صاحب! گلہری کو نظرانداز کریں!" وزیر نے کہا۔ "اگر آپ نے یہ سب کچھ کیا ہوتا تو آپ اپنا سکون نہ کھوتے۔"

ناشتے میں جب گلہری چہچہاتی ہوئی آئی تو بادشاہ نے گایا،

دنیا کے عقلمند کہتے ہیں کہ بادشاہ گلہری کا کوئی مقابلہ نہیں!

گلہری دنگ رہ گئی! یہ بغیر آواز کے محل سے نکل گئی اور پھر کبھی وہاں نظر نہیں آئی۔

بھارت کی ایک لوک کہانی (منوج داس کے دوبارہ بیان پر مبنی)

© Katha Jharna 2008

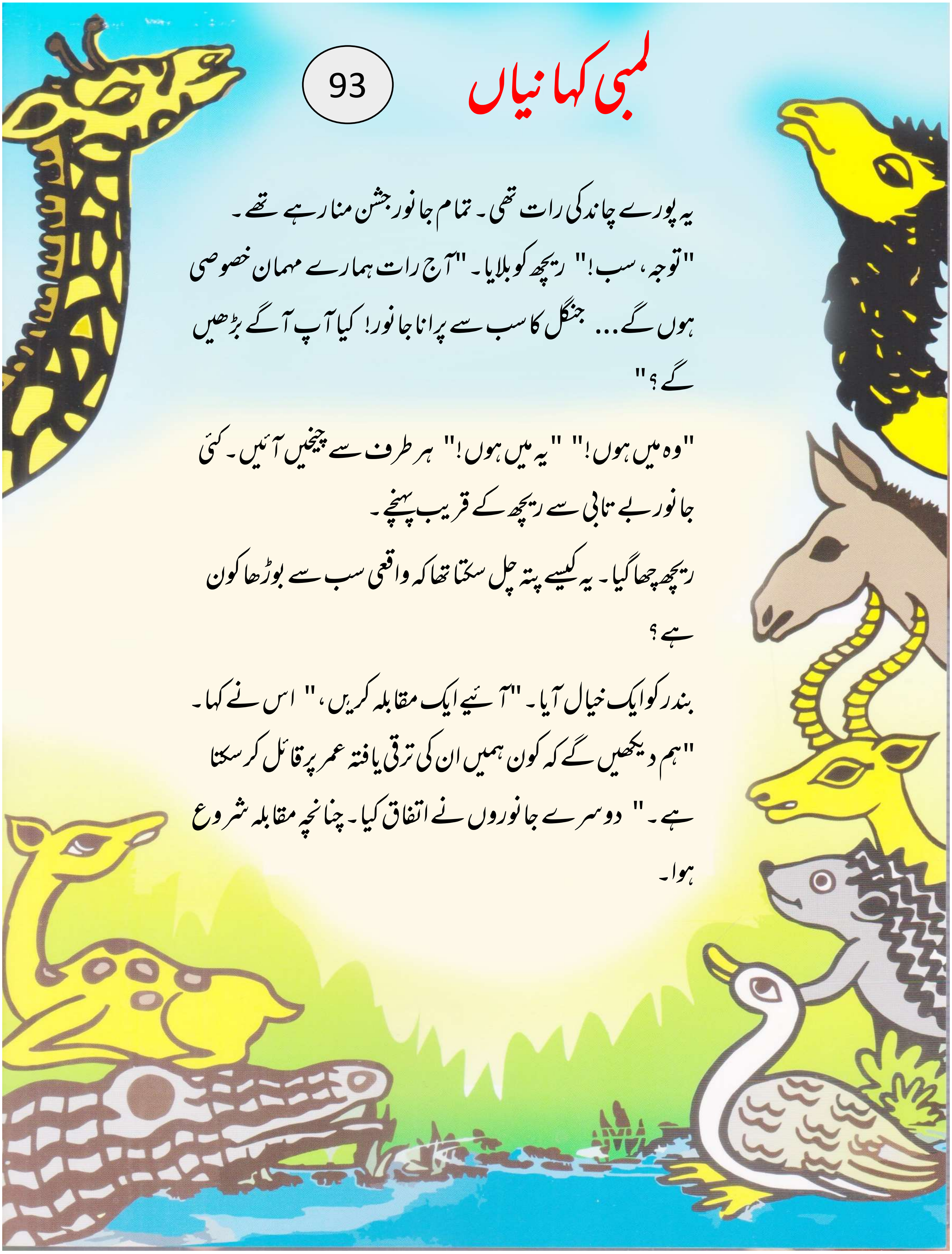
Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy



یہ پورے چاند کی رات تھی۔ تمام جانور جشن منا رہے تھے۔
"توجہ، سب!" ریچھ کو بلایا۔ "آج رات ہمارے مہمان خصوصی ہوں گے... جنگل کا سب سے پرانا جانور! کیا آپ آگے بڑھیں گے؟"

"وہ میں ہوں!" "یہ میں ہوں!" ہر طرف سے چیخیں آئیں۔ کئی جانور بے تابی سے ریچھ کے قریب پہنچے۔
ریچھ چھا گیا۔ یہ کیسے پتہ چل سکتا تھا کہ واقعی سب سے بوڑھا کون ہے؟

بندر کو ایک خیال آیا۔ "آئیے ایک مقابلہ کریں،" اس نے کہا۔ "ہم دیکھیں گے کہ کون ہمیں ان کی ترقی یافتہ عمر پر قائل کر سکتا ہے۔" دوسرے جانوروں نے اتفاق کیا۔ چنانچہ مقابلہ شروع ہوا۔



سب سے پہلے ہاتھی بولا۔ "جب میں اس جنگل میں آیا،" اس نے کہا، "یہاں کوئی اور جانور بالکل نہیں تھا۔ میں اکیلا ہی گھومتا تھا۔"

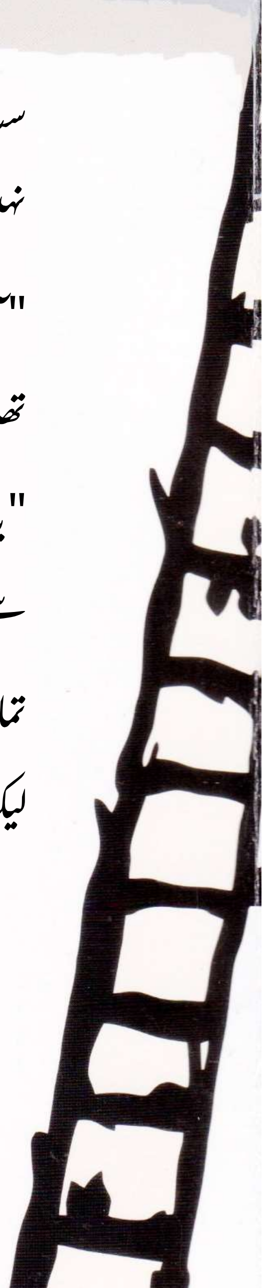
"آہا!" طوطے نے اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے کہا۔ "جب میں اس جگہ آیا تھا تو وہاں کوئی جنگل نہیں تھا! میں نے ہی درخت لگائے اور ان کی دیکھ بھال کی۔"

"بالکل صحیح!" ہرن نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کو بیج لگاتے دیکھا! میں آسمان سے سیڑھی سے نیچے آ رہا تھا۔ میں نے سورج، چاند اور ستاروں کو لٹکا کر فارغ کیا تھا۔"

تمام جانوروں نے ہرن کی تعریف کی۔ "یہ ہمارا فاتح ہے!" انہوں نے سوچا۔

لیکن پھر گیدڑ اپنی جگہ سے اٹھا۔ یہ عمر کے دھیمے وقار کے ساتھ آگے بڑھا۔

"وہ سیڑھی جس پر ہرن چڑھ کر سورج، چاند اور آسمان کے ستاروں کو لٹکانے کے لیے چڑھا،" اس نے کہا، "وہی سیڑھی میں نے بنائی تھی! میں نے درخت کو کاٹ کر پٹریوں کی شکل بنائی اور ان سب کو ایک ساتھ باندھا، یہ کیسا کام تھا! میں نے ہرن کے لیئے سیڑھی لگانے کے لیئے وقت پر ختم کیا۔"





تمام جانوروں نے تالیاں بجائیں۔ "یقیناً گیدڑ نے مقابلہ جیت لیا ہے،" انہوں نے سوچا۔
اچانک رونے کی آواز آئی۔ یہ مینڈک تھا۔ وہ اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے دوسرے جانوروں کی طرف افسوس سے لہرایا اور کہا۔

"جب میں چھوٹا تھا، میرا ایک بہترین دوست تھا- یہاں اس گیدڑ کا دادا۔"

"ایک دن میرے دوست نے مجھے پھل کا تحفہ دیا، اس پھل میں وہ بیج تھا جس سے درخت اُگا تھا۔ اس سے گیدڑ نے سیڑھی بنایا تھا تاکہ ہرن چڑھکر سورج، چاند اور ستاروں کو لٹکا سکے!"

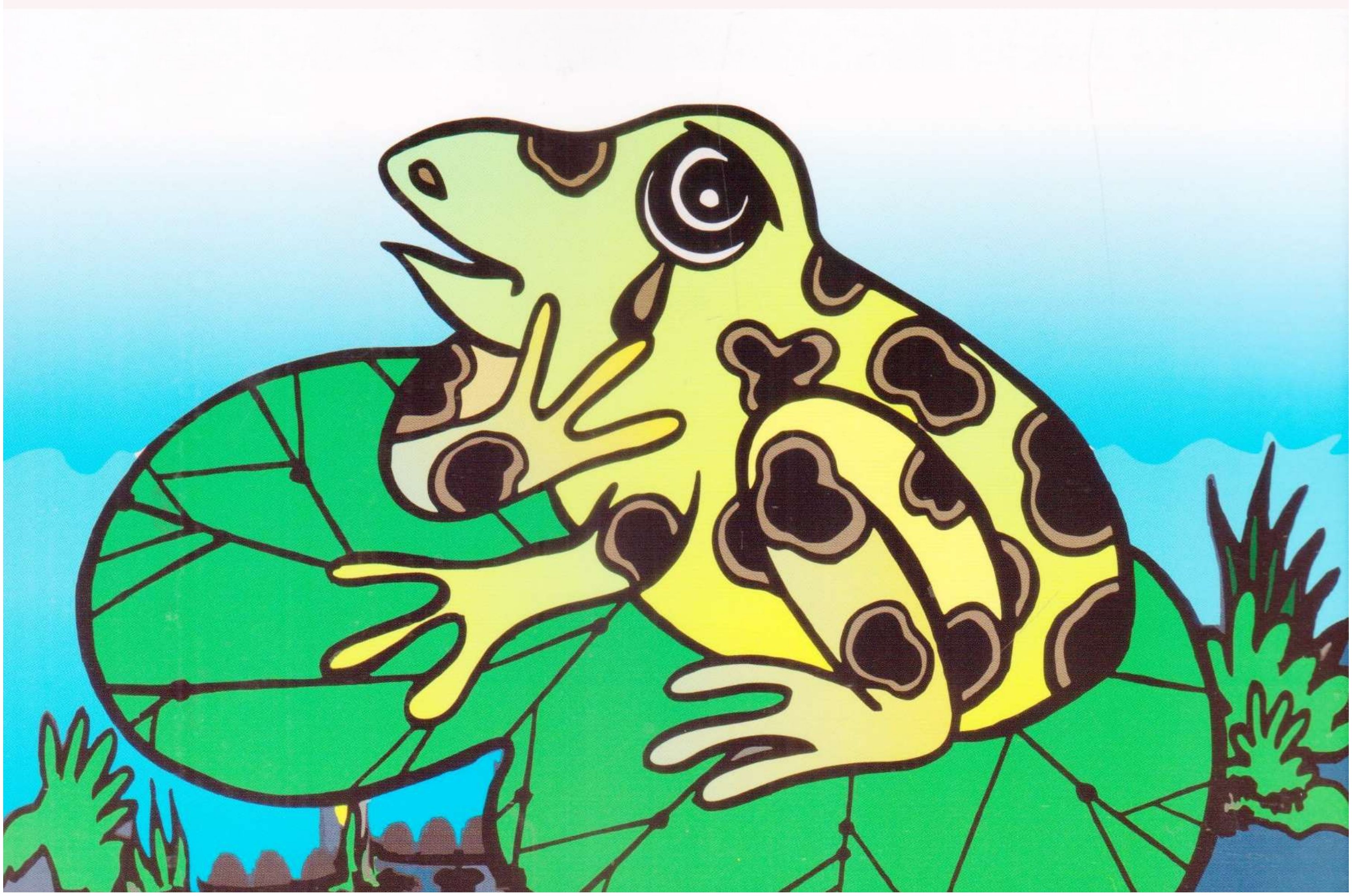
"بچپن کے دوست کو دیکھے اتنا عرصہ ہوگیا ہے۔ اب بہت سی یادیں میرے ذہن میں بھر رہی ہیں! اسی لیئے میں رو رہا ہوں۔"

سب نے ینڈک کی بات غور سے سنی ۔ بولنا بند کیا تو گیدڑ بھی اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہا تھا ۔ ایسی طاقت تھی ینڈک کی کہانی سنانے کی !

جانوروں نے متفقہ طور پر ینڈک کو مہمان خصوصی قرار دیا ۔ اب یہ حقیقی آنسو رویا- خوشی کے آنسو!

پورے چاند کی دعوت شاندار تھی ۔

تمام جانوروں نے لطف اٹھایا ، اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے آسمان کی طرف دیکھنے میں کافی وقت گزارا ۔



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ٹپک، ٹپک!

یہ ایک طوفانی رات تھی۔ بارش درختوں کی چوٹیوں سے ٹکرائی۔ ہوا نے شاخوں کو دھکیل دیا اور کھینچا۔ غاروں اور بلوں میں جانور چھپ گئے۔ لیکن پھر۔۔۔



ایک شیر جنگل سے باہر نکل کر گاؤں میں بھاگا۔ اس نے جھونپڑی کی دیوار کے سایہ میں پناہ لی۔

دیوار کے ساتھ قریب سے سٹے ہوئے، شیر نے ایک بوڑھی عورت کو اپنے آپ سے یہ کہتے ہوئے سنا، "میں اس ' ٹپک، ٹپک ' سے بہت تھک گئی ہوں! "

جب اس نے اپنی میزیں اور ڈبوں کو پانی سے دور کیا تو وہ ایک دوسرے کے خلاف دستک دینے لگے۔ "بوم، بوم، بام، بام!" آواز نے جھونپڑی کی دیواروں کو ہلا دیا۔ "یہ ' ٹپک ٹپک ' کیا ہے؟" شیر نے سرگوشی کی۔

اس دوران بھولے ناتھ اپنے گدھے کی تلاش میں گیا تھا۔ اندھیرے اور موسلا دھار بارش میں وہ مشکل سے دیکھ سکتا تھا۔ اوہ! دادی کی جھونپڑی کے قریب وہ کیا پناہ لئے ہوئے ہے؟ "یہ میرا گدھا ہوگا!" اس نے سوچا۔

بھولے ناتھ تیزی سے شیر کے پاس پہنچا اوراس کا کان مروڑدیا۔ "میں آپ کو ہر جگہ تلاش کررہاہوں!" وہ چلایا "تم مصیبت پیدا کرنے والے!" غصے میں اس نے شیر کی پیٹھ پر چھلانگ لگا دی۔ اس نے اسے جانے کے لیئے اس کے جسم کولات ماری۔

ان تمام نئے تجربات سے گھبرا کر شیر نے ہر حکم کی تعمیل کی۔ گھر میں بھولے ناتھ نے اسے باندھا اوراندر سوگیا۔

اگلے دن کی صبح صاف اورروشن تھی۔ بھولے ناتھ کی بیوی گھر سے باہر آئی۔ "آآآآآہ" وہ شیر کو دیکھ کرچیخ پڑی۔ بھولے ناتھ دوڑتا ہوا آیا۔ "اووووووو!" وہ چیخا. اس نے اپنی بیوی کو واپس گھر میں کھینچ لیا۔ دونوں نے مل کردروازہ بند کردیا۔

اب گاؤں والے دوڑتے ہوئے آئے۔ انھوں نے شیر کو دیکھا تووہ بھی دہشت سے چیخ اٹھے۔ وہ ہر طرف بھاگے۔

بیچارہ شیر! کتنا شوراورہنگامہ ہے! اس نے اس رسی کو کاٹا جس نے اسے پکڑرکھا تھا۔ پھر وہ واپس جنگل میں بھاگ گیا۔

اسی دوران بھولے ناتھ کے شیر پر سوار ہونے کی خبر گاؤں میں پھیل رہی تھی۔ "اوریں نے اتنا ہی نہیں کیا!" اس نے فخر کیا. "میں نے شیر کا کان بھی مروڑا!" اس کی دہشت شیرنی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ اب وہ فخر محسوس کررہا تھا۔ وہ کتنا بہادر تھا! شیر پر سوار ہونے کے لیئے!



بھولے ناتھ کی سواری کی خبر گاؤں سے آگے دیہی علاقوں میں پھیل گئی۔ یہ بات بادشاہ کے کانوں تک پہنچی۔
کیا کمال ہے! اس کی بادشاہی میں، ایسا ہیرو ہونا!
بادشاہ نے بھولناتھ کو بلوایا۔ اس نے اسے تحائف سے نوازا۔ "آپ واقعی بہت اچھے ہیں!" اس نے اسے بتایا۔ اب بھولے ناتھ گاؤں کا بڑا آدمی تھا۔ سب نے اس کی عزت اور قدر کی۔ بھولے ناتھ مطمئن تھا
چند ماہ گزر گئے۔ اچانک دشمن کی فوجیں سلطنت پر اتر آئیں۔ بادشاہ کی فوج سخت دباؤ میں تھی۔ بادشاہ کو بھولے ناتھ یاد آیا۔ اس نے اپنے نوکروں سے کہا، "جاؤ، شیر پر سوار ہونے والے ہیرو کو بلاؤ۔ اسے ایک جنگی گھوڑا دو۔ وہ ہمارے دشمنوں کو خاک میں ملا دے گا۔"
بھولے ناتھ بادشاہ کا حکم سن کر دنگ رہ گیا۔ "میں صرف ایک سادہ کسان ہوں!" انہوں نے کہا۔ "میں فوج سے کیسے لڑ سکتا ہوں؟" لیکن
کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس لیئے اس نے گھوڑے پر سوار کر لیا جتنا وہ کر سکتا تھا۔
فوراً وہ چلایا، "میں گرنے والا ہوں!" اس کی بیوی نے ایک لمبی رسی لی اور اس کے بازو، ٹانگیں اور جسم کو گھوڑے سے مضبوطی سے باندھ دیا۔



گھوڑا ہوا کی طرح دشمن کی فوج کی طرف بھاگا! بیچارے بھولے ناتھ کو معلوم نہیں تھا کہ اسے کیسے روکا جائے! بے چین ہو کر اس نے درخت کی ایک شاخ پکڑلی۔
پورا درخت اکھڑ گیا! یہ ایک بڑے نیزے کی طرح اس کے بندھے ہوئے ہاتھ میں پڑا تھا۔ وہ دہشت سے چیخا۔
دشمن کے سپاہیوں نے بھولے ناتھ کو قریب آتے دیکھا۔ "اسے دیکھو!" ایک نے کہا۔ "وہ ایک پورے درخت کو نیزے کے طور پر استعمال کر رہا ہے!" "اس کا گھوڑا میں نے اب تک دیکھا سب سے تیز ہے!" ایک اور نے کہا۔ پھر بھی ایک اور سپاہی نے کہا، "اس کی جنگ کی فریاد سنو! وہ ٹکرانے والے شیر کی طرح چیختا ہے!"



"اوہ! وہ ضرور ہیرو ہوگا جس نے شیر کی سواری کی تھی!" انہوں نے محسوس کیا. پھر وہ سب اپنی جان بچانے کے لیئے بھاگے۔

آخر گھوڑا آکر رک گیا۔ اس نے اس رسی کو کاٹ لیا جس نے بھولے ناتھ کو کاٹھی میں رکھا تھا۔ بھولی ناتھ کے ہاتھ سے درخت چھوٹ گیا اور وہ زمین پر گر گیا۔

"میں زندہ ہوں!" اس نے حیرت سے سوچا۔ اس نے گھوڑے کی لگام اٹھائی اور گھر کی طرف چلنے لگا۔ کیا وہ پھر کبھی گھوڑے پر سوار ہوگا؟

جب وہ آگے بڑھ رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ لوگ اسے گھور رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے، "یہ وہ ہے جس نے ایک پوری فوج کو شکست دی، پھر بھی دیکھو وہ ایک عام آدمی کی طرح زمین پر کیسے چلتا ہے!" تو وہ حیران ہوئے اور گزرتے وقت اسے سلام کیا۔

بھارت کی ایک لوک کہانی

© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

یودھیشٹھر اور یکش

یہ ان کی بارہ سالہ طویل جلاوطنی کے اختتام کے قریب تھا۔ وہ جنگل میں ایک ہرن کا پیچھا کر رہے تھے۔ ہرن انہیں بہت دور لے گیا اور پھر غائب ہو گیا۔

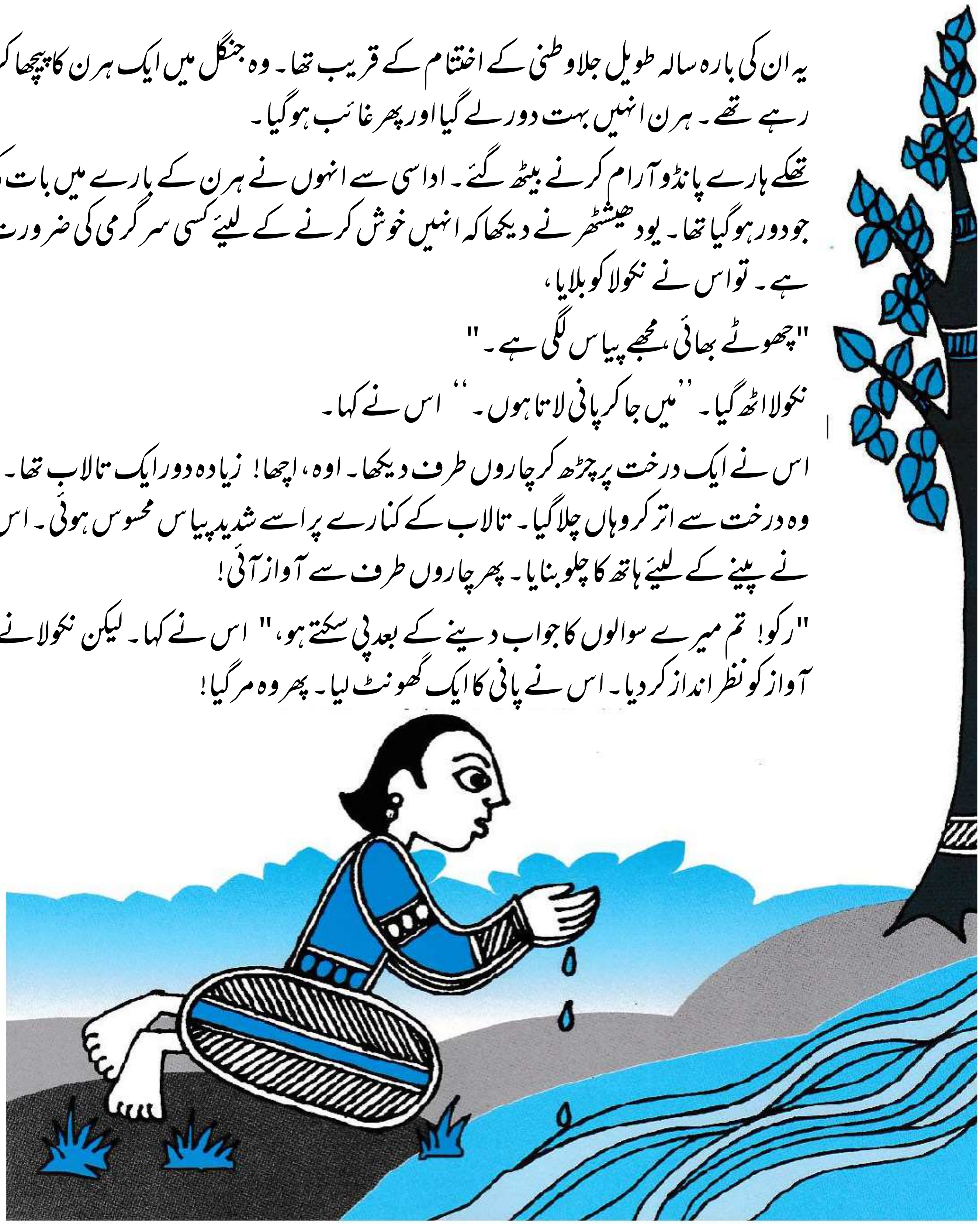
تھکے ہارے پانڈو آرام کرنے بیٹھ گئے۔ اداسی سے انہوں نے ہرن کے بارے میں بات کی جو دور ہو گیا تھا۔ یودھیشٹھر نے دیکھا کہ انہیں خوش کرنے کے لیئے کسی سرگرمی کی ضرورت ہے۔ تو اس نے نکولا کو بلایا،

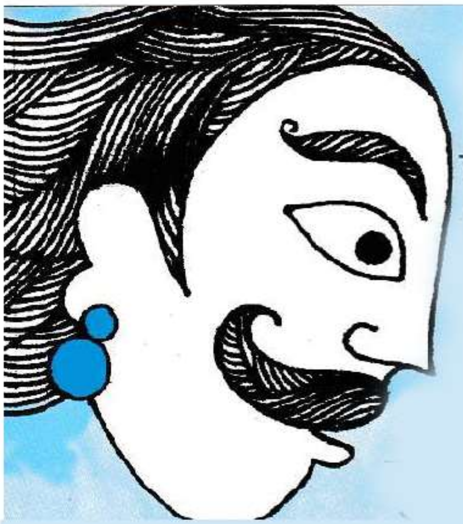
"چھوٹے بھائی، مجھے پیاس لگی ہے۔"

نکولا اٹھ گیا۔ ''میں جا کر پانی لاتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

اس نے ایک درخت پر چڑھ کر چاروں طرف دیکھا۔ اوہ، اچھا! زیادہ دور ایک تالاب تھا۔ وہ درخت سے اتر کر وہاں چلا گیا۔ تالاب کے کنارے پر اسے شدید پیاس محسوس ہوئی۔ اس نے پینے کے لیئے ہاتھ کا چلو بنایا۔ پھر چاروں طرف سے آواز آئی!

"رکو! تم میرے سوالوں کا جواب دینے کے بعد پی سکتے ہو،" اس نے کہا۔ لیکن نکولا نے آواز کو نظر انداز کر دیا۔ اس نے پانی کا ایک گھونٹ لیا۔ پھر وہ مر گیا!





جب نکولا واپس نہیں آیا تو یودھیشٹھر نے سہدیو کو اس کی تلاش کے لیئے بھیجا۔ سہدیو تالاب پر آیا اور پیاس کی شدت سے پریشان تھا۔ اس نے پینے کے لیئے چلو بنایا۔ ایک آواز نے اسے چیلنج کیا۔ اپنے جڑواں کی طرح، سہدیو نے اسے نظر انداز کیا اور پیا۔ وہ بھی گر کر مر گیا!

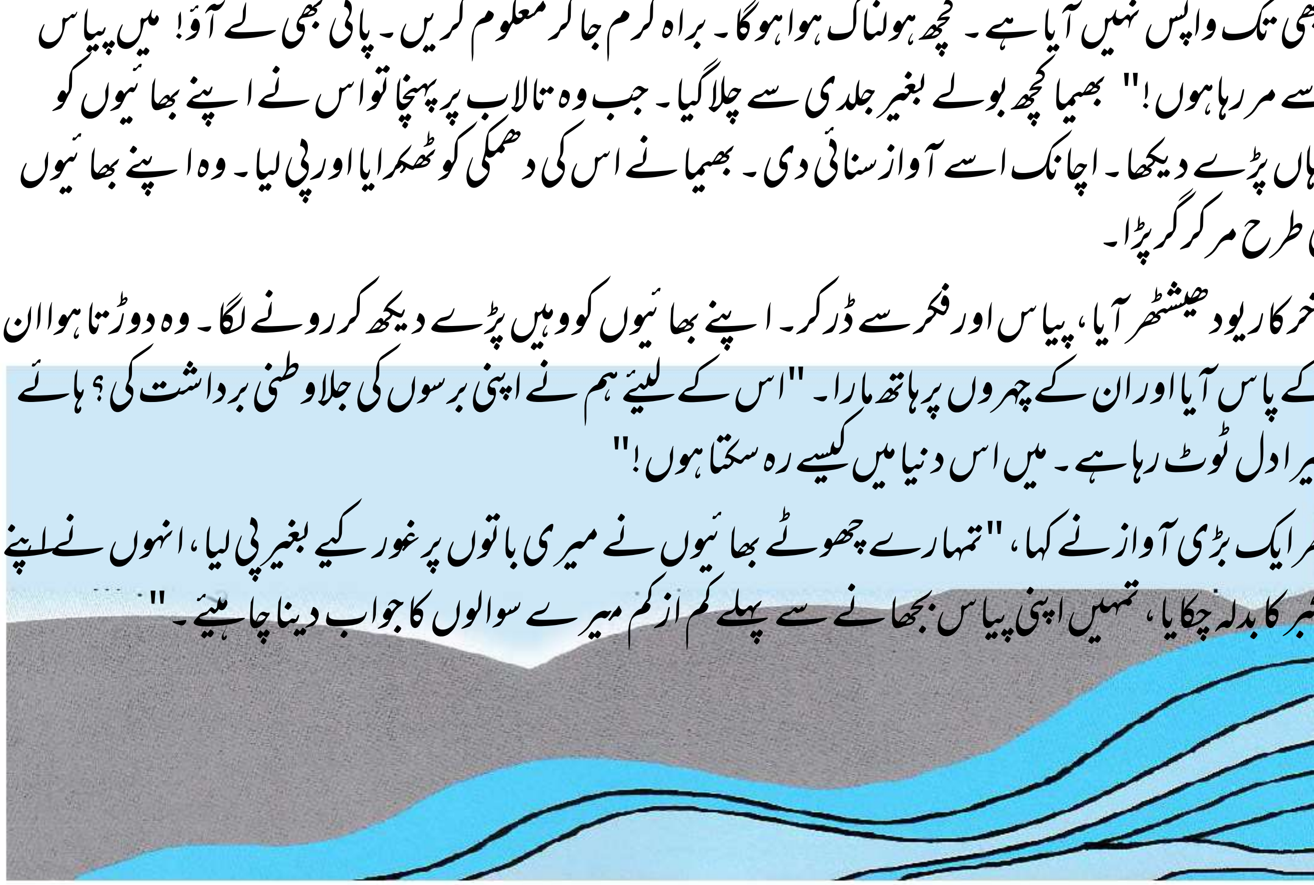
اگلا ارجن آیا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو زمین پر بے حرکت پڑے دیکھا۔ جب وہ ہکا بکا کھڑا ہوا تو اسے ایک آواز سنائی دی جو اسے للکار رہی تھی۔ ارجن کو معلوم ہوا کہ یہ وہی دشمن ہے جس نے اس کے بھائیوں کو قتل کیا ہے!

"غیر مرئی دشمن! دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا!" ارجن نے کہا. پھر وہ پیاس سے بیقابو ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ "ہم لڑیں گے جیسے ہی میں کچھ پانی پی لوں۔" اس نے پیا اور گر کر مر گیا۔

بے چینی سے انتظار کرنے کے بعد، یودھیشٹھر بھیم کی طرف متوجہ ہوا، "پیارے بھائی! عظیم ہیرو ارجن، ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔ کچھ ہولناک ہوا ہو گا۔ براہ کرم جا کر معلوم کریں۔ پانی بھی لے آوَ! میں پیاس سے مر رہا ہوں!" بھیما کچھ بولے بغیر جلدی سے چلا گیا۔ جب وہ تالاب پر پہنچا تو اس نے اپنے بھائیوں کو وہاں پڑے دیکھا۔ اچانک اسے آواز سنائی دی۔ بھیما نے اس کی دھمکی کو ٹھکرایا اور پی لیا۔ وہ اپنے بھائیوں کی طرح مر کر گر پڑا۔

آخر کار یودھیشٹھر آیا، پیاس اور فکر سے ڈر کر۔ اپنے بھائیوں کو وہیں پڑے دیکھ کر رونے لگا۔ وہ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا اور ان کے چہروں پر ہاتھ مارا۔ "اس کے لیئے ہم نے اپنی برسوں کی جلاوطنی برداشت کی؟ ہائے میرا دل ٹوٹ رہا ہے۔ میں اس دنیا میں کیسے رہ سکتا ہوں!"

پھر ایک بڑی آواز نے کہا، "تمہارے چھوٹے بھائیوں نے میری باتوں پر غور کیے بغیر پی لیا، انہوں نے اپنے تکبر کا بدلہ چکایا، تمہیں اپنی پیاس بجھانے سے پہلے کم از کم میرے سوالوں کا جواب دینا چاہیئے۔"



یودھیشٹھر نے محسوس کیا کہ یہ یکش کی آواز ہے۔
"اپنے سوالات پوچھیں،" اس نے کہا۔
یکش : جو لوگ جھنجھلاہٹ میں ہیں ان کو کیا بچاتا ہے ؟
یودھیشٹھر : ہمت
کوئی عقلمند کیسے بنتا ہے ؟-
عقلمندوں کی صحبت میں رہنے سے۔
زمین سے زیادہ باوقار چیز کیا ہے ؟-
ایک ماں-
ہوا سے زیادہ تیز کیا ہے ؟-
دماغ-
مسافر کا سب سے اچھا دوست کیا ہے ؟-
سیکھنا۔-
خوشی کیا ہے ؟-
دماغ اور عمل کے درمیان ہم آہنگی؛ اچھا سلوک۔-
ایک آدمی کو کیا چھوڑنا چاہیے، سب سے پیار کیا جائے ؟-
فخر-
کس نقصان سے خوشی ملتی ہے، غم نہیں ؟-
غصے کا نقصان-
امیر بننے کے لیئے آدمی کو کیا ترک کرنا چاہیے ؟-
خواہش-



کامیابی کی پہلی شرط کیا ہے ؟-
مسلسل کوشش ۔-
منافع میں سب سے بہتر کون سا ہے ؟-
کوئی بیماری نہ ہو۔-
موت میں آدمی کے ساتھ کون ہے ؟-
دھرم ہی موت کے بعد ایک کے ساتھ ہوتا ہے ۔-
دنیا کا سب سے بڑا عجوبہ کیا ہے ؟-



ہر روز لوگ مخلوقات کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں، پھر بھی وہ ہمیشہ زندہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس طرح یکش نے کئی سوالوں کے ساتھ یودھیشٹھر کو دبایا۔ یودھیشٹھر نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ان سب کا جواب دیا۔ آخر میں، یکش نے کہا، "میں آپ کے جوابات سے خوش ہوں! اپنے بھائیوں میں سے کسی ایک کو چن لو۔ میں اسے دوبارہ زندہ کروں گا۔"

"نکولا وہ ہے جسے زندہ رہنا چاہیے،" یودھیشٹھر نے کہا۔

اچانک ایک طاقتور یکش شکل اختیار کرکے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا! اس نے کہا، "دھرم راجا! نکولا کیوں؟ تمہارے بھائی بھیم کے پاس 16,000 ہاتھیوں کی طاقت ہے! تمہارا بھائی ارجن تیر اندازی میں بے مثال ہے۔ ان پر نکولا کو کیوں چنا؟"

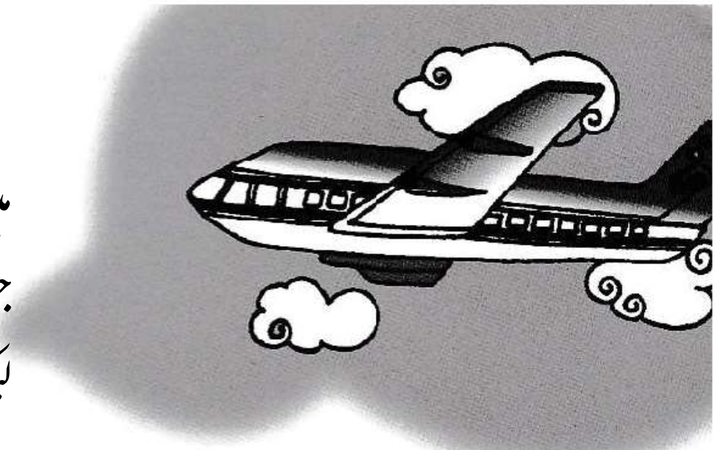
"یہی وجہ ہے :" یودھیشٹھر نے جواب دیا۔ "میرے والد کی دو بیویاں تھیں، کنتی اور مادری۔ میں کنتی کا بیٹا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ مادری کا ایک بیٹا زندہ رہے۔ اس لیئے میں نکولا کی زندگی مانگتا ہوں۔"

"مجھے تم پر فخر ہے، یودھیشٹھر! آپ واقعی ایک اعلیٰ شخصیت ہیں، آپ اپنے ہر کام میں دھرم کی پیروی کرتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کے تمام بھائیوں کی جانیں واپس دے رہا ہوں،" یکش نے کہا، اور غائب ہو گیا۔

راجاجی کے مہابھارت کی دوبارہ بیان کردہ اقتباسات کے ساتھ موافقت

© Katha Jharna 2008 | **Publisher** Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
P. Saraswati | V. Vijayakanthi | **Urdu** Mohammad Naseem
L. S. Saraswathi | S. Rajalakshmi | **Artist** Uma Krishnaswamy

ہم کون ہیں ؟



میں زمین پر ایک لکیر ہوں ۔
جس کی کوئی ابتدا اور کوئی انتہا نہیں ۔
لیکن بہت سے داخلی اور خارجی راستوں کے ساتھ

میں روزانہ کئی بار آگے پیچھے جاتا ہوں ۔
میں بہت سے چہرے دیکھتا ہوں جو بدلتے رہتے ہیں ۔
میں لوگوں کو اٹھا کر چھوڑتا ہوں ۔
اور اپنے مقاصد تک پہنچنے میں ان کی مدد کروں ۔

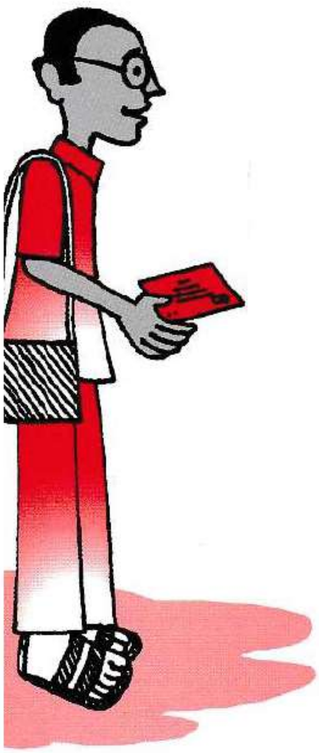


میرے پاس بازو نہیں ہیں ۔
میرے پاس دم نہیں ہے ۔
میں پانی سے گزرتا ہوں ۔
میرے بادبان میں ہوا کے ساتھ

وہ کبھی الگ نہیں ہوں گے - لیکن وہ دوست نہیں ہیں ۔
وہ کبھی نہیں ملیں گے - لیکن وہ دشمن ہیں ہیں ۔



کھلیتے ہوئے روندتا ہوں
میں تمہیں چکر لگاتا ہوں ۔
تم مجھے ایمانداری سے لے جاؤ
اوپر کی طرف - اور نیچے !



دوڑنا، دوڑنا، شور مچا کر دوڑنا

دو لائنوں پر چل رہا ہے، وو، وو!

جنگل، پہاڑوں اور ندیوں کو عبور کرنا

گاؤں میں رک رہا ہے! وو، وو!

ہیلو! الوداع! وو، وو!

آپ مجھے لات مارو، مجھے جانے کے لیے!

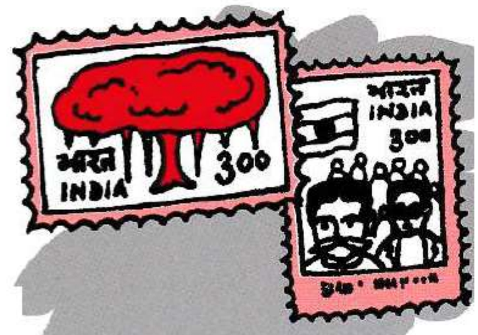


دو گول پہیے مڑ رہے ہیں۔

دو مضبوط گردنیں کھینچ رہی ہیں۔

آٹھ لمبی ٹانگیں چلتی ہیں۔

ایک محتاط کسان رہنمائی کر رہا ہے۔



یہاں یہ آتا ہے، راستہ اوپر

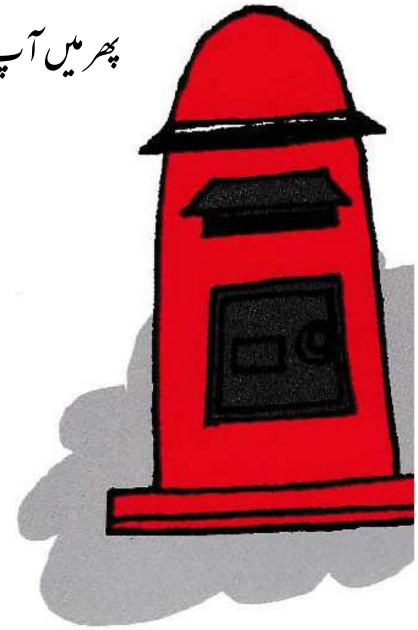
اس کے پروں کو دیکھو، چمکتے ہوئے

اس کی دم، لمبی اور سیدھی ہے۔

وہاں یہ جاتا ہے- دور، دور!



میں آپ کی توجہ حاصل کرنے کے لیے چیختا ہوں۔
پھر میں آپ کے کان میں سرگوشی کرتا ہوں۔



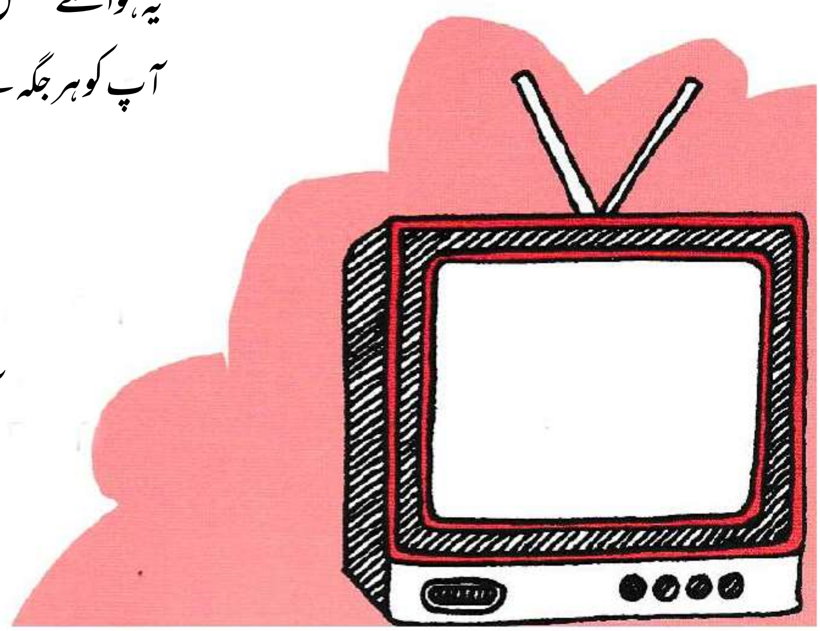
میں آپ کی ہر بات مان لیتا ہوں۔
اور واپس دوں
جب آپ "پلے" دبائیں

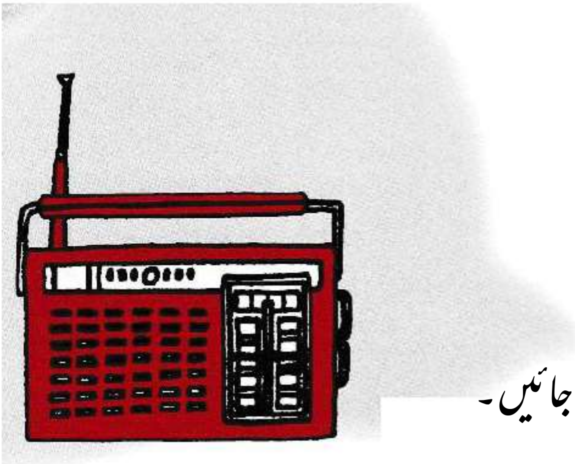
میں دور سے آتا ہوں۔
میں نے یہاں تک پہنچنے کے لیے کتنا سفر کیا ہے!
تم مجھ سے ملنے کے لیے بھاگو
امید، اچھی خبر کے لئے تڑپ

مجھے خریدنے کے بعد، میں پھنس جاتا ہوں۔
اور میں پھنس جانے کے بعد، مجھے روکا جاتا ہے!

میری دم لمبی ہے- اس کے بال نہیں ہیں!
یہ ہوا سے سگنل پکڑتا ہے۔
آپ کو ہر جگہ سے خبریں پہنچانے کے لیے

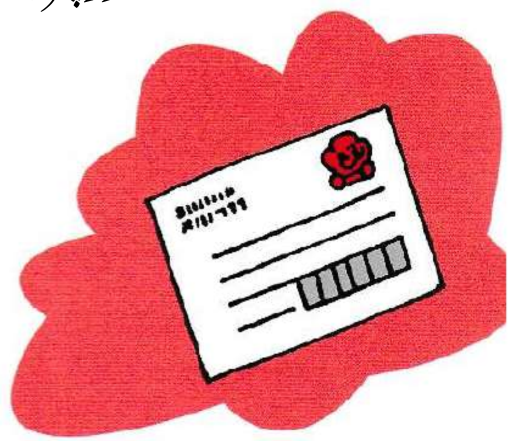
سفر کے ساتھ دھول
میں آپ کے دروازے پر پہنچتا ہوں۔
آپ مجھے اندر لے آئیں
اور میری باتوں میں پیئیں





اس جادوئی خانے میں
ہم وسیع دنیا کو دیکھ سکتے ہیں!

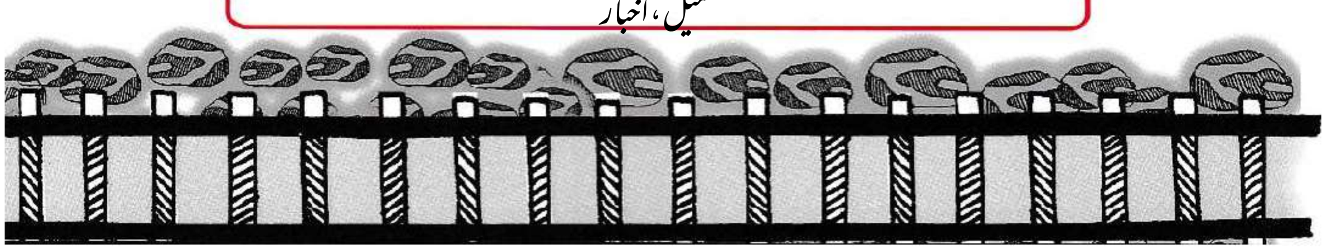
دور سے پیغامات
اس روشن خانے میں گھل مل جائیں۔
اور پھر آگے بڑھیں۔



میں ایک خط ہوں جسے آپ بھیج سکتے ہیں۔
ایک بٹن کے کلک کے ساتھ

میں صبح کے سورج کے ساتھ آتا ہوں۔
آپ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہیں
آپ میرے ارد گرد اشتراک کر سکتے ہیں
لیکن صرف اس کے بعد جب آپ اپنا پیٹ بھر چکے ہیں۔۔
ہر ایک کے لیے میرے پاس ہمیشہ بہت کچھ ہوتا ہے۔

سڑک، بس، کشتی، ریلوے ٹریک، سائیکل، ٹرین، سکوٹر، بیل گاڑی، ہوائی جہاز، ٹیلی فون، آڈیو ریکارڈر، ڈاکیا، ڈاک ٹکٹ، ریڈیو، خط، ، ٹیلی ویژن، پوسٹ باکس، ای میل، اخبار



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

ٹوٹوچان



ایک زمانے میں جاپان میں ایک بہت ہی غیر معمولی اسکول تھا۔ ٹوٹوچان نامی ایک چھوٹی لڑکی نے وہاں تعلیم حاصل کی۔ بعد میں اس نے اسکول کے بارے میں ایک کتاب لکھی۔ وہ چاہتی تھی کہ سب اس کے بارے میں جانیں۔ اسے لگا کہ اس کی زندگی بدل گئی ہے۔ اسکول کا نام ٹوموگا کوئن تھا۔ لیکن کتاب کا نام ٹوٹوچان : دی لٹل گرل ایٹ دی ونڈو تھا۔

اس نے اپنی کتاب کو ٹوموگا کوئن نہ کہ ٹوٹوچان نام کیوں کہا؟
اس نے اپنی کتاب کو؟
ٹھیک ہے، آپ کون سا اٹھائیں گے، سب سے پہلے اسکول کے بارے میں کتاب، یا کھڑکی پر بیٹھی ایک چھوٹی بچی کے بارے میں کتاب؟

ٹوموگا کوئن اسکول میں گیٹ پوسٹوں کے لیئے دو پودے تھے۔ تصور کریں، جڑوں اور پتوں کے ساتھ گیٹ پوسٹس! سکول گراؤنڈ کے چاروں طرف کوئی دیوار نہیں تھی۔ بجائے مزید درخت! درخت، اوران کے قریب، بچھے ہوئے پھول۔

اتنی سرحد کے اندر، کیا کلاس کے کمرے بھی خاص نہیں تھے؟ وہ تھے! اسکول کے تمام کلاس کے کمرے پرانی ریل روڈ کی کاریں تھیں۔

چھ کاریں تھیں، ہر کلاس کے لیئے ایک۔ ان کاروں کو صاف اور دوبارہ پینٹ کیا گیا تھا۔ وہ رول کرنے کے لئے تیار لگ رہے تھے! لیکن اندر یہ سب میزوں اور کرسیوں اور بلیک بورڈز سے آراستہ تھیں۔

ٹوٹوچان اپنے کلاس روم کی کھڑکی پر بیٹھ کر باہر دیکھ سکتی تھی۔ وہ ٹرین کے چلنے کا تصور کر سکتی تھی۔ ہر قسم کے مناظر ذہن میں چمک اٹھیں گے۔ لیکن اس نے ایک بہت ہی غیر معمولی وجہ سے اکثر ایسا نہیں کیا: وہ اپنے اسباق کو یاد نہیں کرنا چاہتی تھی!

ٹوموگا کوئن اسکول کے اسباق خوش کن تھے! سب سے پہلے، اساتذہ بلیک بورڈ پر موضوعات کی فہرست لکھیں گے۔ پھر بچے خود انتخاب کرتے کہ کیا پڑھنا ہے۔



ٹوٹوچان کی پہلی جماعت کی کلاس میں، تمام بچوں نے مختلف چیزیں کیں۔ کچھ نے حروف تہجی لکھنے کی مشق کی۔ ایک لڑکی ہمیشہ پڑھتے ہوئے ملتی تھی۔ دوسرے بچوں نے تصویریں بنائیں۔ کچھ نے ورزش بھی کی۔ ان سب نے گہری توجہ کے ساتھ کام کیا۔ ٹوٹوچان کے اسکول میں کبھی کوئی بور نہیں ہوا!

بعض اوقات اسکول کے میدان سے باہر بھی سرگرمیاں ہوتیں۔ اساتذہ اکثر طلباء کو کلاس کی سیر پر لے جاتے۔ راستے کے ساتھ ساتھ ایک بہتی ندی تھی۔ راستہ چیری کے درختوں سے سایہ دار تھا۔ یہ ایک قریبی مندر کی طرف لے گیا۔

مندر میں، طالب علم تالاب کے ارد گرد گھومتے تھے۔ وہ وہاں موجود چھوٹے سیاہ کنکروں کے ساتھ ہاپوٹا پو کھیلتے۔ وہ بڑے بڑے مجسموں کو حیرت سے دیکھتے۔

استاد انہیں کھیلنے دیتے جب تک کہ وہ تھک نہ جائیں۔ کلاس چہل قدمی ہمیشہ ٹوٹوچان کی پسندیدہ تھی!

کبھی کبھی پورا اسکول آڈیٹوریم میں خیمے لگاتا۔ وہ رات وہیں گزاریں گے۔ ان راتوں میں اسکول کے پچاس طلباء میں سے تقریباً سبھی آتے۔



ایک دن ہیڈٹیچر نے طالب علموں سے کہا، "میں آپ کا امتحان لینے جا رہا ہوں، یہ بہادری کا امتحان ہوگا۔ آپ میں سے کچھ بھوت کا کردار ادا کریں گے، آپ مندر کے میدان میں چھپ جائیں گے۔ باقی آپ "بھوتوں" کو ڈھونڈنے جائیں گے۔

"کون بھوت بننا چاہتا ہے؟" اس نے پوچھا. سات بچوں نے ہاتھ اٹھائے۔

امتحان کا دن آگیا۔ شام کو بچوں نے آڈیٹوریم میں خیمے لگائے۔ "بھوت" بچوں نے اپنے بھوتوں کا لباس زیب تن کیا۔ وہ چھپنے کی جگہیں ڈھونڈنے کے لیے مندر کے میدان میں گئے۔

جاتے ہوئے انہوں نے دوسرے طلباء سے منہ موڑ لیا۔ "ہم واقعی آپ کو ڈرانے جا رہے ہیں!" انہوں نے کہا. اب دوسرے گروپوں میں بٹ گئے۔ انہوں نے یہ کام چٹان، کاغذ، قینچی کھیل کر کیا۔ ٹوٹوچان پانچ کے گروپ میں تھی۔

استاد نے بھوتوں کے شکار کرنے والوں سے کہا، "اگر تم پورا امتحان نہیں دے سکتے، تو ٹھیک ہے۔ باقی سب کی طرح اسکول واپس آؤ۔"

(ٹوموگاکوئن اسکول کے بارے میں سب سے اچھی بات یہ تھی کہ طالب علموں کو کبھی بھی امتحان میں ناکامی کی سزا نہیں دی جاتی تھی!)

یہ وقت آگیا تھا. وہ جانے کے لیے تیار تھے۔ گروہ "بھوتوں" سے ملنے کے لیے نکلے۔ ٹوٹوچان کا گروپ آہستہ آہستہ چل پڑا۔ اندھیرے نے انہیں گھیر لیا۔ کچھ بچے کانپنا نہ روک سکے۔ "اوہ!" جب ہوا درختوں میں جھلس گئی۔ اگر وہ اپنے قدم کھوتے ہیں، تو وہ سوچتے ہیں، "ایک بھوت نے مجھے پھنسایا!" اگر کسی دوست نے ان کا ہاتھ پکڑا تو انہوں نے اسے جھٹکا دیا۔ "یہ بھوت کا ہاتھ ہے!" انہوں نے سوچا۔



جلد ہی ان کے پاس سب کچھ کافی تھا۔ ٹوٹوچان اپنے گروپ کے ساتھ اسکول واپس بھاگی۔ دوسرے گروہوں کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں! اور مزید گروپس پہلے سے موجود تھے! کیا بچوں میں سے کوئی بھوت ڈھونڈنے گیا؟

تھوڑی دیر بعد ایک "بھوت" دوڑتا ہوا آیا۔ یہ ایک چھوٹا لڑکا تھا۔ وہ رو رہا تھا۔ کوئی اسے ڈھونڈنے نہیں آیا تھا۔ تو وہ ڈر گیا۔ ایک استاد نے اسے مندر کے پاس کھڑا دیکھا اور اسے واپس اسکول لے آیا۔

تبھی ایک اور "بھوت" روتا ہوا بھاگا۔ وہ ایک بھوت شکاری کے ساتھ تھا۔ اور وہ بھی رو رہا تھا! "بھوت" نے بھوت شکاری کو آتے سنا تھا۔ وہ اسے ڈرانے کے لیئے باہر کود پڑا تھا۔ لیکن وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے! وہ دونوں گھبرا گئے! جب یہ کہانی سنائی گئی تو باقی سب بچے ہنس پڑے۔ جلد ہی "بھوت" بھی ہنسنے لگے۔

آخری آنے والا اخباروں سے بنے لباس میں ایک "بھوت" تھا۔ بہت غصہ آیا۔ "کوئی مجھے ڈھونڈنے کیوں نہیں آیا؟" اس نے پوچھا۔



بچے کے بازو اور ٹانگیں مچھر کے کاٹنے سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ "دیکھو!" بچوں کو ہنسایا۔ "مچھر سے کاٹا ہوا بھوت!" بیچارہ "بھوت" ان کے ساتھ ہنسنے میں مدد نہیں کر سکتا تھا۔

اس دن سے ٹوٹوچان اور نہ ہی اس کے اسکول کے ساتھی بھوتوں سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ، سب کے بعد، بھوت بھی ڈر سکتے ہیں!

ٹتسوکو کیورویانگی کی طرف سے ڈوروتھی برٹن کی یادداشت کے ترجمے سے اخذ کردہ۔ آرٹسٹ: چیھورو ایواساکی

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

یادیں

پیاری منجو،

میں نے ابھی گاندھی جی کی سوانح عمری، "دی سٹوری آف مائی ایکسپر یمنٹس ویدھ ٹروتھ" پڑھی ہے۔ یہ بہت دلچسپ ہے!

کتاب ان چیزوں کے بارے میں بات کرتی ہے جو گاندھی جی کے شروعاتی دنوں میں ہوئیں- سالٹ مارچ اور ہندوستان چھوڑو تحریک سے پہلے جن کے بارے میں ہم نے اسکول میں پڑھا تھا۔ میں نے اس کتاب سے گاندھی جی کی زندگی کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔

ان کا بچپن بہت دلچسپ تھا! ہر تجربے نے ان پر گہرا اثر چھوڑا۔ مثال کے طور پر، جب وہ تقریباً بارہ سال کے تھے، انھوں نے شراون کے بارے میں ایک کتاب پڑھی۔ کیا آپ نے شراون کے بارے میں سنا ہے؟ اس کے والدین نابینا تھے۔ وہ ہر چیز کے لیئے ان پر انحصار کرتے تھے۔ اور شراون نے خود کو ان کی بھلائی کے لیئے وقف کردیا۔ نوجوان گاندھی جی نے شراون کے بارے میں ایک تصویری شو بھی دیکھا۔ تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ شراون اپنے والدین کو کندھوں پر لکڑی کے کھمبے سے لٹکائے ہوئے ٹوکریوں میں لے جا رہا ہے!

شراون کی کہانی نے گاندھی جی کو بہت متاثر کیا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے والدین کے لیئے شراون کے برابر محبت کے ساتھ وقف کردینگے۔



ایک اور کہانی جس نے گاندھی جی کو دل کی گہرائیوں سے متاثر کیا وہ ہریش چندر کی کہانی تھی۔ اپنے والد کی اجازت سے وہ ان کے بارے میں ایک ڈرامہ دیکھنے گیئے۔ گاندھی جی بار بار اس ڈرامے کو دیکھنے گئے۔ انھوں نے ایک بار بھی بور محسوس نہیں کیا! کہانی کے مناظر ان کے ذہن میں منطقل ہو گئے۔ وہ ہر وقت ان کے بارے میں سوچتے تھے۔

ہریش چندر نے کتنی تکلیفیں برداشت کیں! اس کا پورا خاندان غلامی میں بک گیا! پھر بھی وہ اپنی بات سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ گاندھی جی ان جیسا بننا چاہتے تھے۔ "ہریش چندر کی طرح سب کو سچا کیوں نہیں ہونا چاہیے؟" انھوں نے تعجب کیا۔ یہ سوال دن رات ان کے ذہن میں سوار رہتا تھا۔

گاندھی جی اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ ہریش چندر اور شراون دونوں ان کے بعد کے سالوں میں بھی ان کے لیئے حقیقی، زندہ انسان تھے۔

گاندھی جی نے ایک اور بات کا ذکر کیا جو وہ اسکول میں تھے۔ لیکن یہ بالکل مختلف تھے۔ انھوں نے کچھ ایسے کام کیئے جن کا انھیں بعد میں بہت پچھتاوا ہوا۔

ہائی اسکول میں گاندھی جی کا ایک خاص دوست تھا جسے دوسرے لوگ ناپسند کرتے تھے۔ سب نے گاندھی جی کو ان سے دور رہنے کو کہا۔ کہنے لگے یہ لڑکا برے راستوں میں پڑ گیا ہے۔ لیکن گاندھی جی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ انھوں نے بس نہیں سنی۔

آہستہ آہستہ لیکن یقینی طور پر اس دوست کا گاندھی جی پر گہرا اثر ہوا۔ ان کا ذہن بدلنے لگا۔ جب دونوں لڑکے اکٹھے تھے تو انھوں نے کچھ ممنوع کام کرنے کی کوشش کی۔ وہ سگریٹ وغیرہ پیتے تھے۔

اس دوستی کے ختم ہونے کے بعد بھی گاندھی جی وہ کام کرتے رہے جو وہ جانتے تھے کہ غلط تھے۔ انھوں نے پیسے بھی چرائے!

لیکن آخر کار انکا ضمیر باغی ہو گیا۔ گاندھی جی اس ہنگامہ کو بیان کرتے ہیں جس نے اس دور کے آخر میں ان کے ذہن کو بھر دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ اس کی برداشت سے زیادہ ہو گیا۔ انھوں نے پھر کبھی چوری نہ کرنے کا عزم کیا۔ اور انھوں نے اپنے باپ کے سامنے اعتراف کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ان کے اپنے الفاظ ہیں!

مجھ میں بولنے کی ہمت نہیں تھی .... میں اس درد سے ڈرتا تھا کہ بیں اسے لاؤں ۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ خطرہ مول لینا چاہیئے ۔ کہ اقرار کے بغیر صفائی نہیں ہو سکتی ۔

میں نے آخر میں فیصلہ کیا کہ اعتراف جرم لکھوں ، اسے اپنے والد کو پیش کروں ، اور ان سے معافی مانگوں ۔ میں نے اسے کاغذ کی پرچی پر لکھا اور خود انھیں دے دیا ۔ اس نوٹ میں نہ صرف میں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا بلکہ میں نے اسکے لیئے مناسب سزا مانگی ، اور ان سے درخواست کی کہ وہ میرے جرم کی سزا خود کو نہ دیں ۔ میں نے بھی اپنے آپ سے عہد کیا کہ آئندہ کبھی چوری نہیں کروں گا ۔



میں اپنے والد کے حوالے کرتے ہوئے کانپ رہا تھا۔ اس وقت وہ ناسور میں مبتلا تھے اور بستر تک محدود تھے۔ انکا بستر ایک سادہ سا لکڑی کا تختہ تھا۔ میں نے انہیں نوٹ دیا اور تختے کے سامنے بیٹھ گیا۔

انھوں نے اسے پڑھا، اور موتی کے قطرے ان کے گالوں پر ٹپکتے ہوئے کاغذ کو گیلا کرتے رہے۔ ایک لمحے کے لیئے انھوں نے سوچ میں آنکھیں بند کیں اور پھر نوٹ پھاڑ دیا۔ وہ اسے پڑھنے بیٹھے تھے۔ وہ پھر لیٹ گیئے۔ میں بھی رو پڑا۔ میں اپنے والد کی اذیت کو دیکھ سکتا تھا۔ اگر میں مصور ہوتا تو آج پورے منظر کی تصویر کھینچ سکتا تھا۔ یہ اب بھی میرے ذہن میں بہت واضح ہے۔

محبت کے ان موتیوں کے قطروں نے میرے دل کو صاف کیا، اور میرے گناہ کو دھو ڈالا۔ صرف وہی جانتا ہے جس نے ایسی محبت کا تجربہ کیا ہے کہ یہ کیا ہے۔

یہ میرے لیئے اہنسا میں ایک عبرت ناک سبق تھا۔ تب میں اس میں باپ کی محبت سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتا تھا، لیکن آج میں جانتا ہوں کہ یہ خالص اہنسا تھی۔ جب ایسی اہنسا سب کو اپنانے والی بن جاتی ہے، تو یہ ہر چیز کو بدل دیتی ہے جو اسے چھوتی ہے۔ اس کی طاقت کی کوئی حد نہیں۔

© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

وکرمادتیہ کا تخت

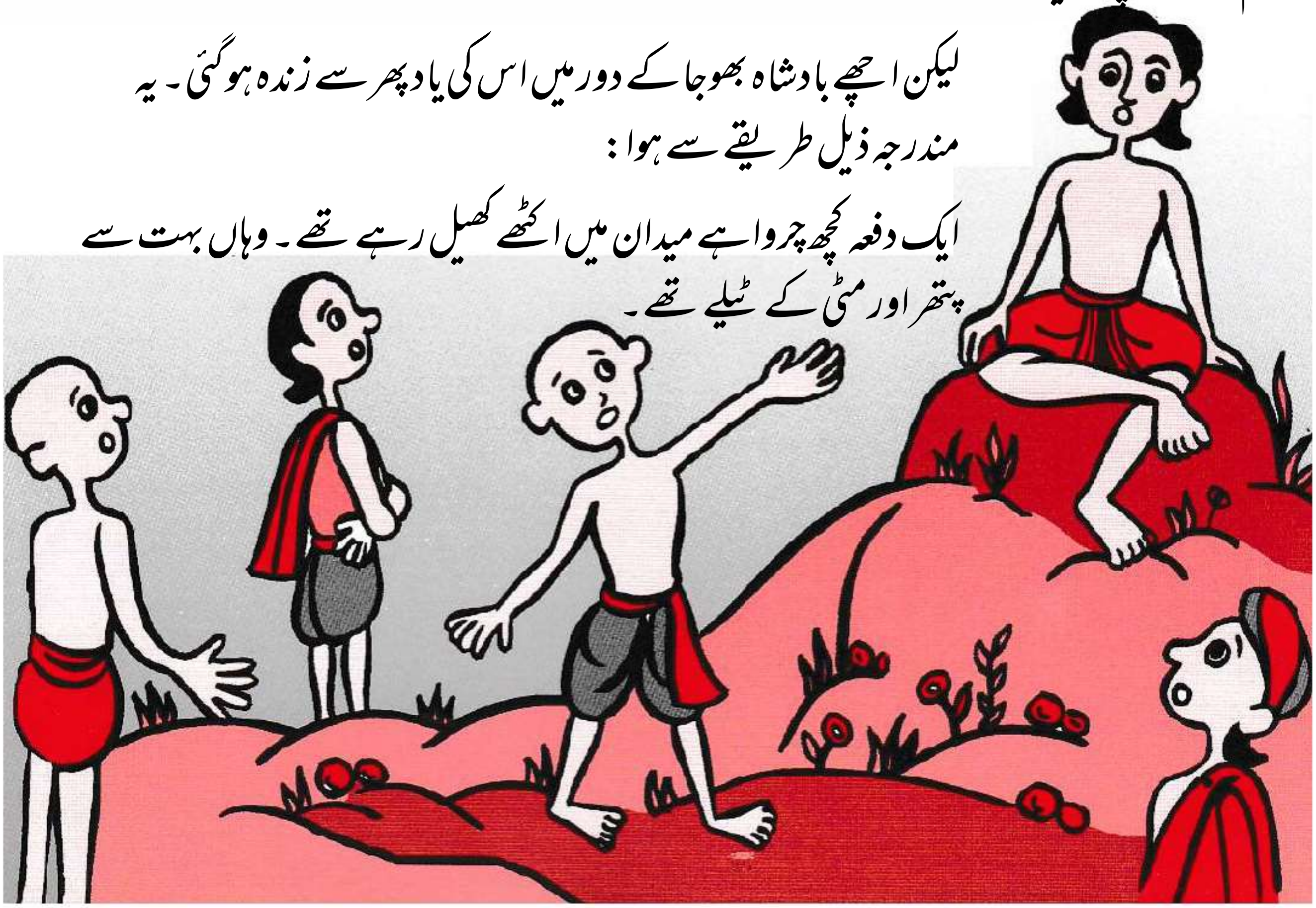
پرانے زمانے میں اجین ہندوستان کے عظیم شہروں میں سے ایک تھا۔ بہت سے دانشور اور شاعر وہاں آئے۔ عظیم کالی داس خود ایک وقت کے لیئے اجین میں رہے۔ یہ وکرمادتیہ کے دور میں تھا۔ یہ ایک شاندار دور تھا!

وکرمادتیہ ایک طاقتور اور نیک بادشاہ کے طور پر دور دور تک جانا جاتا تھا۔ اس کے لوگ اس سے محبت کرتے تھے اس بے پناہ شفقت کے لیئے جو اس نے سب کے ساتھ ظاہر کی۔ لیکن جس خوبی نے وکرمادتیہ کو دیرپا شہرت دی وہ اس کا اچھا فیصلہ تھا۔ جب بھی اس نے جھگڑا سنا تو تمام فریق مطمئن ہو کر چلے گئے۔ ان کے تلخ جذبات کو سکون ملا اور وہ جانتے تھے کہ انصاف ہو گیا ہے۔

وکرمادتیہ کی سلطنت کئی سالوں تک ترقی کرتی رہی۔ لیکن افسوس کہ اجین بھی وقت کے تابع تھا۔ آخر کار اس کی حویلیوں اور میناروں کو برابر کر دیا گیا۔ گھاس اور جھاڑیاں سب پر آزادانہ طور پر اگ گئی تھیں۔ وکرمادتیہ خود صرف بادشاہوں کے ذہنوں میں، لوک کہانیوں میں، اور پہلے پیدا ہونے والے بیٹوں کے نام کے طور پر رہ گیا تھا۔

لیکن اچھے بادشاہ بھوجا کے دور میں اس کی یاد پھر سے زندہ ہو گئی۔ یہ مندرجہ ذیل طریقے سے ہوا:

ایک دفعہ کچھ چرواہے میدان میں اکٹھے کھیل رہے تھے۔ وہاں بہت سے پتھر اور مٹی کے ٹیلے تھے۔





لڑکے ٹیلے پر چڑھتے یا چٹانوں کے درمیان چھپا چھپی کھیلتے۔

ایک ٹیلہ باقیوں سے اونچا تھا۔ یہ پھولوں اور نرم ہریالی میں ڈھکا ہوا تھا۔ ایک بادشاہ کے لیئے بیٹھک! ایک لڑکا بھاگ کر اس کے اوپر آ کر بیٹھ گیا۔ کھیل میں، اس نے اپنے دوستوں سے کہا، "میں جج ہوں! اپنے تنازعات میرے پاس لے آؤ! "

باقی بچے خوش ہو گئے۔ انہوں نے سر جوڑ کر ایک کیس سوچا۔ دو لڑکے ٹیلے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ "معزز ترین جج صاحب! ایک نے کہا. "میں اور میرا پڑوسی اپنی زمین کی سرحدوں پر متفق نہیں ہو سکتے۔ براہ کرم ہمارا تنازعہ طے کر لیں۔ "

اچانک ٹیلے پر پڑا لڑکا بدل گیا! اس نے ایک حقیقی جج کی طرح دیکھا اور آواز دی۔ اور اس نے منصفانہ فیصلہ دیا۔

کیا شاندار کھیل ہے! بچے اپنے دوست کے پاس مزید کیس لائے۔ ان کو حل کرنے میں، لڑکا برسوں اور تجربے کے ساتھ ایک عقلمند کی طرح بولا۔ سب متوجہ تھے۔ وہ نیا کھیل کھیلتے رہے جب تک کہ گھر جانے کا وقت نہ ہو گیا۔

اب جج اپنی کرسی سے نیچے کود گیا۔ وہ پھر سے چھوٹا لڑکا بن گیا۔ وہ ہنسا اور اپنے دوستوں کے ساتھ مذاق کیا۔ وہ اس طرح جدا ہوئے جیسے ایک عام دن کے اختتام پر۔ لیکن یہ کوئی عام دن نہیں تھا!

اس کے بعد سے اگر ان کے درمیان کوئی حقیقی جھگڑا ہو جاتا تو بچے اسی لڑکے کو حل کرنے کے لیئے کہتے۔ وہ اس جگہ جائیں گے اور وہ ایک منصفانہ فیصلہ سنائے گا۔

معجزے کی خبر پھیل گئی۔ لوگ اپنے جھگڑے لڑکے تک پہنچانے لگے۔ وہ ٹیلے کے اوپر بیٹھ کر ہر معاملے کو حل کرتا۔ اختلاف کرنے والے ہمیشہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔

یہ سب کچھ جلد ہی بادشاہ بھوجا کے کانوں تک پہنچا۔ اس نے ایک دم سچائی کا اندازہ لگایا : "وہ لڑکا ضرور وکرمادتیہ کے تخت پر بیٹھا ہوگا!" اس نے اپنے آدمیوں کو ٹیلے کو کھودنے کے لیے بھیجا۔ یقینی طور پر، انہیں ایک تخت ملا۔ اس کی بنیاد کے ارد گرد 25 دیویوں کی مورتیاں کھدی ہوئی تھیں جن کے پنکھ اڑنے کے لیے تیار تھے۔

بادشاہ نے سوچا، "اگر میں اس تخت پر بیٹھوں گا، تو یقیناً وکرمادتیہ کی مہربانی مجھ پر قائم ہو جائے گی۔ میں تمام تنازعات کا دانشمندی سے فیصلہ کروں گا اور اپنے فیصلوں میں منصفانہ اور رحمدل رہوں گا۔"

تخت شہر میں لایا گیا۔ ایک طویل جلوس نے اسے محل تک پہنچایا۔ موسیقار اور گلوکار اور رقاص اس کے ساتھ تھے۔ وکرمادتیہ کے معجزاتی فیصلے کی نشست کو دیکھنے کے لیے لوگوں کا ہجوم تھا۔

یہ ایک مبارک دن تھا۔ جس میں اعلیٰ شخصیات نے شرکت کی۔ تمام نظریں اس پر ڈال کر بادشاہ تخت کی طرف بڑھ گیا۔

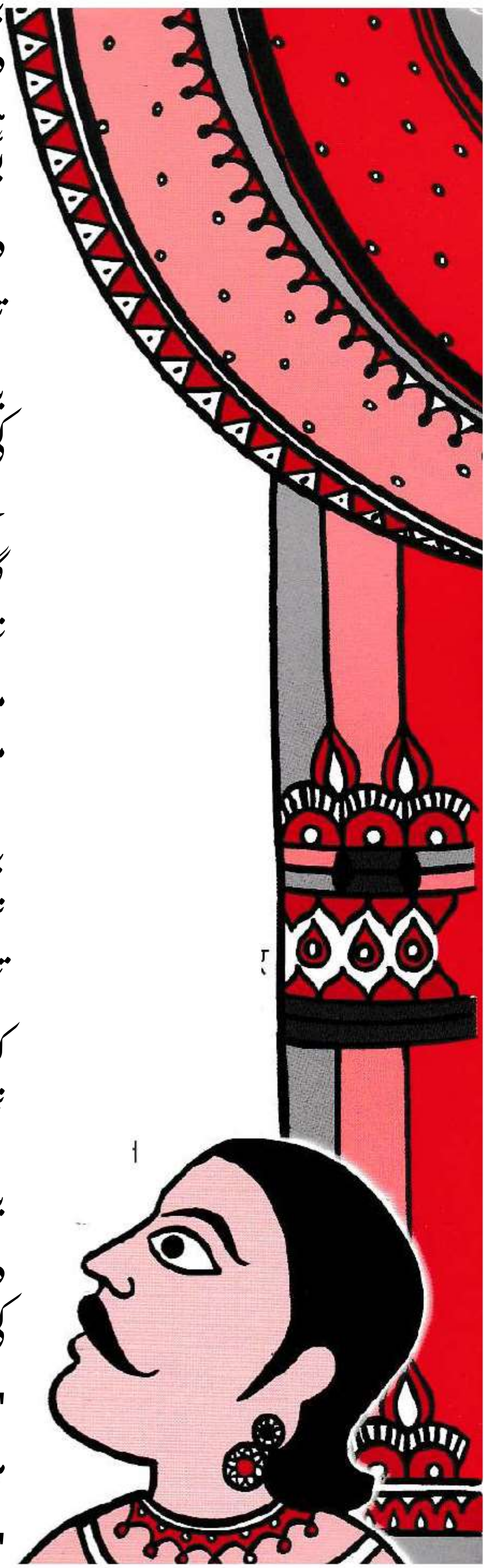
تبھی ایک کھدی ہوئی دیوی بلند آواز میں بولی۔ "رکو!" اس نے کہا. "وکرمادتیہ کے تخت پر بیٹھنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو۔ کیا تم اس اعزاز کے لائق ہو؟"

بادشاہ ہچکچایا۔

دیوی نے پوچھا، "کیا تم کسی اور بادشاہ کے علاقے پر قبضہ کرنے کی تمنا کر رہے ہو؟"

"ہاں، میرے پاس ہے،" بادشاہ نے کہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"تین دن انتظار کرو،" دیوی نے کہا۔ "انہیں روزے اور مراقبہ میں خرچ کرو۔ پھر دوبارہ کوشش کرو۔" وہ اپنے تراشے ہوئے پروں کو پھیلا کر اڑ گئی۔





تین دن کے مراقبہ اور روزے کے بعد بادشاہ ایک بار پھر تخت پر بیٹھ گیا۔ ایک اور کھدی ہوئی دیوی نے اسے رکنے کا حکم دیا۔ "کیا تم وکرمادتیہ کے تخت پر چڑھنے کے قابل ہو؟" بادشاہ پھر سے ہچکچاتا ہے۔

"کیا تم کسی دوسرے آدمی کی دولت حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہو؟" دیوی نے پوچھا. "ہاں، میرے پاس ہے،" اس نے کہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"تین دن انتظار کرو،" دیوی نے کہا۔ "انہیں روزے اور مراقبہ میں خرچ کرو۔ پھر دوبارہ کوشش کرو۔" وہ اڑ گئی۔

تو تقریباً ایک سو دن گزر گئے! اب، ایک ہی کھدی ہوئی دیوی رہ گئی تھی۔ اس نے بادشاہ سے پوچھا "کیا تمہارا دماغ بچے کی طرح ہے؟"

"نہیں ایسا نہیں ہے،" اس نے جواب دیا۔

یہ سن کر دیوی نے تخت اٹھایا اور آسمان کی طرف اڑ گئی۔ اور یہ آخری بار تھا جب وکرمادتیہ کا تخت انسانی آنکھوں نے دیکھا تھا۔

اچھا بادشاہ بھوجا اکثر وکرمادتیہ کے تخت کی پہیلی پر غور کرتا تھا۔ یہ کیسے ہوا کہ ایک چھوٹا سا چرواہا تخت پر چڑھ سکتا تھا، لیکن بادشاہ نہیں؟ آخر کار وہ سمجھ گیا:

صرف وہی شخص جو دل کا خالص ہو، بچے کے صاف ذہن کے ساتھ، حقیقی معنوں میں بلند ہو سکتا ہے۔ اور صرف ایسا ہی وکرمادتیہ کے تخت پر بیٹھ سکتا تھا۔

سسٹر نویدیتا کی کہانی پر مبنی

© Katha Jharna 2008

P. Saraswati | V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi | S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

دیکھنے کے لیے تین دن



ہیلن کیلر(1880-1968) وہ اندھی اور بہری تھیں جنہوں نے اپنی زندگی انسانیت کی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی۔

ہیلن نے بینائی کے بغیر زندگی گزارنے کے بارے میں کئی مضامین لکھے۔ یہاں ان میں سے ایک کے کچھ اقتباسات ہیں، جنہیں "دیکھنے کے تین دن" کہا جاتا ہے۔

حال ہی میں میری ایک بہت اچھی دوست نے ملاقات کی جو ابھی ابھی جنگل میں لمبی سیر سے واپس آئی تھی، اور میں نے اس سے پوچھا کہ اس کے پاس کیا ہے؟

مشاہدہ کیا "خاص طور پر کچھ نہیں،" اس نے جواب دیا۔

یہ کیسے ممکن تھا، میں نے اپنے آپ سے پوچھا، ایک گھنٹہ پیدل چلوں اور کوئی قابل توجہ چیز نہ دیکھوں؟ میں جو نہیں دیکھ سکتی وہ صرف چھونے سے میری دلچسپی کے لیے سینکڑوں چیزیں تلاش کرتا ہے۔ مجھے پتی کی نازک ہم آہنگی محسوس ہوتی ہے۔ میں بھوج پتر کی ہموار جلد، یا دیوار کی کھردری، کھردری چھال کے بارے میں پیار سے ہاتھ پھیرتی ہوں۔ موسم بہار میں میں درختوں کی شاخوں کو چھوتی ہوں امید ہے کہ کسی کلی کی تلاش میں ہوں، جو کہ موسم سرما کی نیند کے بعد فطرت کے بیدار ہونے کی پہلی علامت ہے۔ کبھی کبھار، اگر میں بہت خوش قسمت ہوں، میں ایک چھوٹے سے درخت پر آہستہ سے ہاتھ رکھتی ہوں اور پورے گانے میں پرندے کی خوش کن ترکش محسوس کرتی ہوں۔

کبھی کبھی میرا دل یہ سب دیکھنے کی آرزو سے روتا ہے۔ اگر چھونے سے اتنی لذت حاصل ہو جائے تو اور کتنی خوبصورتی نظر سے آشکار ہو جائے۔ میں نے تصور کیا ہے کہ اگر مجھے اپنی آنکھوں کا استعمال دیا جائے تو مجھے سب سے زیادہ کیا دیکھنا چاہیۓ۔ اوہ، وہ چیزیں جو مجھے دیکھنا چاہیۓ کہ اگر میں صرف تین دن کے لئے بینائی کی طاقت رکھتی ہوں!

پہلا دن بہت مصروف ہوگا۔ میں اپنے تمام پیارے دوستوں کو اپنے پاس بلانا چاہوں اور ان کے چہروں کو دیر تک دیکھنا چاہوں، جو ان کے اندرونی خوبصورتی کا ظاہری ثبوت میرے ذہن پر نقش کرتا ہے۔



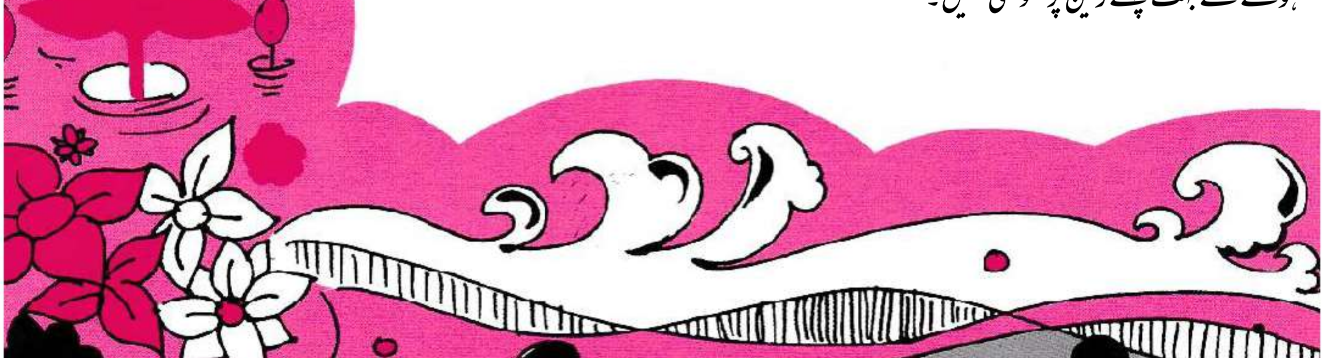
میں اپنے دوستوں کو صرف ان کے چہرے کے احساس سے جانتی ہوں ۔ میں اپنی انگلیوں کے ذریعے چہرے کا خاکہ 'دیکھ' سکتی ہوں ۔ میں ہنسی، غم، اور بہت سے دوسرے واضح جذبات کا پتہ لگا سکتی ہوں ۔ لیکن میں نہیں جانتی کہ ایک دوست کے دل میں ان کی آنکھوں کے ضریعہ، 'روح کی کھڑکیوں' سے دیکھنا کیا ہے ۔

سب سے پہلے میں اپنے پیارے استاد کے چہرے پر لمبی نظروں سے دیکھنا چاہوں، جو بچپن میں میرے پاس آئے اور میرے لیے بیرونی دنیا کھول دی ۔ میں اس کی آنکھوں میں کردار کی وہ طاقت دیکھنا چاہوں گی جس نے اسے مشکلات کا سامنا کرنے کے قابل بنایا ہے، اور پوری انسانیت کے لیے وہ ہمدردی جو انھوں نے مجھ پر اکثر ظاہر کی ہے ۔ میں وہ کتابیں دیکھنا چاہوں جس نے مجھ پر انسانی زندگی اور انسانی روح کے سب سے گہرے ذرائع کا انکشاف کیا ہے ۔ اور میں اپنے کتوں کی وفادار، بھروسہ کرنے والی آنکھوں میں جھانکنا چاہوں جن کی گرمجوشی، نرم اور زندہ دل دوستی مجھے بہت سکون دیتی ہے ۔

اس پہلے دن کی دوپہر میں، میں جنگل میں لمبے لمبے چہل قدمی کرنا چاہوں اور قدرت کی دنیا کی خوبصورتیوں پر نظریں جمانا چاہوں ۔ اور میں رنگین غروب آفتاب کی شان کے لیے دعا کرنی چاہوں ۔ اس رات، میں سوچتی ہوں، مجھے نیند نہیں آنی چاہیے ۔

اگلے دن میں طلوع فجر کے ساتھ اٹھوں اور وہ سنسنی خیز معجزہ دیکھوں جس سے رات دن میں بدل جاتی ہے۔ مجھے حیرت سے روشنی کا وہ شاندار منظر دیکھنا چاہیے جس سے سورج سوئی ہوئی زمین کو جگاتا ہے ۔

یہ دن مجھے دنیا، ماضی اور حال کی جلدبازی کی جھلک کے لیے وقف کرنا چاہیے ۔ مجھے عجائب گھروں میں جا کر انسان کی ترقی کا مقابلہ دیکھنا چاہیے ۔ وہاں میری آنکھیں زمین کی گاڑھی تاریخ دیکھیں گی- جانوروں اور انسانوں کی تصویر ان کے آبائی ماحول میں ۔ ڈائنوسار اور ماسٹوڈن کی بہت بڑی اسکیلیٹن جو انسان کے ظاہر ہونے سے بہت پہلے زمین پر گھومتی تھیں ۔





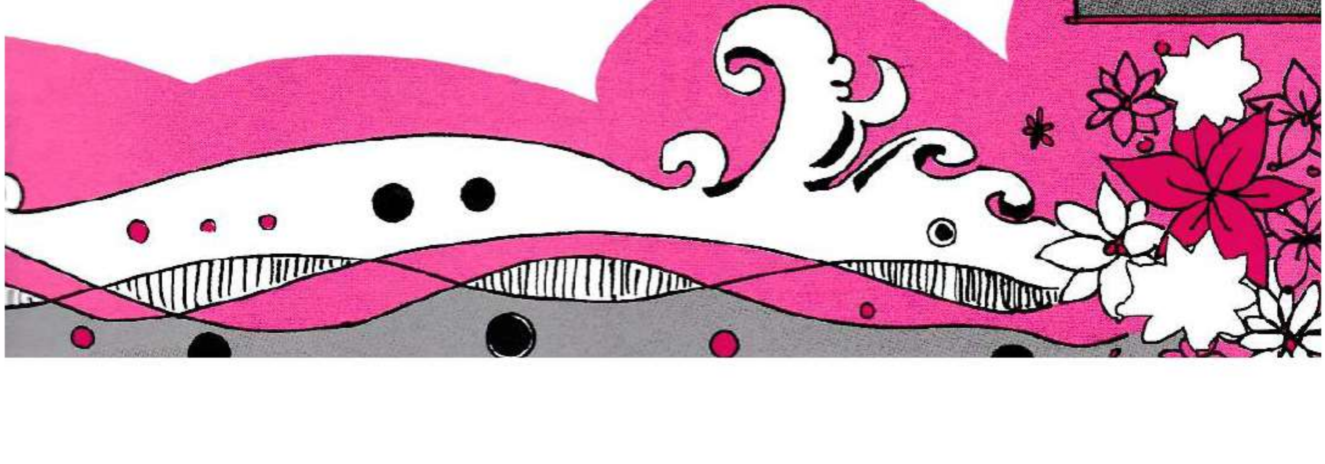


میرا اگلا اسٹاپ میوزیم آف آرٹ ہوگا۔ اس پر، میری نظر کے دوسرے دن، ہیں اس کے فن کے ذریعے انسان کی روح کو جانچنے کی کوشش کرنی چاہوں۔ وہ مجسمے جہیں میں ٹچ کے ذریعے جانتی تھی میں اب دیکھنا چاہوں۔ مزید نہائت پر کشش بھی، پینٹنگ کی پوری شاہکار دنیا میرے لیے کھل جائے گی۔

میری نظر کے دوسرے دن کی شام میں تھیٹر یا فلموں میں گزارنی چاہوں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ میں سے کتنے ہیں، جب آپ کسی ڈرامے، فلم یا کسی تماشے کو دیکھتے ہیں، تو نظر کے معجزے کا احساس کرتے ہیں اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو آپ کو اس کے رنگ، فضل اور حرکت سے لطف اندوز ہونے کے قابل بناتا ہے؟ میں صرف ایک رقاصہ کے فضل کو مدھم انداز میں دیکھ سکتی ہوں، حالانکہ میں تال کی لذت کے بارے میں کچھ جانتی ہوں، کیونکہ اکثر میں موسیقی کی دھڑکن کو محسوس کر سکتی ہوں جب یہ فرش پر ہلتی ہے۔ میں اچھی طرح سے تصور کر سکتی ہوں کہ موسیقی ہموار کا تسلسل دنیا میں سب سے زیادہ خوشگوار نظاروں میں سے ایک ہونا چاہیے۔

اگلی صبح، میں پھر سے طلوع فجر کو سلام کرنا چاہوں، نئی لذتوں، خوبصورتی کے نئے انکشافات کو دریافت کرنے کے لیے بے چین ہوں۔ آج، یہ تیسرا دن، میں کام کی دنیا میں، زندگی کے کاروبار کے بارے میں لوگوں کے اڈوں کے درمیان گزارنا چاہوں۔ شہر میری منزل بن جاتا ہے۔

سب سے پہلے، میں ایک مصروف کونے میں کھڑی ہوں، صرف لوگوں کو دیکھتی ہوں، ان کو دیکھ کر ان کی روزمرہ کی زندگی کے بارے میں کچھ سمجھنے کی کوشش کرتی ہوں۔ میں مسکراہٹ دیکھتی ہوں، اور میں خوش ہوں۔ میں سنجیدہ عزم دیکھتی ہوں، اور مجھے فخر ہے۔ میں مصیبت کو دیکھتی ہوں، اور میں رحم کرتی ہوں۔



میں ففتھ ایو نیو سے نیچے ٹہلتی ہوں۔ میں اپنی آنکھوں کو فوکس سے ہٹاتی ہوں، تاکہ مجھے کوئی خاص چیز نظر نہ آئے سوائے ایک افشاں رنگ کا کلیڈوسکوپ۔ مجھے یقین ہے کہ خواتین کے ملبوسات کے رنگ ایک ہجوم میں گھومتے ہوئے ایک خوبصورت منظر ہونے چاہیئے جس سے میں کبھی نہیں تھکوں۔

ففتھ ایو نیو سے میں شہر کی سیر کرتی ہوں- کچی آبادیوں، فیکٹریوں، پارکوں تک جہاں بچے کھیلتے ہیں۔ میری آنکھیں خوشی اور غم دونوں کے تمام نظاروں کے لیے کھلی ہوئی ہیں تاکہ ہیں گہرائی سے تحقیق کر سکوں اور اپنی سمجھ میں اضافہ کر سکوں کہ لوگ کیسے کام کرتے ہیں اور کیسے رہتے ہیں۔

آدھی رات کو میری نابینا پن کی عارضی مہلت ختم ہو جائے گی اور مستقل رات دوبارہ مجھ پر آجائے گی۔ قدرتی طور پر ان تین مختصر دنوں میں مجھے وہ سب نہیں دیکھنا چاہیے تھا جو ہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ تبھی جب مجھ پر اندھیرا چھا گیا تو مجھے احساس ہونا چاہیے کہ میں نے کتنا پوشیدہ چھوڑ دیا تھا۔ ایکن میرا ذہن شاندار یادوں سے اس قدر بھرا ہو گا کہ میرے پاس پچھتاوے کے لیے بہت کم وقت ہو گا۔ اس کے بعد ہر چیز کا لمس ایک چمکتی ہوئی یاد دلائے گا کہ وہ چیز کیسی دکھتی تھی۔

شاید یہ مختصر خاکہ کہ مجھے کس طرح تین دن بینائی میں گزارنا چاہیئے اس پروگرام سے متفق نہیں ہے جو آپ اپنے لئے ترتیب دیں گے اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ نابینا ہونے والے ہیں۔ تاہم، مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کو اس قسمت کا سامنا کرنا پڑا تو آپ اپنی آنکھوں کا استعمال کریں گے جیسا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ جو کچھ آپ نے دیکھا وہ آپ کو عزیز ہو جائے گا۔ آپ کی آنکھیں ہر اس چیز کو چھو لیں گی اور گلے لگائیں گی جو آپ کے بصارت کی حد میں آتی ہے۔ پھر، آخر کار، آپ واقعی دیکھیں گے، اور خوبصورتی کی ایک نئی دنیا آپ کے سامنے کھل جائے گی۔

میں جو اندھا ہوں دیکھنے والوں کو ایک اشارہ دے سکتا ہوں۔ اپنی آنکھیں اس طرح استعمال کریں جیسے کل آپ اندھے ہو جائیں گے۔ اور یہی طریقہ دوسرے حواس پر بھی لاگو کیا جا سکتا ہے۔ آوازوں کی موسیقی سنو، پرندے کا گانا، آرکسٹرا کے زبردست تناؤ، گویا تم کل بہرے ہو جاؤ گے۔ ہر چیز کو اس طرح چھوئے جیسے کل آپ کی چھونے کی حس ناکام ہو جائے گی۔ پھولوں کی خوشبو سونگھو، ہر لقمے کا مزہ چکھو، گویا کل تم پھر کبھی سونگھ اور چکھ نہ پاؤ گے۔ ہر احساس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ لیکن تمام حواس میں، مجھے یقین ہے کہ نظر سب سے زیادہ لذت بخش ہونی چاہیے۔

© Katha Jharna 2008
Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi
Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi
Artist Uma Krishnaswamy